قرآن کے مطالعے سے



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو قرآن میں اِس قدر مشغول ہو جائے کہ مجھ سے دُعا تک نہ کر سکے اور نہ میری یاد کر سکے تو میں اسے مانگنے والوں سے زیادہ دوں گا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور
نہایت رحم والا ہے۔

مذہبِ اسلام کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنے خدا کی معرفت حاصل کرے۔ وہ غیبی حقیقت کو اپنے لئے شہودِ حقیقت بنائے اُس کے قلب و دماغ پر خدا اور آخرت کا اتنا غلبہ ہو کہ وہ ہر وقت اُسی کی بابت سوچے۔ اُس کی زندگی کا ہر رویہ اُسی رنگ میں رنگا ہوا ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

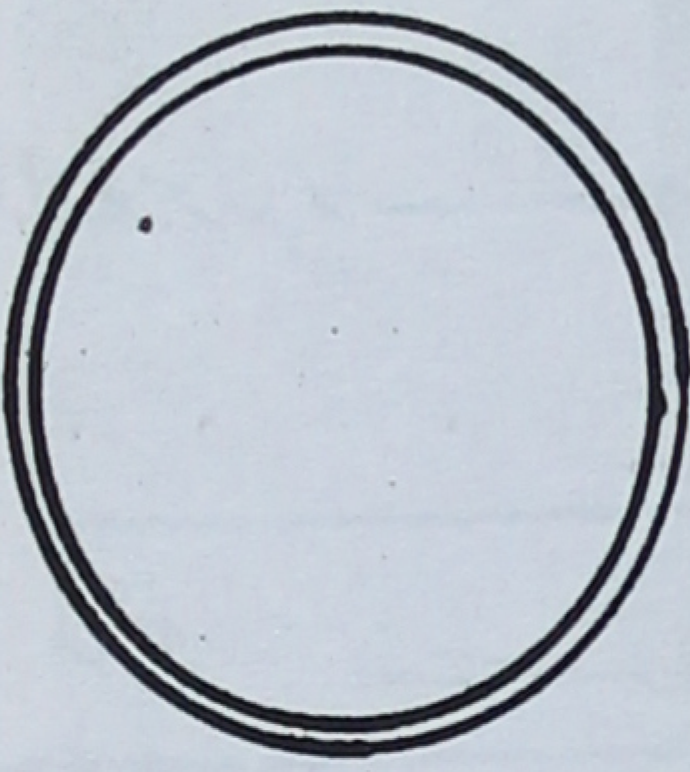


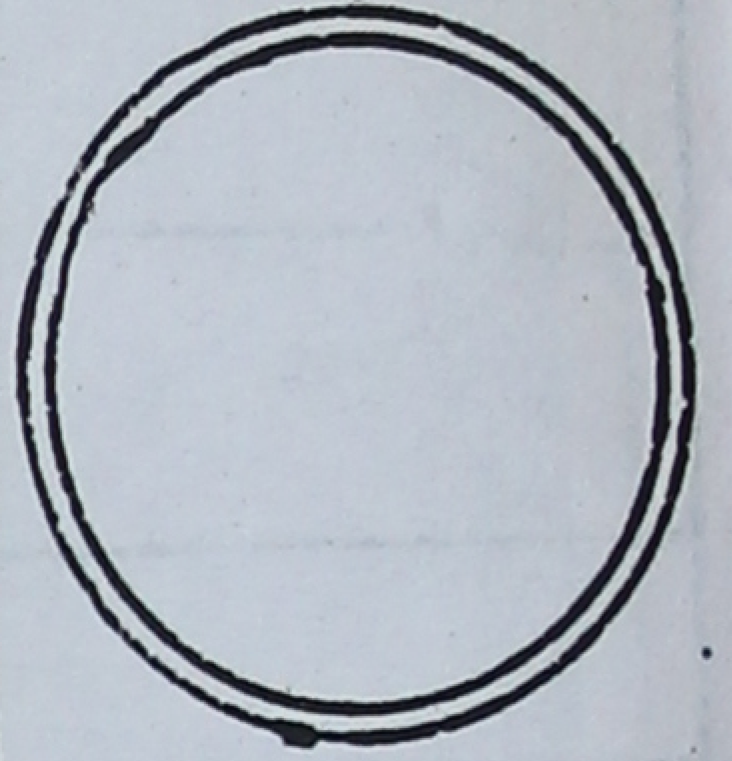
قرآن کے مطالعے سے

دانشکدہ کی اولین فخریہ پیشکش

قرآن کے مطالعے سے

پہلا حصہ





مختلف شعبوں کے دفاتر

شعبۂ انتظامیہ
بی ۸ پرتاپ نگر
۲۲۵ لال بہادر شاستری مارگ
کرلا بمبئی ۴۰۰۰۷۰



شعبۂ تقسیم وفروخت
بی ۸ پرتاپ نگر
۲۲۵ لال بہادر شاستری مارگ
کرلا بمبئی ۴۰۰۰۷۰



شعبۂ اشتہارات
بی ۸ پرتاپ نگر
۲۲۵ لال بہادر شاستری مارگ
کرلا بمبئی ۴۰۰۰۷۰



ٹیلی فون رابطہ :
۵۱۳۰۲۹۹

قیمت اندرون ملک
پانچ روپے

ترتیب وتدوین : ریاض آفندی
مُعاون : محمد اسحٰق انصاری
ناظم دفتری امور : درافشاں آفندی
مُعاون : شیخ عبدالحمید
ناظم نشرواشاعت : زبیدہ ریاض آفندی
مُعاون : الماس آفندی
خوشنویس : ابوخورشید علوی
تزئین : ریاض آفندی
سرورق : سیّد احمد آرٹسٹ
قانونی مشیر : ایڈوکیٹ عمر مرچنٹ

نصرت آفسیٹ پروسس
پروین پرنٹرس دہلی

اندرون ملک اور غیر ممالک میں ہمارے نمائندے

بمبئی	محمد یوسف کھتری
شری وردھن	جرار بشیر کردمے
پونا	انیس چشتی
دلی	نورالدین آزاد
گیا	معین شاہد
سری نگر	مولوی عبدالحئ
احمد آباد	شاہد احمد کلیمی
ناگپور	عبدالحفیظ انصاری
مالیگاؤں	اے۔ اے۔ صدیقی
اورنگ آباد	حسین حسان
بیڑ	نعیم زاہد
اکولہ	افتخار احمد صدیقی
جلگاؤں	رجب عمر
پاکستان	بشیر آفندی
امریکہ	ابراہیم موسیٰ رودکریا
سعودی عرب	سہیل اسماعیل
کویت	ہدایت اللہ سنگے
قطر	عبدالحمید پی کے
مسقط	ڈاکٹر نور محمد رودکریا

قیمت غیر ممالک سے
ایک ڈالر

ذیل کے پتوں پر

قرآن کے مطالعے سے

مل سکتا ہے

نمبر شمار	کتب فروش کا نام	کتب فروش کا پورا پتہ
		اندرونِ بمبئی
۱	مکتبہ جامعہ لمٹیڈ	پرنسس بلڈنگ ابراہیم رحمت اللہ روڈ، نزد جے جے ہسپتال۔ بمبئی ۴۰۰۰۰۳
۲	محب بک ڈپو	پوسٹ بکس نمبر ۱۳۰۱۶، ہمدرد دواخانہ کے سامنے ابراہیم رحمت اللہ روڈ بمبئی ۴۰۰۰۰۳
۳	دار الکتاب	۲۰۶ - ایراہیم مرچنٹ روڈ پایدھونی بمبئی ۴۰۰۰۰۳
۴	نعفی بک ڈپو	مولانا آزاد روڈ، بڑی مسجد کے نیچے مدن پورہ بمبئی ۴۰۰۰۰۸
		بیرونِ بمبئی
۵	علی محمد اینڈ سنز تاجرانِ کتب	۱۔ جہ کدل سری نگر (۲) بڈشاہ بلڈنگ، سری نگر ریاست جموں کشمیر
۶	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ	اُردو بازار، جامع مسجد کے پاس، دلی ۱۱۰۰۰۶
۷	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ	جامعہ نگر، نئی دلی، ۱۱۰۰۲۵
۸	موڈرن پبلشنگ ہاؤس	۹۔ گولا مارکیٹ، دریا گنج، نئی دلی ۱۱۰۰۰۲
۹	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ	یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ ۲۰۲۰۰۱ یو۔ پی
۱۰	کتب خانہ اسلامیہ	چوک میر گنج، الٰہ آباد، یو۔ پی
۱۱	کتابی دنیا	بازار کبیر گنج رائے بریلی، یو۔ پی
۱۲	مسکین بک ڈپو	ایم پی روڈ، جے پور، راجستھان
۱۳	گدڑی شاہ بک ڈپو	جھالرہ، اجمیر، راجستھان
۱۴	کلیم بک ڈپو	کارنجہ پولیس اسٹیشن کے سامنے، تین دروازے کے پاس احمد آباد گجرات
۱۵	دفتر ہفت روزہ آدرش	بنیاد گنج، آ بگلہ، گیا، بہار
۱۶	اردو مراٹھی پرکاشن	۴۲۵ کیداری روڈ، پونا ۴۱۱۰۰۱ مہاراشٹر
۱۷	حنیف بک ڈپو	محمد علی روڈ، ناگ پور مہاراشٹر
۱۸	اطفال بک ڈپو	محمد علی روڈ، مالیگاؤں، ضلع ناسک، مہاراشٹر
۱۹	پبلک ویلفیئر ایسوسی ایشن	معرفت پراماؤنٹ لائبریری، خان عبد الغفار خان مارگ اکولہ ۴۴۴۰۰۱
۲۰	اردو لائبریری	۲۷ نیو مارکیٹ، بنگلور
۲۱	تاج بک ڈپو	جی۔ ٹی روڈ، اورنگ آباد، مہاراشٹر
۲۲	ناصر نیوز ایجنسی	مسلم ہوٹل اسٹریٹ، چوک بازار اچل کرنجی
۲۳	فرقانیہ کتب خانہ	بدرپور بازار بدرپور، ضلع کچھار
۲۴	محمد صغیر الدین بک سیلرز	چوک بازار، مادھو پور، ضلع سنتھال پرگنہ
۲۵	نعیم بک ڈپو	انڈے چنرا سرکل چک مگلور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

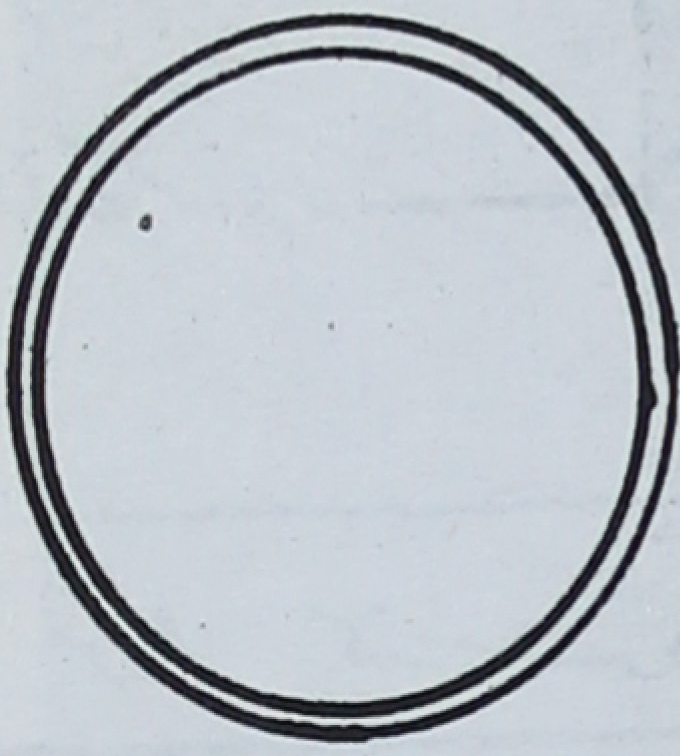


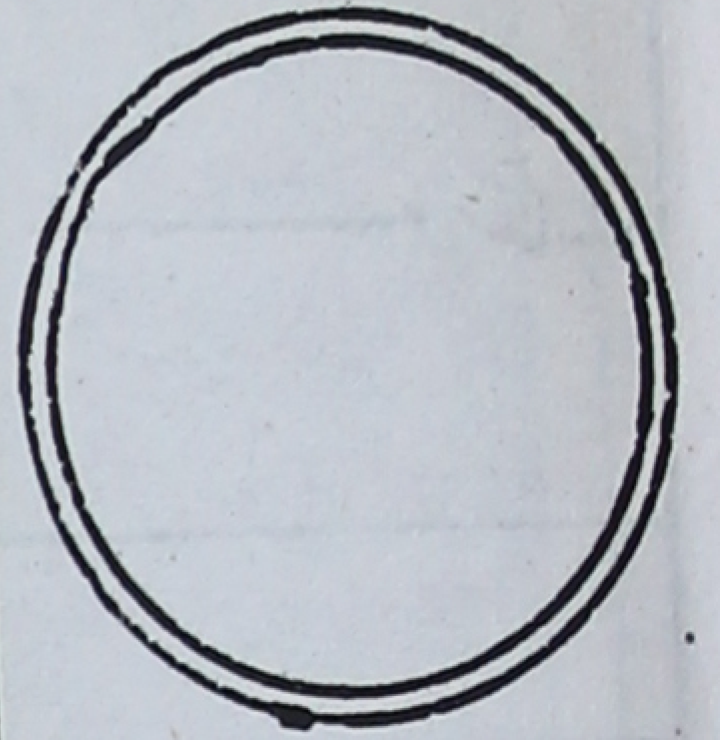
قرآن کے مطالعے سے

دانشکدہ کی اولین فخریہ پیشکش

قرآن کے مطالعے سے

پہلا حصہ





مختلف شعبوں کے دفاتر

اندرون ملک اور غیر ممالک میں ہمارے نمائندے

ترتیب وتدوین	ریاض آفندی
مُعاون	محمد اسحٰق انصاری
ناظم دفتری امور	درافشاں آفندی
مُعاون	شیخ عبدالحمید
ناظم نشرواشاعت	زبیدہ ریاض آفندی
مُعاون	الماس آفندی
خوشنویس	ابو خورشید علوی
تزئین	ریاض آفندی
سرورق	سیّد احمد آرٹسٹ
قانونی مشیر	ایڈوکیٹ عمر رحمت

بمبئی	محمد یوسف کھتری
شری وردھن	جرار بشیر کردمے
پونا	انیس چشتی
دلی	نورالدین آزاد
گیا	معین شاہد
سرینگر	مولوی عبدالحیٔ
احمد آباد	شاہد احمد کلیمی
ناگپور	عبدالحفیظ انصاری
مالیگاؤں	اے، اے، صدیقی
اورنگ آباد	حسین حسان
بیڑ	نعیم زاہد
اکولہ	افتخار احمد صدیقی
جلگاؤں	رجب عمر
پاکستان	بشیر آفندی
امریکہ	ابراہیم موسیٰ رد کڑیا
سعودی عرب	سہیل اسماعیل
کویت	ہدایت اللہ سنگے
قطر	عبدالحمید پی کے
مسقط	ڈاکٹر نور محمد رد کڑیا

شعبۂ انتظامیہ
بی ۸ پرتاپ نگر
۲۲۵ لال بہادر شاستری مارگ
کرلا بمبئی ۴۰۰۰۷۰



شعبۂ تقسیم وفروخت
بی ۸ پرتاپ نگر
۲۲۵ لال بہادر شاستری مارگ
کرلا بمبئی ۴۰۰۰۷۰



شعبۂ اشتہارات
بی ۸ پرتاپ نگر
۲۲۵ لال بہادر شاستری مارگ
کرلا بمبئی ۴۰۰۰۷۰



ٹیلی فون رابطہ:
۵۱۳۰۲۹۹

قیمت اندرون ملک
پانچ روپے

نصرت آفسیٹ پروسس
پروین پرنٹرس دہلی

قیمت غیر ممالک سے
ایک ڈالر

ذیل کے پتوں پر ——— **قرآن کے مطالعے سے** ——— مل سکتا ہے

نمبر شمار	کتب فروش کا نام	کتب فروش کا پورا پتہ
	اندرونِ بمبئی	
۱	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ	پرنسس بلڈنگ ابراہیم رحمت اللہ روڈ، نزد جے جے ہسپتال۔ ممبئی ۴۰۰۰۰۳
۲	محب بک ڈپو	پوسٹ بکس نمبر ۱۳۰۱۶، ہمدرد دواخانہ کے سامنے ابراہیم رحمت اللہ روڈ ممبئی ۴۰۰۰۰۳
۳	دار الکتاب	۲۰۶- ابراہیم مرچنٹ روڈ پائیدھونی بمبئی ۴۰۰۰۰۳
۴	عفی بک ڈپو	مولانا آزاد روڈ، بڑی مسجد کے پیچھے مدن پورہ بمبئی ۴۰۰۰۰۸
	بیرونِ بمبئی	
۵	علی محمد اینڈ سنز تاجرانِ کتب	۱- جسہ کدل سری نگر (۲) بڈشاہ بلڈنگ، سری نگر ریاست جموں کشمیر
۶	مکتبۂ جامعہ لمیٹڈ	اُردو بازار، جامع مسجد کے پاس، دلی ۱۱۰۰۰۶
۷	مکتبۂ جامعہ لمیٹڈ	جامعہ نگر، نئی دِلی، ۱۱۰۰۲۵
۸	موڈرن پبلشنگ ہاؤس	۹- گولا مارکیٹ، دریا گنج، نئی دلی ۱۱۰۰۰۲
۹	مکتبۂ جامعہ لمیٹڈ	یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ ۲۰۲۰۰۱ یو۔پی
۱۰	کتب خانہ اسلامیہ	چوک میرگنج، الہ آباد، یو۔پی
۱۱	کتابی دنیا	بازار کبیر گنج رائے بریلی، یو۔پی
۱۲	مسکین بک ڈپو	ایم بی روڈ، جے پور، راجستھان
۱۳	گدڑی شاہ بک ڈپو	جھالرہ، اجمیر، راجستھان
۱۴	کلیم بک ڈپو	کارنجہ پولیس اسٹیشن کے سامنے، تین دروازے کے پاس احمد آباد گجرات
۱۵	دفتر ہفت روزہ آدرش	بنیادگنج، آبگلہ، گیا، بہار
۱۶	اردو مراٹھی پرکاشن	۴۲۵ کیداری روڈ، پونا ۴۱۱۰۰۱ مہاراشٹر
۱۷	حنیف بک ڈپو	محمد علی روڈ، ناگ پور مہاراشٹر
۱۸	اطفال بک ڈپو	محمد علی روڈ، مالیگاؤں، ضلع ناسک، مہاراشٹر
۱۹	پبلک ویلفیئر ایسوسی ایشن	معرفت پرامائونٹ لائبریری، خان عبدالغفار خان مارگ اکولہ ۴۴۴۰۰۱
۲۰	اردو لائبریری	۲۷ نیو مارکیٹ، بنگلور
۲۱	تاج بک ڈپو	جی۔ ٹی روڈ، اورنگ آباد، مہاراشٹر
۲۲	ناصر نیوز ایجنسی	مسلم ہوٹل اسٹریٹ، چوک بازار اچل کرنجی
۲۳	فرقانیہ کتب خانہ	بدرپور بازار بدرپور، ضلع کچھار
۲۴	محمد صغیر الدین بک سیلرز	چوک بازار، مادھوپور، ضلع سنتھال پرگنہ
۲۵	نعیم بک ڈپو	انڈے چٹر اسرکل چک مگور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین



ابتدائیہ

"قرآن کے مطالعہ سے" آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس مجلہ کی ترتیب اور تدوین میں ریاض آفندی صاحب نے جو کوشش اور محنت کی ہے یہ صفحات اس بات کا بیّن ثبوت ہیں۔ خوب سے خوب تر کی تلاش میں موصوف نے علوم و فنون کے ہر گوشے سے حتی الامکان مستفید ہونے کی کوشش کی ہے تاکہ آپ کسی قسم کی تشنگی محسوس نہ کرسکیں۔ کتابت اور طباعت کے مرحلے میں بھی اسی معیار کو برقرار رکھنے کی جدّوجہد میں انہوں نے بمبئی اور دلّی کے گلی کوچوں کی خاک چھانی۔ اتنی محنت، اتنی ریاضت اور اتنی کوشش کے بعد جو کچھ جیسا بھی بن پڑا وہ آپ لوگوں کے سامنے پیش کرنے کی جرأت کر رہا ہوں۔

انسان خطا کا پتلا ہے اسلئے ممکنات میں سے ہے کہ ہزار ہا احتیاط کے باوجود کوئی کمی رہ گئی ہو، کوئی غلطی نادانستہ طور پر تصحیح سے رہ گئی ہو، اس کے لئے آپ سے معذرت خواہ ہوں اور مؤدبانہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ میری توجہ اس کمی اس غلطی کی جانب مبذول کرائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کا ازالہ ہوسکے۔

• "قرآن کے مطالعہ سے" ایک ایسا مجلہ ہے جو بنیادی طور پر قرآنی تعلیمات سے وابستہ ہے قرآن مجید میں جو کچھ ہے اور قرآن حکیم نے جو باتیں کھل کر بیان کی ہیں ریاض صاحب اپنے اسلوب میں، اپنے انداز میں اُن کی صراحت کی ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ قرآنی تعلیمات کو مسلمانوں میں عام کیا جائے اور غیر قرآنی اعمال سے مسلم معاشرہ کو پاک اور صاف کیا جائے۔ مسلمان قرآنی تعلیمات پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش میں لگ جائیں اور اپنے اعمال کو اپنے کردار کو، اپنی زندگی کو قرآنی تعلیمات سے سنواریں۔ اس مجلہ میں شامل مضامین ہمارے ذہنوں کے بند دروازوں پر اگر دستک دینے میں کامیاب ہوتے ہیں تو میری دانست میں جن مقاصد کے تحت "دانشکدہ" کا قیام عمل میں آیا ہے ان سے ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔

میری خواہش ہے کہ ہر مکتبہ خیال کے لوگ ٹھنڈے دل سے اور بغور ان صفحات کا مطالعہ کریں دل و دماغ پر روایات کی گرد جو درتہہ جمی ہے، اس کے مطالعے سے اس کو صاف کریں اور فراخ دلی سے وسیع الذہن ہوکر سوچیں کہ ہم کیا تھے ۔۔۔! اور کیا سے کیا ہو گئے ۔۔۔!!!

ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہوکر،

ہم قرآن حکیم کو تھام لیں، اس کی تعلیمات کو اپنا لیں، اس کے اصول کے تحت زندگی گذارنی شروع کریں اور اپنے آپ کو قرآنی سانچے میں ڈھالیں، تاکہ

ہم معزز ہوں زمانے میں مسلماں ہوکر

یہی ہمارا منشا ہے

یہی ہمارا مشن ہے

اللہ ہمیں اپنے ارادوں میں کامیاب کرے، آمین ثم آمین۔!!

محمد اسحاق انصاری

خادم قرآن

میری سنو! جو گوشِ حقیقت نیوش ہے!

سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ ۝ سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضٰى نَفْسِهٖ ۝
سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ ۝ سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ ۝
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رِضٰى نَفْسِهٖ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ ۝
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ ۝ وَالسَّلَامُ عَلٰى صَفْوَةِ رُسُلِهٖ وَ
خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ
وَجَمِيْعِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ ۝

اوّل اُس خالقِ کائنات، مالکِ کون و مکاں، ربّ العالمین، الرحمٰن الرحیم، مالکِ یوم الدّین غیاث المستغیثین کا شکر ادا کرتا ہوں، جس نے اِس گناہ گار سیہ کار، خطاوار، عاصی کو ایک ایسے کام کے لئے منتخب کیا جس کا وہ اہل نہیں، جس کے وہ قابل نہیں اور جو اُس کے بس کا نہیں،

"قرآن کے مطالعے سے" کی ابتدار ۱۹ر اکتوبر ۱۹۸۳ء کو "حروف مقطعات" کے مضمون سے ہوئی۔

دوسرا مضمون "صراط مستقیم" ۱۹ر نومبر ۱۹۸۳ء کو لکھا گیا اور پھر اُس کے فوراً ہی بعد تیسرا مضمون ۲۱ر نومبر ۱۹۸۳ء کو پایۂ تکمیل تک پہونچا۔

اُس وقت اِن مضامین کو یکجا شائع کرنے کا کوئی خاکہ ذہن میں نہیں تھا۔ میں نے اِن تینوں مضامین کی زیروکس کاپیاں تیار کیں اور محمد اسحاق انصاری صاحب، عبدالغنی خان سرگروہ صاحب کو بتائیں خوش قسمتی سے اُن دنوں بزرگوارم سید ابوالحسن علی میاں ندوی مدظلہٗ العالی بغرض علاج بمبئی تشریف لائے۔ احقر نے یہ مضامین حضرت کی خدمت میں پیش کئے۔ غرض اُس وقت بھی اُنھیں مجلّہ کی صورت میں پیش کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ مگر اُس کے بعد ۲۸ر مئی ۱۹۸۴ء کو ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ ۛ فِيهِ کا مضمون مکمل ہوا۔ اُس مضمون کی تکمیل کے فوراً بعد هُدًى لِلْمُتَّقِينَ پر لکھنے کے لئے طبیعت آمادہ ہوئی۔ یہ مضمون جون ۱۹۸۴ء

میں پورا ہوا ، اور اس کے بعد ذہن میں ایک تحریک نے جنم لیا اور اُسی تحریک کے تحت میں نے یہ عزم کر لیا کہ اب قرآن کے مطالعے سے "کو مستقل عنوان بنا کر لکھتا رہوں گا اور ہر تین ماہ میں اُسے مجلّہ کی صورت میں آپکے ہاتھوں میں دوں گا۔

"قرآن کے مطالعے سے" پہلا حصہ آپ کے ہاتھوں میں ہے، خاکسار نے اُسے مرتب کرنے اور طبع کرنے میں جو عرق ریزی کی ہے اُس کے بارے میں کچھ کہنا نہیں ہے۔ اگر اس کارِ نیک اور عظیم کام کے لئے جتنی بھی محنتِ شاقہ کرنی پڑے بندہ اُس سے گریز نہیں کرے گا بلکہ اُسے اپنی خوش قسمتی سمجھے گا او دین اور دنیا کے لئے باعث فلاح و نجات تصور کرے گا

میں نے اس مجلّہ میں شامل مضامین میں جو کچھ لکھا ہے۔ وہ کوئی نئی بات نہیں چودہ سو سال پہلے کی بات جسے ہم آپ بھول چکے ہیں ، میں اُن بھولی بسری باتوں کو یاد دلانا چاہتا ہوں۔

ڈاکٹر مریض کو دوا دیتا ہے۔ مریض شیشی میں رکھی ہوئی دوا کو صرف تکتا ہے دیکھتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ شیشی میں رکھی ہوئی دوا کو دیکھتے دیکھتے وہ شفایاب ہو جائے تو یقیناً یہ اُس کی خام خیالی ہے۔ بیماری سے صحت پانے کے لئے ضروری ہے کہ مریض شیشی کی جانب ہاتھ بڑھائے اُس میں سے خوراک درخوراک وقت پر پیئے اس طرح ڈاکٹر کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے دوا کا استعمال کرتے ہوئے وہ بیماری سے چھٹکارا پا سکتا ہے ، ورنہ نہیں —!

یہی حال اُس بیمار قوم کا ہے ، جس کا نام مسلمان ہے ، صحت مند ہونے کی دوا اُن کے پاس موجود ہے مگر وہ اُسے صرف دیکھتے ہیں تکتے ہیں ، چومتے ہیں مگر ہاتھ بڑھا کر اس میں سے ایک جرعہ بھی پیتے نہیں ۔ جس دن سے وہ اُس دوا میں سے جرعہ جرعہ پینے لگ جائیں گے۔ اور جس دن یہ دوا اُن کے رگ و پے میں سرایت کر جائے گی اُس دن سے یہ قوم صحت یاب ہونے لگ جائے گی۔

" قرآن کے مطالعے سے " آپ کے ہاتھوں میں دینے کا مقصد یہی ہے۔ آپکے پاس ایک نسخہ کیمیا ہے آپ اُس نسخہ کو حریر و ریشم کے جزدانوں میں باندھ کر مت رکھئے بلکہ اُسے استعمال کیجئے۔ اُس کے ایک ایک لفظ کو سوچ سمجھ کر اس طرح گھول کر پیجئے کہ

وہ آپ کی رگ رگ میں سرایت کر جائے اور آپ شفایاب ہوں۔

قرآن ایک آئینہ ہے۔ ہم آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے خدوخال سدھارتے ہیں آپ بھی دن میں ایک بار قرآن مجید کے آئینے میں اپنا سراپا دیکھئے اور زندگی کے خدوخال سنوارنے میں لگ جائیے جہاں بگاڑ نظر آئے، اُسی وقت اُسے سدھاریئے جہاں خرابی دِکھے اُسی لمحہ اسے خوبی میں بدلنے کا ارادہ کیجئے ایک روز آپ خود بخود اپنے آپ میں نمایاں تبدیلی محسوس کریں گے۔

اِن مضامین کا مقصد کسی کی دل آزاری نہیں۔ یہ مضامین ہر مکتبۂ خیال کے فرد کو سوچنے اور سمجھنے کی دعوت دیتے ہیں اِن مضامین کا مقصد قوم کو جھنجھوڑنا ہے جو خواب خرگوش میں سوئے ہیں اُنھیں بیدار کرنا ہے۔ جو غافل ہیں، اُنھیں ہشیار کرنا ہے جنھوں نے بے راہ روی اختیار کی ہے، اُنھیں راہ راست پر لانا ہے۔ اگر ہم خود اپنے حالات کو بدلنے کا ارادہ کرلیں تو قدرت بھی حالات کو بدلنے میں ہمارا ساتھ دے گی۔ جب ہمیں ہی اپنے حالات کو بدلنے کا احساس نہ ہو تو پھر قدرت بھی ہمیں اُسی حالت پر چھوڑ دے گی ؎

خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال خود اپنی حالت کے بدلنے کا

قرآن کے مطالعے میں جو مضامین شامل ہیں، آپ اُن مضامین کو سکون دل سے یکسوئی سے پڑھیئے ایک وقت میں ایک مضمون پڑھیئے، مگر سوچ سمجھ کر پڑھیئے اور اس کے بعد اپنی زندگی کا محاسبہ کیجئے، محاسبہ کرنے کی عادت ڈالیئے، جو غلط ہے، غلط جان کر ترک کیجئے، جو صحیح ہے، اُسے درست جان کر اختیار کیجئے دیکھئے کہ آپ کی زندگی میں خود بخود ایک انقلاب رونما ہوتا ہے۔ یا نہیں۔ مگر شرط یہی ہے کہ صحیح اور غلط کو پرکھنے، جاننے اور سمجھنے کا جو میزان قرآن نے متعین کیا ہے، اُسی میزان پر غلط اور صحیح کو جانچئے، اُسی کسوٹی پر کھرے اور کھوٹے کو پرکھیئے۔ اپنا خود کا بنایا ہوا میزان خود ساختہ دستور یا سماج اور معاشرہ کا دیا ہوا قانون یا آبا و اجداد کے ٹھہرائے ہوئے اصول کو اپنا میزان یا اپنی کسوٹی مت بنائیے، اگر آپ نے ان میں سے کسی ایک پر بھی اپنے آپ کو پرکھنے کی کوشش کی تو آپ کامیاب نہیں ہوں گے کیونکہ اسلام کے معنی اطاعت کے ہیں اللہ کی اطاعت، اللہ کی فرماں برداری، اللہ کی غلامی اور اس کا راستہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں ہے، اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

تیرے رب کی قسم وہ کبھی مومن نہ ہونگے
جب تک وہ آپ کو اپنے تمام اختلافی معاملات
میں حکم تسلیم نہ کرلیں اور پھر آپ کے
فیصلے سے کوئی دِل تنگی محسوس نہ کریں اور
فیصلہ کو ٹھنڈے دِل سے تسلیم نہ کریں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی زندگی میں اسلام اور اسلامی تعلیمات پر پختگی سے عمل کرتے رہو تاکہ اللہ جل شانہٗ تمہارا خاتمہ اسلام ہی پر فرمادے، جیساکہ بعض روایات میں ہے کہ تم اپنی زندگی میں جس حالت کے پابند رہوگے، اس حالت پر تمہاری موت بھی ہوگی اور اسی حالت میں محشر میں قائم رہوگے۔

میں جانتا ہوں کہ آج کا دور مشینی دور ہے، ہاہمی اور نفسا نفسی کے اس عہد میں جہاں ہم ٹی وی اور ویڈیو دیکھنے کے لئے وقت نکالتے ہیں وہاں ہمارا فرض ہوتا ہے کہ چوبیس گھنٹوں میں سے ہم صرف نصف گھنٹہ قرآنی علم کے حصول پر صرف کریں۔

ہمارا طریقہ کار یہ ہو کہ ہم اس آدھ گھنٹے میں اپنے گھر کے افراد کو ساتھ لیکر بیٹھیں، اُنھیں قرآن میں سے صرف ایک آیت پڑھکر سنائیں۔ ساتھ میں اس کا ترجمہ پڑھکر بتائیں، اُس آیت کے تعلق سے آپ کے علم و دانش میں جو بھی بات ہو وہ اس آیت سے مربوط کرتے ہوئے بیان کریں۔ اس طرح ہر روز کا نصف گھنٹہ زندگی میں ایک عظیم انقلاب پیدا کرسکتا ہے، وقت کے دھارے کو بدل سکتا ہے حالات کو پلٹ سکتا ہے۔

اللہ جل شانہٗ قرآن حکیم میں فرماتا ہے

"بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر بڑا احسان
فرمایا اُن کے درمیان، انہی میں سے ایک رسول
بھیجا، جو اُن کے سامنے اللہ کی آیات تلاوت
کرتے ہیں اور انھیں پاک و صاف کرتے ہیں اور
انھیں اللہ کی کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتے ہیں۔"

چنانچہ پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

کو صرف قرآنِ شریف کے الفاظ ہی نہیں سکھاتے بلکہ اس کی پوری تفسیر بیان کرتے تاکہ قرآن کریم کا ایک ایک حرف ان کی زندگی کا جزء بنے اور ان کی زندگی قرآنی اعمال کی تفسیر ہو۔ یہی وجہ ہے کہ صحابۂ کرام کو ایک ایک سورہ سیکھنے میں بعض اوقات کئی کئی سال لگ جاتے تھے لہٰذا موطا امام مالکؒ کی روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے صرف سورۂ بقر یاد کرنے میں پورے آٹھ سال صرف کئے اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ آپؓ کو سورۂ بقر حفظ کرنے میں آٹھ سال لگ گئے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ سورۂ بقر کے معانی، مطالب، اُس کے فہم اور اس کی تعلیمات کو سمجھنے ذہن نشین کرنے میں آٹھ سال بیت گئے۔

اس موقع پر ایک روایت نقل کرنا خالی از دلچسپی نہیں ہوگا۔

ایک بادشاہ نے اپنے زمانے کے مشہور عالِم کو شہزادوں کا اتالیق مقرر کیا۔ استاد نے شہزادوں کو پہلا سبق دیا۔ "سچ بولو، غصّے سے پرہیز کرو۔" دوسرے شہزادوں نے یہ سبق بہت جلد یاد کر لیا، مگر سب سے بڑے شہزادے کو بہت دنوں تک یہ سبق یاد نہیں ہوا بلکہ سبق یاد نہ ہونے کی وجہ سے ایک روز استاد کی مار بھی کھائی، اس طرح ایک مہینہ گزر گیا۔ دوسرے بھائیوں نے اس ایک ماہ میں کئی سبق پڑھ ڈالے مگر سب سے بڑا شہزادہ پہلے سبق سے آگے نہ بڑھ سکا

ایک روز شہنشاہ وقت مدرسے میں آئے انھوں نے شہزادوں سے اُن کا سبق سنا دوسرے شہزادوں نے اپنے اسباق فرفر سنا دیئے جب بڑے شہزادے کی باری آئی تو استاد نے شکایت کی، "یہ بڑا نکمّا ہے۔ ایک مہینہ ہوگیا مگر اسے پہلا سبق ہی یاد نہ ہوسکا، میں حیران ہوں کہ بڑا ہو کر یہ راج پاٹ کا کام کس طرح سنبھال سکے گا"،

اس پر شہنشاہ نے شہزادے کو نصیحت کی، تعلیم کی اہمیت، افادیت بتائی شہزادہ چپ چاپ سر جھکائے باپ کی باتیں سنتا رہا۔ جب بادشاہ اپنی باتیں ختم کر چکا تو شہزادے نے نہایت ادب سے جواب دیا: "ابا جان —! سبق کا دوسرا حصّہ، غصّہ سے پرہیز کرو، مجھے یاد ہوگیا، استاد نے سبق یاد نہ ہونے کی صورت میں اُس دن مجھے کڑی سزا دی مگر مجھے بالکل غصّہ نہیں آیا۔ البتہ سبق کا پہلا حصّہ "سچ بولو" مجھے ابھی تک یاد نہیں ہوا ہے۔ کبھی کبھی منہ سے جھوٹ نکل ہی جاتا ہے۔ مجھے ابھی تک اپنی زبان اور طبیعت پر قابو حاصل نہیں ہوا ہے مگر مجھے یقین ہے کہ بہت جلد میں اس پر بھی قابو پا لوں گا اور اس طرح

سبق کا پہلا حصہ بھی یاد ہو جائے گا :"

شہزادے کے اس جواب نے استاد کو چونکا دیا۔ باپ کو حیرت میں ڈال دیا۔ اور دوسرے بھائیوں کے سر شرم سے جھک گئے۔ کیونکہ وہ سمجھ گئے کہ بڑا شہزادہ سبق کو اس طرح یاد کرتا ہے کہ اس پر عمل بھی کرتا ہے۔

تو صحابہ کرام سورتوں کو یاد کرنے میں جو عمریں صرف کرتے تھے اُس کا مطلب یہی تھا کہ وہ اُن سورتوں کے معانی اور مطالب کو سمجھ کر اُس پر عمل پیرا ہوتے اپنے کردار کو قرآنی اعمال سے سنوارتے ،سجاتے۔

آج ضرورت اسی بات کی ہے کہ قرآن حکیم کو سوچ سمجھ کر پڑھا جائے اور اُس کی تعلیمات پر عمل کیا جائے۔ اور اپنے آپ کو قرآنی تعلیمات کے سانچے میں ڈھالا جائے۔

میرے دینی بھائیو — ! اگر دل کے کسی گوشے میں میری بات اُتر جائے اور ذہن کے کسی گوشے میں میری بات بیٹھ جائے تو اسے گرہ میں باندھ لیجئے اور وہیں سے عمل شروع کر دیجئے، کیونکہ جہاں آنکھ کھلتی ہے ، وہیں سے سویرا شروع ہوتا ہے۔

میری دعاء ہے کہ اللہ جل شانہ' اس مجلّہ کے پڑھنے والوں کے لئے طلب ہدایت کی راہ کھول دے تاکہ وہ صراط مستقیم پر چل کر اللہ تبارک وتعالیٰ کی استعانت حاصل کریں اور دونوں جہانوں میں اُس کے انعام اور اکرام کے مستحق ٹھہرائے جائیں۔

آمین — !

ثم آمین — !!

فقط

آپ کا

ریاض آفندی

ہم

- اللہ تبارک وتعالیٰ کے شکر گزار ہیں کہ اس نے بحسن خوبی اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہونچانے میں ہماری استعانت فرمائی۔
- ان تمام حضرات کے شکر گزار ہیں جنھوں نے اشتہارات کے حصول میں ہمارے ساتھ تگ و دو کی۔
- ان تمام مشتہرین حضرات کے شکر گزار ہیں جنہوں نے اس مجلہ کیلئے اپنے اشتہارات دیئے۔
- ان تمام معطیوں کے شکر گزار ہیں جنھوں نے اپنے گراں قدر عطیات سے ہمارے حوصلوں کو جلا بخشی۔
- ابو خورشید صاحب اور طلوی صاحب کے شکر گزار ہیں کہ اپنی گوناگوں مصروفیت کے باوجود دونوں نے اپنے فن کتابت سے اس مجلہ کو حسن بخشا۔
- محمد اسحاق محمد عثمان انصاری صاحب اور شیخ عبد الحمید عبد الغنی صاحب اور شیخ سلیم صاحب کے شکر گزار ہیں ان حضرات نے کتابت شدہ مسودات کی تصحیح کی۔
- پریس کے شکر گزار ہیں جنھوں نے اسے زیور طبع سے آراستہ اور پیراستہ کیا۔
- آپ کے بھی شکر گزار ہیں کہ آپ نے یہ مجلہ حاصل کیا اور اب آپ اسے پڑھ رہے ہیں۔
- آخر میں ان افراد کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جنھوں نے صرف سخن ہماری اعانت کی
- اور ایک بار پھر منجملہ سب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔

آپکا "دانشکدہ" (ادارہ)

اور لوہا اتارا جس میں بڑا زور ہے اور
لوگوں کے لئے نفع ہے (سورہ الحدید آیت ۲۵)

بلاشک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف
رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

اور

قرآن حکیم

بتقریب جشن یک ہزار و چہار صد سالہ

آؤ نقشِ لا اُحِبُّ الآفلیں تازہ کریں
چشمِ ابراہیمؑ سے ذوقِ یقیں تازہ کریں

ابرِ رحمت بن کے برسیں، کائناتِ زیست پر
کشتِ اُمیدِ بشر کو ہر کہیں تازہ کریں

سرکشی نے کر دیئے دھندلے نقوشِ بندگی
آؤ سجدے میں گریں، لوحِ جبیں تازہ کریں

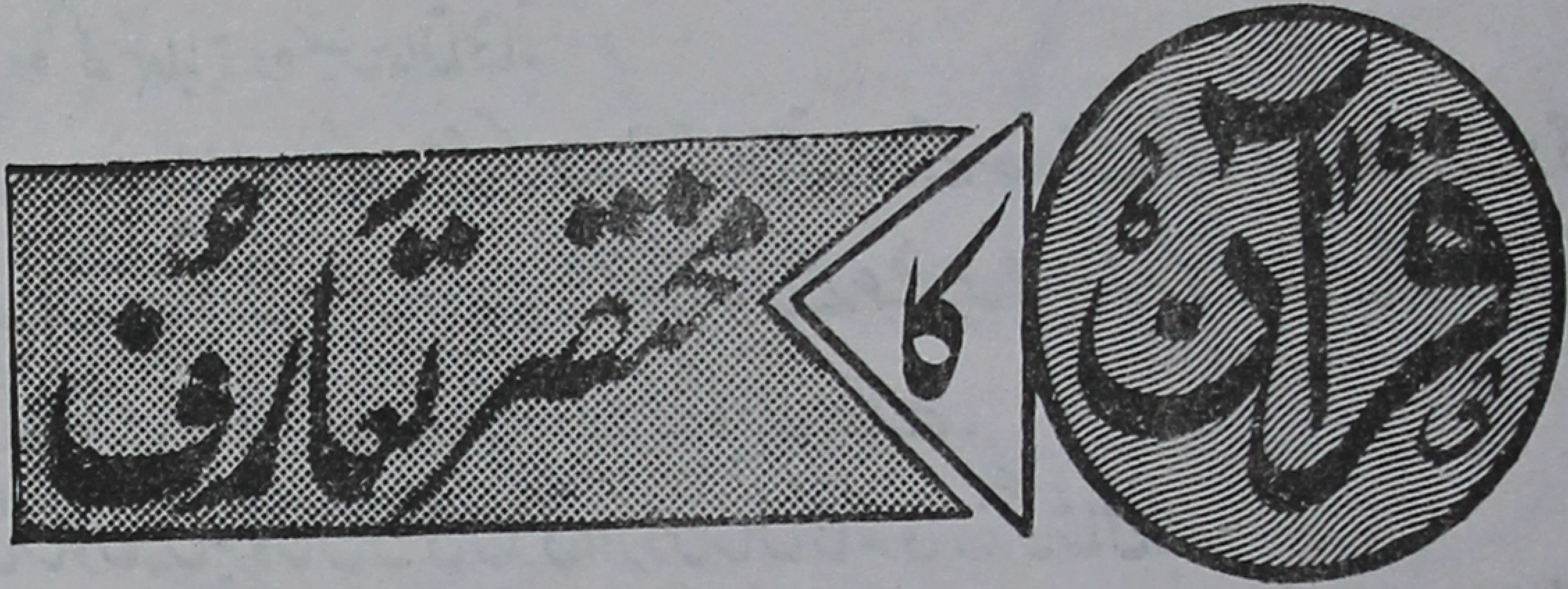
گونج اُٹھے تھے آسماں جس نعرۂ توحید سے
پھر وہی تہذیب، بالائے زمیں تازہ کریں

بھولتی جاتی ہے ملّت معنیٔ ذبحِ عظیم
آؤ پھر وہ سیرتِ عہد آفریں تازہ کریں

آؤ سینے میں بسالیں پھر مدینے کی بہار
دل میں حُبِّ رحمۃ اللعٰلمینؐ تازہ کریں

دوسروں سے کیوں کہیں قربان ہونے کو حفیظ
کیوں نہ اِس رسمِ کہن کو پھر ہمیں تازہ کریں

شاعرِ ملت ابوالاثر حفیظ جالندھری (مرحوم)



لفظ "قرآن" عربی زبان میں مصدر کی حیثیت رکھتا ہے، اس کے لغوی معنی ہیں حروف اور کلمات کو ترتیب کے ساتھ جوڑ کر زبان سے ادا کرنا۔ اس طرح قرآن کے لغوی معنی پڑھنے کے ہوئے۔

حکمتِ الٰہی نے اپنے اس آسمانی صحیفے کو قرآن اس لئے کہا کہ اس عالم الغیب کو یہ بات معلوم تھی کہ جس وقت یہ کتاب نازل ہوگی، اس وقت سے ابد تک دنیا کے ہر گوشے میں یہ کتاب پڑھی جائے گی، اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ ساڑھے چودہ سو سال سے اللہ تعالےٰ کا یہ کلام دنیا جہان کے ہر گوشے میں ہمہ وقت پڑھا جاتا ہے۔ اور پڑھا جاتا رہے گا۔

اصطلاحی معنوں میں قرآن سے وہ الہامی کتاب مراد ہے جو اللہ جل شانہٗ کی طرف سے حضرت محمد مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور آپؐ کے ذریعے، آپؐ کے توسط سے دنیا کے سامنے پیش کی گئی۔

وحی کے ذریعے جو آیتیں پہلے نازل ہوئیں، وہ سورۂ علق کی ابتدائی پانچ آیتیں تھیں۔

اعلانِ نبوت سے پہلے حضرت محمد مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے تین میل دُور شارع عرفات پر جبل النور کی کی بلندیوں میں غارِ حرا کے اندر بیٹھ کر غور و فکر کرتے۔ اس غار کی لمبائی ۱۲ فٹ، چوڑائی چھ فٹ اور اونچائی بھی لگ بھگ چھ فٹ ہے۔

ایک روز آپؐ حسب معمول تفکر اور تدبر میں کھوئے بیٹھے تھے کہ اچانک حضرت جبرئیلؑ آئے اور کہا:

"اقرأ .... اقرأ ......"

یعنی پڑھ .... پڑھ ....

جبرئیلؑ کے اس حکم پر آپؐ نے جواب دیا: "میں پڑھنا نہیں جانتا۔"

اس پر فرشتہ آپؐ کے بالکل قریب آیا اور تین مرتبہ آپؐ کو سینے سے لگا کر اتنی زور سے بھینچا گویا وہ اپنا علم آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے سینے میں منتقل کر رہا ہو اور اس کے بعد جیسے دل و دماغ اور زبان کے سارے قفل کھل گئے اور اللہ کا برگزیدہ بندہ پڑھنے لگا۔

- پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔
- انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔
- پڑھ اور تیرا رب عزت والا ہے۔

جس نے قلم کے ذریعے سکھایا۔
"انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔"
پہلی وحی اس وقت نازل ہوئی جب آپؐ کی عمر چالیس ۴۰ سال تھی۔ اس کے بعد وقتاً فوقتاً حسب ضرورت وحی کے ذریعے رشد وہدایت کے لئے قرآن نازل ہوتا رہا، اس طرح تئیس ۲۳ سال کے عرصے میں قرآن کریم کا نزول پورا ہوا۔ قرآن کریم کے تدریجی نزول کا پورا زمانہ تقریباً بائیس ۲۲ سال، پانچ ماہ اور چودہ ۱۴ دن ہوتا ہے۔
ان تئیس ۲۳ سالوں میں تیرہ سال کی مکی زندگی اور دس سال کی مدنی زندگی شامل ہے۔
آخری وحی اس وقت نازل ہوئی جب آپؐ عرفات کے میدان میں آخری خطبہ دے رہے تھے۔ آپؐ نے لوگوں سے پوچھا،
"لوگو ــــــ! قیامت کے دن تم سے میری بابت بھی دریافت کیا جائے گا۔ ذرا بتاؤ کہ تم کیا جواب دوگے؟"
سبھوں نے ایک آواز سے کہا:
"ہم اس کی شہادت دیتے ہیں کہ آپؐ نے اللہ کے احکام ہم تک پہنچائے، آپؐ نے رسالت اور نبوت کا حق ادا کر دیا آپؐ نے ہم کو کھوٹے اور کھرے کی بابت اچھی طرح بتا دیا۔"
اس وقت نبیؐ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشتِ شہادت کو اٹھایا۔ آپؐ آسمان کی طرف انگلی کو اٹھاتے اور پھر لوگوں کی طرف جھکاتے اور فرماتے "اے خدا سن لے۔ اے خدا گواہ رہ، اے اللہ! شاہد رہ۔ یہ سب کیا اقرار کر رہے ہیں۔"
اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ فرمایا:
"آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور میں نے تمہارے لئے اسلام کا دین ہونا پسند فرمایا۔"
یہ آخری وحی تھی اور اس کے بعد وحی کا سلسلہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے منقطع ہو گیا۔
اس طرح لگ بھگ تئیس ۲۳ سال میں قرآن مجید مکمل ہوا، اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

آخری وحی	کُل تعدادِ کلمات
وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ إِلَى اللهِ ۝ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۝	چھیاسی ہزار چار سو تیس ۸۶۴۳۰
	کُل تعدادِ حروف
	تین لاکھ تئیس ہزار چھ سو ساٹھ ۳۲۳۷۶۰

قرآن
کی کل مدتِ نزول
تقریباً
۲۲ سال ۵ ماہ

پارے	۳۰
منزلیں	۷
سورتیں	۱۱۴
رکوع	۵۴۰
کل آیات	۶۶۶۶

منازل کی تقسیم

۱	سورۂ فاتحہ	تا	سورۂ نساء
۲	سورۂ مائدہ	تا	سورۂ توبہ
۳	سورۂ یونس	تا	سورۂ نحل
۴	سورۂ بنی اسرائیل	تا	سورۂ فرقان
۵	سورۂ شعراء	تا	سورۂ یٰسٓ
۶	سورۂ والصّٰفّٰت	تا	سورۂ حجرات
۷	سورۂ قٓ	تا	سورۂ النّاس

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی ترتیب سے قرآنِ کریم کی تلاوت فرماتے۔

اقسامِ آیات

آیاتِ وعدہ	۱۰۰۰
آیاتِ وعید	۱۰۰۰
آیاتِ نہی	۱۰۰۰
آیاتِ امر	۱۰۰۰
آیاتِ مثال	۱۰۰۰
آیاتِ قصص	۱۰۰۰
آیاتِ تحلیل	۲۵۰
آیاتِ تحریم	۲۵۰
آیاتِ تسبیح	۱۰۰
آیاتِ متفرقہ	۶۶

تفصیلِ حروفِ قرآنی

ا	۴۸۸۷۲	ب	۱۱۴۲۸	ت	۱۱۹۹
ث	۱۲۷۶	ج	۳۲۷۳	ح	۹۷۳۷
خ	۲۴۱۶	د	۵۶۰۲	ذ	۴۶۷۷
ر	۱۱۷۹۳	ز	۱۵۹۰	س	۵۹۹۱
ش	۲۱۱۵	ص	۲۰۱۲	ض	۱۳۰۷

ط	۱۲۷۷	ظ	۸۴۲	ع	۹۲۲۰
غ	۲۲۰۸	ف	۸۴۹۹	ق	۶۸۱۳
ک	۹۵۰۰	ل	۳۴۳۲	م	۳۶۵۳۵
ن	۴۰۱۹۰	و	۲۵۵۳۶	ہ	۱۹۰۷
لا	۳۷۲۰			ی	۴۵۹۱۹

کل حرکاتِ (اعراب)

۱	فتحات	(زبر)	ـــَـــ	۵۳۲۲۳
۲	کسرات	(زیر)	ـــِـــ	۳۹۵۸۲
۳	ضمّات	(پیش)	ـــُـــ	۸۸۰۴
۴	مدّات		ـــٓـــ	۱۷۷۱
۵	تشدید	(شدّ)	ـــّـــ	۱۲۷۴
۶	نقاط	نقطے		۱۰۵۶۸۴

قرآن کی سورتیں کس ترتیب سے نازل ہوئیں — ؟

ترتیب نزول سورۃ	نام سورۃ	موجودہ ترتیب	کس پارے میں ہے	رکوعات	آیات	مکی / مدنی	منزل	سجدہ
۱	سورۂ علق	۹۶	۳۰	۱	۱۹	مکّی	۷	سجدہ ۱۴
۲	سورۂ قلم	۶۸	۲۹	۲	۵۲	〃	۷	—
۳	سورۂ مزمّل	۷۳	۲۹	۲	۲۰	〃	۷	—
۴	سورۂ مدّثر	۷۴	۲۹	۲	۵۶	〃	۷	—
۵	سورۂ فاتحہ	۱	۱	۱	۷	〃	۱	—
۶	سورۂ لہب	۱۱۱	۳۰	۱	۵	〃	۷	—
۷	سورۂ تکویر	۸۱	۳۰	۱	۲۹	〃	۷	—

ترتیب نزول سورۃ	نام سورۃ	موجودہ ترتیب	کس پارے میں ہے	رکوعات	آیات	مکی/مدنی	منزل	سجدہ
۸	سورۂ اعلیٰ	۸۷	۳۰	۱	۱۹	مکی	۷	—
۹	سورۂ لیل	۹۲	۳۰	۱	۲۱	"	۷	—
۱۰	سورۂ فجر	۸۹	۳۰	۱	۳۰	"	۷	—
۱۱	سورۂ ضحیٰ	۹۳	۳۰	۱	۱۱	"	۷	—
۱۲	سورۂ الم نشرح	۹۴	۳۰	۱	۸	"	۷	—
۱۳	سورۂ عصر	۱۰۳	۳۰	۱	۳	"	۷	—
۱۴	سورۂ عادیات	۱۰۰	۳۰	۱	۱۱	"	۷	—
۱۵	سورۂ کوثر	۱۰۸	۳۰	۱	۳	"	۷	—
۱۶	سورۂ تکاثر	۱۰۲	۳۰	۱	۸	"	۷	—
۱۷	سورۂ ماعون	۱۰۷	۳۰	۱	۷	"	۷	—
۱۸	سورۂ کافرون	۱۰۹	۳۰	۱	۶	"	۷	—
۱۹	سورۂ فیل	۱۰۵	۳۰	۱	۵	"	۷	—
۲۰	سورۂ فلق	۱۱۳	۳۰	۱	۵	"	۷	—
۲۱	سورۂ ناس	۱۱۴	۳۰	۱	۶	"	۷	—
۲۲	سورۂ اخلاص	۱۱۲	۳۰	۱	۴	"	۷	—
۲۳	سورۂ نجم	۵۳	۲۷	۳	۶۲	"	۷	—
۲۴	سورۂ عبس	۸۰	۳۰	۱	۴۲	"	۷	—
۲۵	سورۂ قدر	۹۷	۳۰	۱	۵	"	۷	—
۲۶	سورۂ شمس	۹۱	۳۰	۱	۱۵	"	۷	—
۲۷	سورۂ بروج	۸۵	۳۰	۱	۲۲	"	۷	—
۲۸	سورۂ تین	۹۵	۳۰	۱	۸	"	۷	—
۲۹	سورۂ قریش	۱۰۶	۳۰	۱	۴	"	۷	—
۳۰	سورۂ قارعہ	۱۰۱	۳۰	۱	۱۱	"	۷	—

ترتیب نزول سورۃ	نام سورہ	موجودہ ترتیب	کس پارے میں ہیں	رکوعات	آیات	مکی / مدنی	منزل	سجدہ
۳۱	سورۂ قیامہ	۷۵	۲۹	۲	۴۰	مکی	۷	—
۳۲	سورۂ ہمزہ	۱۰۴	۳۰	۱	۹	〃	۷	—
۳۳	سورۂ مرسلات	۷۷	۲۹	۲	۵۰	〃	۷	—
۳۴	سورۂ قٓ	۵۰	۲۶	۳	۴۵	〃	۷	—
۳۵	سورۂ بلد	۹۰	۳۰	۱	۲۰	〃	۷	—
۳۶	سورۂ طارق	۸۶	۳۰	۱	۱۷	〃	۷	—
۳۷	سورۂ قمر	۵۴	۲۷	۳	۵۵	〃	۷	—
۳۸	سورۂ صٓ	۳۸	۲۳	۵	۸۸	〃	۶	سجدہ نمبر ۱۰
۳۹	سورۂ اعراف	۷	۸-۹	۲۴	۲۰۶	〃	۲	سجدہ نمبر ۱
۴۰	سورۂ جن	۷۲	۲۹	۲	۲۸	〃	۷	—
۴۱	سورۂ یسٓ	۳۶	۲۲-۲۳	۵	۸۳	〃	۵	—
۴۲	سورۂ فرقان	۲۵	۱۸-۱۹	۶	۷۷	〃	۴	سجدہ نمبر ۷
۴۳	سورۂ فاطر	۳۵	۲۲	۵	۴۵	〃	۵	—
۴۴	سورۂ مریم	۱۹	۱۶	۶	۹۸	〃	۴	سجدہ نمبر ۵
۴۵	سورۂ طٰہٰ	۲۰	۱۶	۸	۱۳۵	〃	۴	—
۴۶	سورۂ واقعہ	۵۶	۲۷	۳	۹۶	〃	۷	—
۴۷	سورۂ شعراء	۲۶	۱۹	۱۱	۲۲۷	〃	۵	—
۴۸	سورۂ نمل	۲۷	۱۹-۲۰	۷	۹۳	〃	۵	سجدہ نمبر ۸
۴۹	سورۂ قصص	۲۸	۲۰	۹	۸۸	〃	۵	—
۵۰	سورۂ بنی اسرائیل	۱۷	۱۵	۱۲	۱۱۱	〃	۴	سجدہ نمبر ۴
۵۱	سورۂ یونس	۱۰	۱۱	۱۱	۱۰۹	〃	۳	—
۵۲	سورۂ ہود	۱۱	۱۱-۱۲	۱۰	۱۲۳	〃	۳	—
۵۳	سورۂ یوسف	۱۲	۱۲-۱۳	۱۲	۱۱۱	〃	۳	—

ترتیب نزول سورۃ	نام سورۃ	موجودہ ترتیب	کس پارے میں ہیں	رکوعات	آیات	مکی / مدنی	منزل	سجدہ
۵۴	سورۂ حجر	۱۵	۱۴	۶	۹۹	مکی	۳	—
۵۵	سورۂ انعام	۶	۸-۷	۲۰	۱۶۵	"	۲	—
۵۶	سورۂ صافات	۳۷	۲۳	۵	۱۸۲	"	۶	—
۵۷	سورۂ لقمان	۳۱	۲۱	۴	۳۴	"	۵	—
۵۸	سورۂ سبا	۳۴	۲۲	۶	۵۴	"	۵	—
۵۹	سورۂ زمر	۳۹	۲۳-۲۴	۸	۷۵	"	۶	—
۶۰	سورۂ مومن	۴۰	۲۴	۹	۸۵	"	۶	—
۶۱	سورۂ حٰم سجدہ	۴۱	۲۴-۲۵	۶	۵۴	"	۶	سجدہ نمبر ۱۱
۶۲	سورۂ شوریٰ	۴۲	۲۵	۵	۵۳	"	۶	—
۶۳	سورۂ زخرف	۴۳	۲۵	۷	۸۹	"	۶	—
۶۴	سورۂ دخان	۴۴	۲۵	۳	۵۹	"	۶	—
۶۵	سورۂ جاثیہ	۴۵	۲۵	۴	۳۷	"	۶	—
۶۶	سورۂ احقاف	۴۶	۲۶	۴	۳۵	"	۶	—
۶۷	سورۂ ذاریات	۵۱	۲۶-۲۷	۳	۶۰	"	۷	—
۶۸	سورۂ غاشیہ	۸۸	۳۰	۱	۲۶	"	۷	—
۶۹	سورۂ کہف	۱۸	۱۵-۱۶	۱۲	۱۱۰	"	۴	—
۷۰	سورۂ نحل	۱۶	۱۴	۱۶	۱۲۸	"	۳	سجدہ نمبر ۳
۷۱	سورۂ نوح	۷۱	۲۹	۲	۲۸	"	۷	—
۷۲	سورۂ ابراہیم	۱۴	۱۳	۷	۵۲	"	۳	—
۷۳	سورۂ انبیاء	۲۱	۱۷	۷	۱۱۲	"	۴	—
۷۴	سورۂ مومنون	۲۳	۱۸	۶	۱۱۸	"	۴	—
۷۵	سورۂ سجدہ	۳۲	۲۱	۳	۳۰	"	۵	سجدہ نمبر ۹
۷۶	سورۂ طور	۵۲	۲۷	۲	۴۹	"	۷	—

ترتیب نزول سورۃ	نام سورۃ	موجودہ ترتیب	کس پارے میں ہیں	رکوعات	آیات	مکی / مدنی	منزل	سجدہ
۷۷	سورۂ ملک	۶۷	۲۹	۲	۳۰	مکی	۷	—
۷۸	سورۂ حاقہ	۶۹	۲۹	۲	۵۲	"	۷	—
۷۹	سورۂ معارج	۷۰	۲۹	۲	۴۴	"	۷	—
۸۰	سورۂ نبا	۷۸	۳۰	۲	۴۰	"	۷	—
۸۱	سورۂ نازعات	۷۹	۳۰	۲	۴۶	"	۷	—
۸۲	سورۂ انفطار	۸۲	۳۰	۱	۱۹	"	۷	—
۸۳	سورۂ انشقاق	۸۴	۳۰	۱	۲۵	"	۷	سجدہ نمبر ۱۳
۸۴	سورۂ روم	۳۰	۲۱	۶	۶۰	"	۵	—
۸۵	سورۂ عنکبوت	۲۹	۲۰-۲۱	۷	۶۹	"	۵	—
۸۶	سورۂ مطففین	۸۳	۳۰	۱	۳۶	"	۷	—
۸۷	سورہ بقر	۲	۱-۲-۳	۴۰	۲۸۶	مدنی	۱	—
۸۸	سورۂ انفال	۸	۹-۱۰	۱۰	۷۵	"	۲	—
۸۹	سورۂ آل عمران	۳	۳-۴	۲۰	۲۰۰	"	۱	—
۹۰	سورۂ احزاب	۳۳	۲۱-۲۲	۹	۷۳	"	۵	—
۹۱	سورۂ الممتحنہ	۶۰	۲۸	۲	۱۳	"	۷	—
۹۲	سورہ النساء	۴	۴-۵-۶	۲۴	۱۷۶	"	۲	—
۹۳	سورۂ زلزال	۹۹	۳۰	۱	۸	"	۷	—
۹۴	سورۂ حدید	۵۷	۲۷	۴	۲۹	"	۷	—
۹۵	سورۂ محمدؐ	۴۷	۲۶	۴	۳۸	"	۶	—
۹۶	سورۂ رعد	۱۳	۱۳	۶	۴۳	مکی	۳	سجدہ نمبر ۲
۹۷	سورہ رحمٰن	۵۵	۲۷	۳	۷۸	مدنی	۷	—
۹۸	سورۂ دہر	۷۶	۲۹	۲	۳۱	"	۷	—
۹۹	سورۂ طلاق	۶۵	۲۸	۲	۱۲	"	۷	—

ترتیب نزول سورۃ	نام سورۃ	موجودہ ترتیب	کس پارے میں ہیں	رکوعات	آیات	مکی/مدنی	منزل	سجدہ
۱۰۰	سورۂ بیّنہ	۹۸	۳۰	۱	۸	مدنی	۷	—
۱۰۱	سورہ حشر	۵۹	۲۸	۳	۲۴	〃	۷	—
۱۰۲	سورۂ نور	۲۴	۱۸	۹	۶۴	〃	۴	—
۱۰۳	سورۂ حج	۲۲	۱۷	۱۰	۷۸	〃	۴	سجدہ ۶
۱۰۴	سورہ منافقون	۶۳	۲۸	۲	۱۱	〃	۷	—
۱۰۵	سورۂ مجادلہ	۵۸	۲۸	۳	۲۲	〃	۷	—
۱۰۶	سورہ حجرات	۴۹	۲۶	۲	۱۸	〃	۶	—
۱۰۷	سورۂ تحریم	۶۶	۲۸	۲	۱۲	〃	۷	—
۱۰۸	سورۂ تغابن	۶۴	۲۸	۲	۱۸	〃	۷	—
۱۰۹	سورہ صف	۶۱	۲۸	۲	۱۴	〃	۷	—
۱۱۰	سورہ جمعہ	۶۲	۲۸	۲	۱۱	〃	۷	—
۱۱۱	سورہ فتح	۴۸	۲۶	۴	۲۹	〃	۶	—
۱۱۲	سورۂ مائدہ	۵	۶-۷	۱۶	۱۲۰	〃	۲	—
۱۱۳	سورۂ توبہ	۹	۱۰-۱۱	۱۶	۱۲۹	〃	۲	—
۱۱۴	سورۂ نصر	۱۱۰	۳۰	۱	۳	〃	۷	---

اَللّٰہ تعالیٰ نے جن آیتوں میں اپنی نعمتوں کا ذکر کیا ہے، ان کی تلاوت کرتے ہوئے اللّٰہ جلّ شانہٗ کا شکر ادا کرنا چاہیئے اور رات کو سوتے وقت اپنی زندگی کا جائزہ لینا چاہیئے کہ قرآن کریم نے اخلاق و نیکوکاری کا جو معیار پیش کیا ہے اس معیار سے ہماری اپنی زندگی کس کس جزئیہ اور مرحلے میں مطابقت نہیں کرتی۔ اس جائزے اور احتساب کے بعد پوری پوری جدوجہد کرنی چاہیئے کہ ہماری زندگی میں قرآنی اخلاق زیادہ سے زیادہ جھلکنے لگیں۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہ



قرآن نے ایک لفظ "رحمٰن" دیا۔ قریش نے اللہ اور معبود کیلئے یہ لفظ سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک ہی سے سنا۔ صفتِ رحمٰن کے مقابل شیطان کے کردار کو پیش کیا گیا، اور یہ کردار وہ آئینہ تھا جس میں اکابرین قریش کا سراپا ہو بہو نظر آ رہا تھا۔ اس تقابل پر سردارانِ قریش بہت بگڑتے تھے۔ انھوں نے صاف صاف انکار کر دیا کہ ہم معبودِ برحق کے لئے "رحمٰن" کی اصطلاح کو قبول نہیں کرتے، چنانچہ صلح حدیبیہ کے وقت جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدۂ صلح کے آغاز میں "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" لکھوایا تو قریش کے نمائندے نے کہا: صرف "بِاسْمِ اَللّٰھُمَّ" لکھو، ہم رحمٰن اور رحیم کو نہیں مانتے۔ اس رحمٰن کے لفظ پر قریش نے یہ پروپیگنڈا کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خدا رحمٰن نامی ایک شخص ہے جو فلاں قبیلے کا غلام ہے۔ وہی ان کو سکھاتا اور پڑھاتا ہے۔ مگر وہ اس دعوے کو ثابت کرنے میں ناکام رہے۔ اُدھر مسلمانوں نے یہ اہتمام کیا کہ اپنا ہر کام "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" ہی سے شروع کرتے اور ہر کام کے ختم پر الحمدللہ ضرور کہتے۔ یہ تمام دعائیہ اور حمدیہ کلمات آغازِ کار پر بسم اللہ، شکر کے لئے الحمدللہ، تحسین و تعریف کے لئے ماشاء اللہ، تعجب اور حیرت کیلئے سبحان اللہ، نفرت اور بیزاری کے لئے اعوذ باللہ، ارادے اور وعدے کیلئے ان شاء اللہ مسلم معاشرے کا شعار ہیں۔ مکّہ اور مدینہ میں اسلام اور جاہلیت کی سرد جنگ کے دوران، ان کلمات کا جو تحریکی اثر تھا، آج ہم اسے محسوس نہیں کر پائے۔ وہ تحریکی شعور اور جذبہ ہی نہ رہا تو اس کے تمام علائم اور شعائر بے جان مذہبی رسومات بن کر رہ گئے مگر اس وقت یہ کلمے اگر ایک جانب اسلامی اور جاہلی تہذیب کے فرق کو اجاگر کرتے تھے اور اغیار کو ذہنی طور پر مرعوب کرتے تھے تو دوسری جانب مسلم معاشرے کو اپنے مقصودِ حیات سے جذباتی طور پر وابستہ رکھتے تھے۔ اٹھتے بیٹھتے، کھاتے پیتے، چلتے پھرتے ان کا یہ احساس تازہ ہوتا رہتا تھا کہ اللہ رب العالمین ہی ہمارا مقصدِ حیات ہے۔ ہمارا جینا اور ہمارا مرنا صرف اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔

◎ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جہنم کے انیس۱۹ داروغوں سے جو بچنا چاہے وہ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھے، اس کے بھی انیس۱۹ حروف ہیں۔ ہر حرف ہر فرشتے سے بچاؤ کا موجب بن جائے گا۔

◎ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وذریاتہ واہل بیتہ وامتہ کے آفاقی معجزے القرآن کی کلید یا بنیاد اس کی پہلی آیت میں پوشیدہ ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کا نام لیکر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اس آیت میں اُنیس حروف ہیں:

ن	م	ح	ر	ل	ا	ہ	ل	ل	ا	م	س	ب
۱۳	۱۲	۱۱	۱۰	۹	۸	۷	۶	۵	۴	۳	۲	۱

م	ی	ح	ر	ل	ا
۱۹	۱۸	۱۷	۱۶	۱۵	۱۴

اور چار لفظ ہیں:

الرحیم	الرحمن	اللہ	اسم
۴	۳	۲	۱

اس آیت کا ہر لفظ جتنی دفعہ قرآن مجید میں آیا ہے وہ انیس سے تقسیم ہوتا ہے اس کا پہلا لفظ اسم ہے، یہ پورے قرآن مجید میں ۱۹ بار آیا ہے دوسرا لفظ اللہ ہے، یہ پورے کلام اللہ میں دو ہزار چھ سو اٹھانوے بار آیا ہے۔ ۲۶۹۸ انیس۱۹ سے پورا پورا تقسیم ہوتا ہے، تیسرا لفظ رحمٰن ہے۔ یہ لفظ قرآن مجید میں ستاون دفعہ آیا ہے۔ یہ عدد بھی انیس۱۹ سے پورا پورا تقسیم ہوتا ہے۔ چوتھا لفظ الرحیم ہے یہ لفظ قرآن شریف میں ایک سو چودہ بار آیا ہے۔ یہ بھی انیس سے پورا پورا تقسیم ہوتا ہے

قرآن مجید میں ایک سو چودہ۱۱۴ سورتیں ہیں اور ہر سورہ کے ساتھ بسم اللہ الخ کی آیت آتی ہے گویا یہ بھی ۱۱۴ بار آئی ہے۔ دونوں اعداد کا حاصل جمع ۲۲۸ ہے جو انیس۱۹ سے پورا پورا تقسیم ہوتا ہے۔

اس تفصیل کا مقصد یہ نہیں ہے کہ ہم انیس۱۹ کے ہندسے کو مقدس مانیں اور اس سے نیک شگون حاصل کریں، بلکہ یہ تفصیل قرآن حکیم کا ایک اعجاز ہے جو اللہ جل شانہٗ کی قدرت کاملہ کا اظہار کر کے بندے کے عجز وانکسار پر دلالت کرتا ہے۔

سرور کائنات فخر موجودات احمد مجتبیٰ، محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:۔

○ ہر کام شروع کرتے وقت پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھو، کیوں کہ جس نیک اور اچھے کام کے آغاز سے پہلے بسم اللہ پڑھی جاتی ہے، وہ کام رد نہیں ہوتا، اسی طرح جس دعا سے پہلے بسم اللہ .... الخ پڑھی جاتی ہے وہ دعا رد نہیں ہوتی

○ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرآن کی آیت ہے،

○ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے قرآن کریم کو زینت بخشی، کیونکہ یہ آیت ہر سورہ سے پہلے لکھی اور پڑھی جاتی ہے۔

○ جو شخص دوزخ سے نجات چاہتا ہے وہ اکثر بسم اللہ شریف پڑھا کرے۔

○ گھر سے نکلتے وقت یا سفر پر جاتے وقت یہ پڑھا کرو:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بسم اللہ توکلت علی اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ

اللہ تبارک وتعالیٰ اس اسم کی برکت سے شیطان کے ہر شر سے اور ہر نقصان سے بچائے گا۔

○ جب گھر میں داخل ہو تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ سورۂ اخلاص (قل ھو اللہ احد) پڑھو، اللہ غنی کردے گا۔

○ تذکرۃ اولیاء میں حضرت بشر حافیؒ کے ذکر میں لکھا ہے کہ آپؒ بلانوش تھے اور دن رات نشے میں چور رہتے۔ ایک روز آپ نے ایک کاغذ کا ٹکڑا گندگی میں پڑا پایا اس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا تھا آپؒ نے اسے اٹھایا، اسے پاک صاف کیا اس پر خوشبو لگائی اور اسے محفوظ جگہ رکھ دیا۔ اسی رات خواب میں ایک بزرگ کو دیکھا۔ وہ وکیلان قضا وقدر سے کہہ رہے تھے کہ جاؤ اور رند مشرب سے جا کر کہو کہ تو نے ہمارے نام کی عزت کی ہے، ہم تجھے بزرگی بخشتے ہیں قضا و قدر کے فرشتے حضرت بشر حافیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خوشی کا پیغام سنایا۔ بس دوسرے روز سے آپ کی زندگی میں ایک عظیم انقلاب رونما ہوا، آپؒ تائب ہوئے درجۂ ولایت کو پہنچے اور اپنے وقت کے قطب ابدال بنے۔

○ وضو کرتے وقت پہلے بسم اللہ پڑھو، مغفرت ہوگی۔

○ کھانا کھاتے وقت، کوئی چیز لیتے وقت، اٹھاتے وقت، پڑھتے وقت لکھتے وقت غرض ہر کام کی ابتداء بسم اللہ شریف سے کرو انشاء اللہ برکت ہی برکت ہوگی۔

اللہ جلّ شانہٗ قرآن حکیم میں فرماتا ہے

اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑو دین میں تفرقہ مت ڈالو

کیونکہ

ہم موحد ہیں، ہمارا کیش ہے ترکِ رُسوم
ملتیں جب مٹ گئیں اجزائے ایماں ہو گئیں
(غالب)

اِس لئے مسلمانو ــــ!

متّحد ہو جاؤ،

کیونکہ

اِتّحاد زِندگی ہے

اور تفرقہ مَوت !!!



ایس۔ ڈی۔ مستری

۲۳ کوئینز روڈ، چرنی روڈ ریلوے اسٹیشن کے سامنے بمبئی ۴۰۰۰۰۴

ٹیلی فون رابطہ: دفتر ۳۵۵۰۶۶، رہائش: ۲۵۸۸۳۰

والد مرحوم حاجی طیّب ابن محبّت

کی یاد میں

اللہ جلّ شانہٗ، انھیں جنت الفردوس میں اعلیٰ درجات سے نوازے

اور

حوضِ کوثر سے سیراب کرے (آمین)

منجانب

اصغر طیب

۱۸۵ طیّب منزل، تیسرا منزلہ
ایل۔ بی۔ شاستری مارگ
کرلا، بمبئی ۔ ۴۰۰۰۷۰

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے

یہ آیت مسلمانوں کے لئے کسی تعارف کی محتاج نہیں، ایک مسلمان اپنے ہر نیک کام کی شروعات بسم اللہ الرحمن الرحیم سے کرتا ہے، کیونکہ پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو کام بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم اللہ تبارک وتعالیٰ سے جو نہایت رحم والا ہے اور بہت ہی رحم دل ہے اپنا ہر کام شروع کرنے سے پہلے دعا مانگتے ہیں کہ اے اللہ ــ! تو ہمیں اس کام میں برکت عطا فرما، اس کے اختیار کرنے میں اگر ہم سے کوئی غلطی ہوگئی ہو تو اس کے وبال سے ہم کو محفوظ رکھ، اس کو نباہنے اور پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی ہم میں قوت عطا فرما، شیطان کی چالوں اور فریبوں سے ہمیں اپنے امان میں رکھ، اس کام کو جس کو ہم تیرے نام سے شروع کرتے ہیں اس دنیا میں بھی ہمارے لئے نافع اور بابرکت بنا اور آخرت میں بھی اس کام کو ہمارے لئے رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ بنا۔

اس آیت شریفہ میں اسمائے حسنیٰ میں سے تین اسماءؔ اس ترتیب سے آئے ہیں۔

(۱) اللہ (۲) رَحْمٰن (۳) رَحِیْم۔ قرآن مجید فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام بڑے عمدہ ہیں، لہٰذا تم اللہ جل شانہ، کو اُن ناموں سے پکارو۔

ہم اپنا ہر نیک اور اچھا کام شروع کرنے سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ کو اُس کی صفات کے اعتبار سے تین مختلف ناموں سے پکارتے ہیں، اللہ، رَحْمٰن اور رَحِیْم،

اس آیت میں یہ تین نام جس ترتیب سے آئے ہیں اُن کی شان نزول پر غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ خالق دوجہاں کو ابتداء میں اللہ ہی کے نام سے یاد کرنا افضل ہے، کیوں کہ یہ ایک مکمل لفظ ہے، خدا کی تمام صفات اس ایک نام سے منسوب ہیں۔ یہ اسم مبارک تمام صفات الٰہیہ کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے، کوئی صفت اس سے خارج نہیں، اس کے علاوہ خداوند کریم کا کوئی ایسا نام نہیں جو تمام صفات پر دلالت کرتا ہو۔ بلکہ بقیہ اسماء صفات خداوندی میں سے صرف ایک ایک صفت کا اظہار کرتے ہیں، مثلاً رَحْمٰن سے، رَحمت کا اظہار ہوتا ہے، رزّاق سے رزاقیت کی صفت ظاہر ہوتی ہے اور رَبّ سے ربوبیت ثابت ہوتی ہے۔ لیکن اظہار ربوبیت کے لئے رحمٰن کا اسم استعمال نہیں ہوتا، اسی طرح رزاقیت کے لئے رَبّ کے نام کا استعمال ممکن نہیں، لیکن لفظ اللہ کا اطلاق رزاقیت، رحمت اور

ربوبیت سب پر ہوتا ہے۔ اس لئے کہ یہ تمام اُس کے معانی میں شامل ہیں اور اس سے جدا نہیں۔ دوسرے یہ کہ اسماء الحسنیٰ کے تمام نام اللہ کی صفات سے وابستہ ہیں، لیکن اللہ کسی اسم کی صفت نہیں۔ مثلاً یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ اللہ رزاق الرازقین ہے، اللہ رب العالمین ہے، اللہ مالک یوم الدین ہے یا اللہ علیم ہے، بصیر ہے، خبیر ہے، حکیم ہے مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ رزاق الرازقین اللہ ہے، رب العالمین اللہ ہے، علیم اللہ ہے، حکیم اللہ ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں:

"قرآن نے یہ لفظ محض اس لئے اختیار کیا کہ لغت کی مطابقت کا مقتضا یہی تھا، یا اس سے بھی زیادہ کوئی معنوی موزونیت اس میں پوشیدہ ہے؟ جب ہم اس لفظ کی معنوی دلالت پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے۔ اس غرض کے لئے سب سے زیادہ موزوں لفظ یہی تھا"

آگے چل کر مولانا ابوالکلام آزاد نے لکھا ہے۔

"نزول قرآن سے پہلے عربی میں اللہ کا لفظ خدا کے لئے بطور اسم ذات استعمال ہوتا تھا۔ جیسا کہ شعرائے جاہلیت کے کلام سے ظاہر ہے یعنی خدا کی تمام صفتیں اُس کی طرف منسوب کی جاتی تھیں۔ یہ کسی خاص صفت کے لئے نہیں بولا جاتا تھا قرآن نے بھی یہی لفظ بطور اسم ذات اختیار کیا اور تمام صفتوں کو اس کی طرف نسبت دی"

اللہ اور **اِلٰہ** اصل میں الوہیت سے مشتق ہیں، جس کے معنی عبادت کے ہیں اور یہ دونوں الفاظ معبود کے معنی میں مستعمل ہیں۔ اگرچہ لغوی لحاظ سے یہ دونوں ہم معنی ہیں لیکن عرفی اور اصطلاحی لحاظ سے ان میں یہ فرق ہے کہ لفظ اِلٰہ ہر معبود کے لئے استعمال ہوتا ہے، چاہے وہ حق ہو یا باطل اور لفظ اللہ صرف معبود برحق کے ساتھ خاص نسبت رکھتا ہے۔ یہ اسم اُس ذات کبریا کا ذاتی نام ہے جسے ہم خدائے واحد اور برتر مانتے ہیں۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اللہ کے سوا کوئی (معبود) نہیں

اس کلمہ میں اللہ کو اِلٰہ کی ضد قرار دیا ہے کہ اللہ کے سوا جتنے بھی اِلٰہ یعنی معبود ہیں وہ سب باطل ہیں اور حقانیت صرف ذات خداوندی کے لئے خاص ہے۔

یہ تو اللہ کے لغوی اور اصطلاحی معانی ہوئے اور شریعت میں لفظ اللہ اُس ذات پر بولا جاتا ہے جو حق ہو، ہمیشہ سے ہو اور ہمیشہ رہنے والی ہو، تمام صفاتِ اِلٰہیہ کی جامع ہو۔ شئے کی خالق اور پروردگار ہو، جس کا وجود واجب ہو۔ دنیا اپنے وجود میں اُس کی محتاج ہو اور وہ کسی کا محتاج نہ ہو نہ اُس کے ماں باپ ہوں اور نہ اُس کی کوئی

اولاد ہو یا الفاظ دیگر تمام اسمائے حُسنیٰ ہیں جتنی صفات خداوندی متّصف ہیں وہ تمام کی تمام اس میں مجتمع ہوں۔ بایں صورت جزو پر کُل کا اطلاق ہوتا ہے۔

سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں لفظ "اللہ" پر روشنی ڈالتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں۔

"سامی زبانوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حروف واصوات کی ایک خاص ترکیب ہے جو معبودیت کے معنی میں مستعمل رہی ہے، اور عبرانی، سریانی، آرامی، کلدانی، حمیری، عربی، وغیرہ۔ تمام زبانوں میں اس کا لغوی خاصہ پایا جاتا ہے۔ یہ الف، لام اور ۃ کا مادہ ہے اور مختلف شکلوں میں مشتق ہوا ہے۔ کلدانی وسریانی کا "اِلَاہِیَا" عبرانی کا "الوہ" اور عربی کا "اِلٰہ" اسی سے ہے اور بلاشبہ یہی اِلٰہ ہے جو حرف تعریف کے اضافے کے بعد "اللہ" ہو گیا ہے۔ اور تعریف نے اسے صرف خالق کائنات کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد کے اس بیان کی تصدیق ذیل کے واقعات سے ہوتی ہے:

مورخ کلبی کے زمانے میں قبیلہ ذوالکلاع کے ایک شخص نے یمن میں ایک تخت پایا جس پر ایک مُردہ لاش پڑی تھی اُس کے سامنے ایک زریں سپر تھی، جس پر سُرخ یاقوت جڑا ہوا تھا، اور اُس پر حمیری زبان میں یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔ جس کا عربی ترجمہ کلبی نے اس طرح کیا

"بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ حِمْيَرَ اَنَا حَسَّانُ بْنُ عُمْرُوْ النَّفِيْلِ"

ترجمہ:- اللہ کے نام پر جو کہ حمیر کا رب ہے، میں حسان، عمرو نفیل کا بیٹا ہوں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کا ایک کتبہ عرب کے مشہور مورخ ابن ہشام کو ملا کتبہ کی عبارت اس طرح شروع ہوتی ہے۔

"بِاسْمِكَ اَللّٰهُمَّ اِلٰهَ حِمْيَرَ اَنَا .... الخ"

ترجمہ: "تیرے نام پر جو کہ حمیر کا اللہ ہے .... الخ"

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ بت پرستی کے دور میں بھی ایک سب سے بڑی اور سب پر حکمراں ہستی کا تصور بھی کم وبیش موجود رہا۔ اور الف، لام اور ہ کا مادہ معبودیت کے معنے میں مستعمل رہا۔ کلدانیوں اور سریانیوں نے اِسے الاہیا سے تعبیر کیا، عبرانیوں نے اسے الوہ کہکر پکارا اور عربوں نے اسے اِلٰہ کے نام سے یاد کیا اور بلاشبہ یہی اِلٰہ ہے جو حرف تعریف کے اضافے کے بعد اللہ ہو گیا اور

تعریف نے اُسے صرف خالق کائنات کے لئے مخصوص کر دیا، کیونکہ اِلٰہ کے معنی حیرت، استعجاب، تحیّر اور درماندگی کے ہیں، اور خالق کائنات کے لئے یہ لفظ اس لئے اسم قرار پایا کہ اس کے بارے میں انسان جو کچھ جانتا ہے اور جان سکتا ہے، وہ عقل کے تحیّر اور ادراک کی درماندگی کے سوا کچھ نہیں۔ اب غور کرو، خدا کی ذات کے لئے انسان کی زبان سے نکلے ہوئے لفظوں میں سے اس سے زیادہ موزوں لفظ اور کون سا ہو سکتا ہے؟ اگر خدا کو اُس کی صفتوں سے پکارنا ہے تو بلاشبہ اُس کی صفتیں بے شمار ہیں، لیکن اگر صفات سے الگ ہو کر اُس کی ذات کی طرف اشارہ کرنا ہے تو اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ ایک حیرت میں ڈال دینے والی ذات ہے اور جو کچھ اُس کی نسبت کہا جا سکتا ہے وہ عجز و درماندگی کے اعتراف کے سوا کچھ نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں لفظ اللّٰہ کو اوّلیت حاصل ہے، کیونکہ بندہ جب بھی مدد کے لئے خدا کو پکارتا ہے تو فطری طور پر اُس کی زبان سے یا اللہ نکلتا ہے۔ کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ اگر کسی کے سامنے دستِ سوال دراز ہو سکتا ہے تو وہ صرف اللّٰہ کی ذات ہے اور اگر کسی کے سامنے گردن جھک سکتی ہے تو وہ صرف درگاہِ خداوندی ہے رزق طلب کیا جائے تو اس ذات سے جو رزاق الرازقین ہے۔ دعا مانگی جائے تو اس ذات سے جو علیم ہے حکیم ہے، سمیع ہے، بصیر ہے، خبیر ہے، اظہارِ تکلیف ہو تو اس ذات خداوندی سے جو ولی ہے اور والی ہے الغرض اس دنیا کی ہر ہر شئے اور ہر ہر ذرّہ فانی اور مجبور نظر آنے لگے، بلکہ اس کی نظر میں ہر شئے جلوہٴ خداوندی کا پرتو ہو۔ دنیا کی جس شئے سے محبت ہو تو خدا کے لئے ہو اور جس سے دشمنی ہو تو خدا کے لئے ہو۔ اس منزل میں پہنچنے کے بعد انسان کے لئے ہر وہ شئے محبوب بن جاتی ہے جو خدا کو محبوب ہو اور ہر اُس شئے سے عداوت ہوتی ہے جو خدا کی مغضوب ہو۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اپنی تمام تر صفات اِلٰہیّہ کے ساتھ لفظ اللّٰہ میں سمو گیا ہے۔ اس مکمل کاملیت کے بعد وہ اپنے بندے کے سامنے رَحمٰن اور رَحیم بن کر آتا ہے۔ ایک طرف تو یہ اشارہ کہ اللہ کی ذات اپنے اندر تمام تر صفات کے ساتھ اس دنیا میں جلوہ گر ہے اور دوسری طرف وہ انفرادی صفت کے ساتھ بھی عیاں ہے کیونکہ وہ اپنی رحمت کے ساتھ دنیا کی ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے اور کس طرح گھیرے ہوئے ہے کہ ہر آن، ہر لحہ رحمت کا ظہور ہوتا رہتا ہے اور تمام کائنات خلقت اُس سے فیضیاب ہوتی رہتی ہے

اَلرَّحمٰن اور اَلرَّحِیم دونوں رحم سے ہیں عربی میں رحمت عواطف کی ایسی رقّت اور نرمی کو کہتے ہیں جس سے کسی دوسری ہستی کے لئے احسان اور شفقت کا ارادہ جوش میں آجائے۔ پس رحمت میں محبت، شفقت، فضل، احسان سب کا مفہوم شامل ہے اور مجرد محبت، لطف اور فضل سے زیادہ وسیع اور حاوی ہے۔

اگرچہ اَلرَّحمٰن اور اَلرَّحِیم رحمت سے ہیں، لیکن یہ دونوں اسمائے دو مختلف پہلوؤں

کو نمایاں کرتے ہیں ۔ الرحمٰن کے معنی یہ ہوئے کہ وہ ذات جس میں رحمت ہے اور جس کی رحمت دوست اور دشمن دونوں کے لئے عام ہے اور الرّحیم کے معنی یہ ہوئے کہ وہ ذات جس میں نہ صرف رحمت ہو بلکہ جس سے ہمیشہ رحمت کا ظہور ہوتا رہتا ہے ۔ اور ہر آن اور ہر لمحہ تمام کائنات خلقت اس سے فیضیاب ہوتی رہتی ہے ،

رحمت دو قسم کی ہوتی ہے جیسا کہ ہم اوپر عرض کر چکے ہیں ایک تو وہ رحمت ہے جو دوست اور دشمن سب کے لئے عام ہو رحمٰن کا تعلق اُس رحمت سے ہے اور ایک وہ رحمت جو دوستوں کے ساتھ خاص ہو ، رحیم کا تعلق اُسی رحمت سے ہے ۔ اِس طرح دونوں میں خاص و عام کی نسبت ہے ۔ مگر رحمٰن کے لئے ضروری ہے کہ وہ رحیم بھی ہو ، مگر رحیم کے لئے رحمٰن کا ہونا ضروری نہیں ۔

استعمال کے اعتبار سے لفظ رحیم ذاتِ خداوندی اور غیر ذات خداوندی پر عام ہے ، لیکن رحمٰن ذاتِ خداوندی کے لئے مخصوص ہے ۔ یعنی کسی انسان کو رحیم تو کہا جاسکتا ہے مگر کسی بھی صورت اُسے رحمٰن نہیں کہا جاسکتا ۔

قرآن مجید میں لفظ اللہ کے بعد رحمٰن کا استعمال کثرت سے ہوا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگرچہ یہ اسم ، صفت ہے لیکن کثرتِ استعمال کی بنا پر اسم ذات کا درجہ رکھتا ہے ۔

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ   آپ فرما دیجئے ، چاہے اللہ کو پکارو
چاہے رحمٰن کو دونوں ایک ہی ذات کے نام ہیں

اسی لئے اللہ کے بعد رحمٰن ہی کا لفظ ہے جو اللہ کے معنی کو ظاہر کرتا ہے اور اسی لحاظ سے قرآن میں بعض مقامات پر اللہ کی جگہ رحمٰن کا استعمال ہوا ہے ۔

مثلاً :۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى   رحمٰن عرش پر مقیم ہوا

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا

اور رحمٰن کے بندے زمین پر نرمی اور وقار سے چلتے ہیں ،

بعض علماء نے رحمٰن و رحیم کے معانی میں یہ فرق بیان فرمایا ہے کہ رحمٰن کے معنی یہ ہیں کہ دنیا میں بندوں کے گناہوں کی پردہ پوشی کرنے والا اور رحیم کے معنی یہ ہیں کہ آخرت میں بندوں کی مغفرت فرمانے والا ۔

امام عبداللہ بن المبارکؒ فرماتے ہیں کہ رحمٰن وہ ذات ہے کہ جب اُس سے سوال کیا جائے تو عطا کرے ۔ اور رحیم کا مقصود یہ ہے کہ جب اُس سے کوئی سوال نہ کرے تو وہ غضبناک ہو ۔ یعنی اگر بندہ اُس سے مانگتا تو وہ ضرور عطا فرماتا ۔ اس لئے طلب کا حکم دیا گیا ہے کہ مجھ سے مانگو میں تمہاری حاجتیں پوری کروں گا ۔

ندی کا قول ہے کہ رحمٰن وہ ذات ہے جو مصائب اور تکالیف دور کرتی ہے اور رحیم وہ ذات ہے جو گناہوں کی بخشش کرتی ہے۔

رحمت کو رحمٰن اور رحیم دو الگ الگ اسما یا دو جُدا جُدا صفات سے کیوں تعبیر کیا گیا ؟

اس سوال کے جواب میں مولانا ابوالکلام آزاد اُمّ الکتاب میں لکھتے ہیں۔

قرآن خدا کے تصور کا جو نقشہ ذہن نشین کرانا چاہتا ہے اُس میں سب سے زیادہ نمایاں اور چھائی ہوئی صفت رحمت ہی کی صفت ہے۔ بلکہ کہنا چاہیئے کہ تمام تر رحمت ہی رحمت ہے (اور میری رحمت دنیا کی ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے)۔ پس یہ ضروری تھا کہ خصوصیت کے ساتھ اس کی صفتی اور فعلی دونوں حیثیتیں واضح کر دی جائیں یعنی اس میں رحمت ہے کیونکہ وہ الرحمٰن ہے۔ اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ ہمیشہ اس سے رحمت کا ظہور بھی ہو رہا ہے۔ اس لئے وہ الرحمٰن کے ساتھ ساتھ الرحیم بھی ہے۔

الرّحمٰن اور الرّحیم سے اللہ جلّ شانہٗ کی صفتی اور فعلی دونوں خصوصیات واضح ہوتی ہیں۔ یعنی وہ رحمت کا سرچشمہ ہے اس لئے وہ رحمٰن ہے اور اُس کی رحمت کا ظہور ہر آن اور ہر لمحہ ہوتا رہتا ہے اس لئے وہ رحیم بھی ہے۔

مثال کی جستجو میں ایک قدم آگے بڑھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ وہ رحمٰن ہے اس لئے سورج اور اس کی روشنی ہمارے لئے باعثِ رحمت ہے، مگر ساتھ ہی ساتھ وہ رحیم بھی ہے اس لئے اس کی تمازت کہیں کم ہے اور کہیں زیادہ۔ سورج کو جہاں زیادہ چمکنا ہوتا ہے اُس جا دہ دیر تک اپنی کرنوں کے ساتھ موجود رہتا ہے۔ اور جہاں سُورج کی ضرورت زیادہ دیر کے لئے نقصان دہ ثابت ہوتی ہے وہاں وہ چند لمحوں کے بعد ماند پڑ جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح بارش اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت ہے مگر وہ رحیم ہے۔ اس لئے کہیں سال بھر، کہیں چند مہینوں اور بعض مقامات پر چند دنوں کے لئے بارش کے نظام کو برقرار رکھا گیا ہے۔ غرض اُس کی رحمتِ بے پایاں میں، رحمانیت اور رحیمیت دونوں عناصر شامل ہیں۔ تاکہ کائنات ہستی کی پرورش ایک خاص میزان اور نپے تلے انداز کے مطابق ہو۔ وہ رحمٰن کے ساتھ ساتھ رحیم بھی ہے اسی لئے وہ اپنے نیک بندوں کے ساتھ ساتھ گمراہ، راہ حق سے منحرف اور سرکش بندوں کی بھی پرورش اُسی انداز اور اُسی طریقے سے کرتا ہے۔

ورنہ قہّار اور جبّار کی صفت رکھنے والا پروردگار اُنھیں اپنے غیض وغضب سے منصوب بھی کرسکتا ہے۔ مگر نہیں۔۔! وہ پہلے رحمٰن ہے پھر رحیم ہے بعد میں قہّار اور جبّار ہے جب سرکشی کا پانی سر سے اونچا ہو جاتا ہے اُس وقت وہ اپنے قہر وغضب سے ایسے ایسے عذاب نازل فرماتا ہے جن کا ذکر یہاں باعث طوالت ہوگا۔ قوم لوط، قوم ثمود اور قوم ہود پر جو عذاب الٰہی نازل ہوئے قرآن حکیم میں اُن کی تفصیل موجود ہے۔ طوفان نوح نے جو تباہی مچائی وہ اظہر من الشمس ہے مگر یہاں پہنچ کر بھی اس کی رحمانیت رحیمیت کا اقرار کرنا پڑتا ہے کہ عظیم ترین عذاب کے بعد بھی اُس نے بنی نوع آدم کو سنبھلنے کے مواقع دیئے۔ اور آج بھی وہ مواقع فراہم کر رہا ہے۔ ورنہ یہ دنیا کب کی نیست و نابود ہو چکی ہوتی قیامت کب کی برپا ہو چکی ہوتی۔ آج ہم اور آپ اس دنیا میں سانس لے رہے ہیں اُس کی نعمتوں سے سرفراز ہو رہے ہیں، اُس کی رحمتوں سے مستفیض ہو رہے ہیں یقیناً یہ اُس کی رحمانیت اور رحیمیت کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے۔

انہی صفات الٰہیہ کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم اپنا ہر کام اللہ، رحمٰن اور رحیم کا نام لیکر شروع کرتے ہیں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں اسمائے حسنیٰ کی ترتیب اِس بات کی غماز ہے کہ ہر کام کو پایۂ تکمیل تک پہونچانے کے لئے ہر حال میں اُس کی رحمت کا شامل ہونا لازمی اور ضروری ہے جب تک اُس کی رحمت کا دریا جوش میں نہیں آتا، اُس وقت تک ہمارے منصوبے پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ پاتے ہماری تمام تر کوششیں ہماری تمام تر جد وجہد اُس کی رحمت کی محتاج ہے۔

اس دنیا داری میں جب ہم یا آپ کوئی نیا کاروبار شروع کرتے ہیں تو اپنے دوست احباب، عزیز واقارب کی جانب نظریں اٹھتی ہیں، کیوں کہ اُن کی اعانت کے بغیر آگے بڑھنا محال ہو جاتا ہے، بالکل اسی طرح اُس مالک حقیقی کی رحمتیں جب تک شامل حال نہیں ہوتیں اُس وقت تک ہمارے کاموں میں خیر وبرکت پیدا نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ تمام نیک اور اچھے کاموں کی ابتدا، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سے کرتے ہیں۔

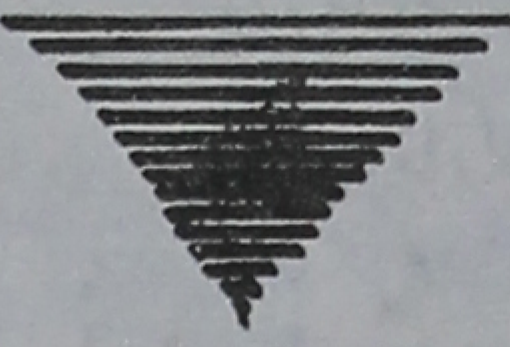
اس طرح یہ آیت ایک مکمل دعا ہے جو ہر کام کے شروع میں پڑھی جاتی ہے۔ اس آیت کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید کی ابتدا اِس سے کی اور قرآن مجید کی ہر سورہ کا افتتاح اِس آیت سے ہوتا ہے تو پھر ہم اپنے ہر دنیاوی اور دینوی کاموں کا آغاز اُس کے نام سے کیوں نہ کریں جو رحمٰن بھی ہے اور رحیم بھی۔!

آغاز ہمارے کاموں کا ہے نام سے تیرے اے داتا
تو رحم وکرم کا سرچشمہ ہے فیض تیرا ہی ہر آتا

●●

قرآن کی فریاد

(المرحوم)
ماہر القادری



طاقوں میں سجایا جاتا ہوں ، آنکھوں سے لگایا جاتا ہُوں
تعویز بنایا جاتا ہوں ، دھو دھو کے پلایا جاتا ہُوں
جُز دان حریر و ریشم کے اور پھُول ستارے چاندی کے
پھر عطر کی بارش ہوتی ہے ، خُوشبو میں بسایا جاتا ہُوں
جس طرح سے طوطا مینا کو کچھ بول سکھائے جاتے ہیں
اس طرح پڑھایا جاتا ہوں ، اِس طرح سکھایا جاتا ہُوں
جب قول و قسم لینے کے لئے تکرار کی نوبت آتی ہے
پھر میری ضرورت پڑتی ہے ، ہاتھوں پہ اُٹھایا جاتا ہُوں
دِل سوز سے خالی رہتے ہیں ، آنکھیں ہیں کہ نم ہوتی ہی نہیں ،
کہنے کو میں اِک اِک جلسہ میں پڑھ پڑھ کے سُنایا جاتا ہُوں
نیکی پہ بدی کا غلبہ ہے ، سچّائی سے بڑھ کر دھوکا ہے
اِک بار ہنسایا جاتا ہوں ، سَو بار رُلایا جاتا ہُوں ،
یہ مجھ سے عقیدت کے دعوے ، قانون پہ راضی غیروں کے
یوں بھی مجھے رُسوا کرتے ہیں ، ایسے بھی ستایا جاتا ہوں ،
کِس بزم میں مجھ کو بار نہیں ، کس عُرس میں میری دھوم نہیں
پھر بھی میں اکیلا رہتا ہوں ، مجھ سا بھی کوئی مظلوم نہیں

یہ آسمان کس نے بنایا ؟ یہ زمین کس نے بنائی ؟ آسمان سے باتیں کرتے ہوئے پہاڑ کس نے بنائے ؟ اور ان پہاڑوں کے درمیان خوبصورت وادیاں کس نے بنائیں ؟

اللہ تبارک وتعالیٰ نے - ! صرف اللہ جل شانہ نے ،

ہم نے صرف قدرت کے وسائل کا استعمال کرتے ہوئے

قدرت کی جنت نشان وادیوں میں

اُس کے بندوں کی رہائش اور آسائش کا انتظام کیا

اُس جنت نشاں وادی کا دوسرا نام ہے



اور

اس کے بنانے والے ہیں

Architects:
Mr. A. H. MITHA
OF M/S. A. P. MITHA &
NAMAVATI, 22, B. S. MARG
FORT, BOMBAY-400023
PHONE: 274643 & 270638

MAHARASHTRA
REAL ESTATE
DEVELOPERS
AL-UTHMAN TRUST NO
PANCHGANI (DIST-SATARA



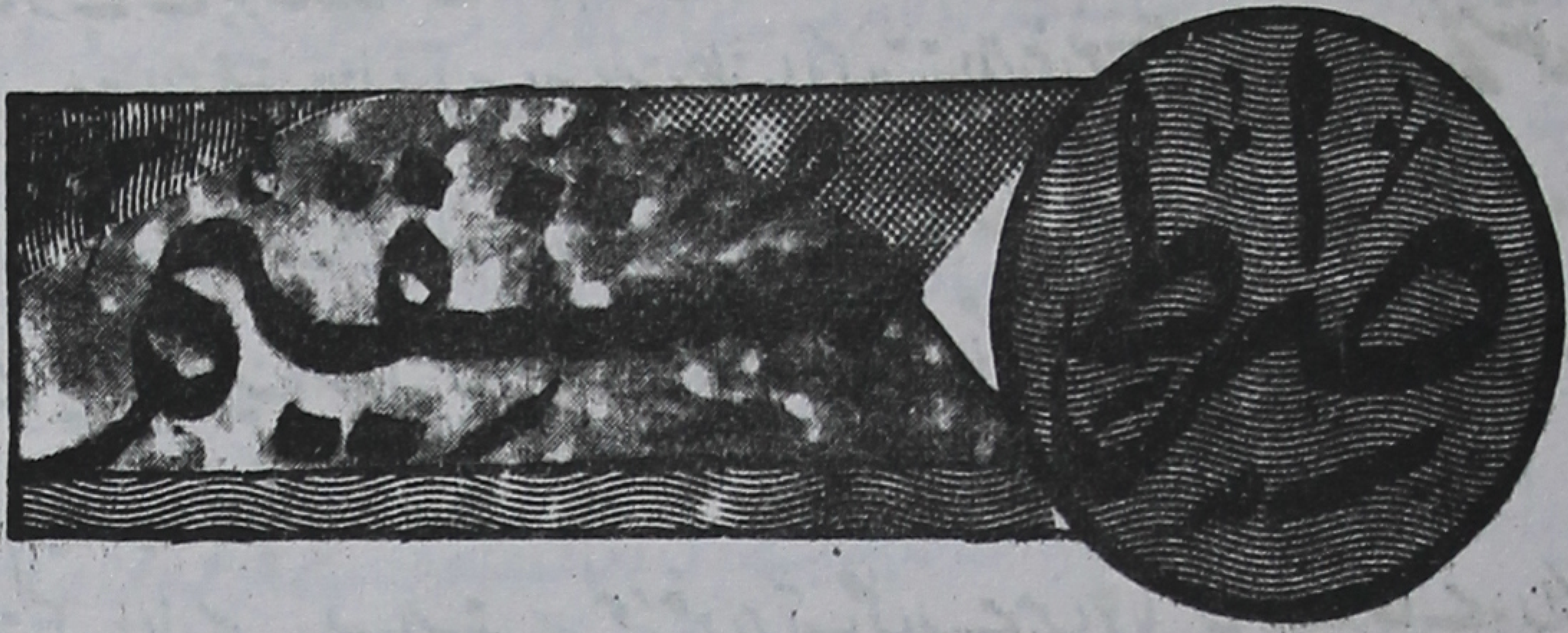
Advocate
I. N. KAYSER
PHONE: 271669

Sole Selling Agents
NOOR BROTHERS
Phones – Bombay:
396118, 396119

مہاراشٹرا ریل اسٹیٹ ڈیولپرز

العثمان ٹرسٹ نمبر ۱ ، پنچ گنی ، ضلع ستارا

بمبئی میں ٹیلی فون رابطہ :- ۳۹۶۱۱۸ — ۳۹۶۱۱۹



صراط کے لغوی معنی ہوتے ہیں راستہ، راہ اور مستقیم کا مطلب ہوتا ہے سیدھا۔ خطِ مستقیم سیدھے خط کو اور صراطِ مستقیم سیدھے راستے کو کہتے ہیں۔

آپ نے جیومیٹری میں پڑھا ہے کہ خطِ مستقیم سیدھا خط اور خطِ منحنی وہ خط جو سیدھا نہ ہو، بلکہ پُرپیچ ہو، بل کھاتا ہو، آڑا ٹیڑھا ہو۔

اس طرح راستے بھی دو ہیں ایک سیدھا راستہ اور ایک وہ راستہ جو پگڈنڈیوں کی طرح پُرپیچ ہو۔

پیغمبرِ اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراطِ مستقیم کو سمجھاتے ہوئے اس کی تشریح اس طرح فرمائی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی انگلی سے ایک لکیر کھینچی اور فرمایا:

"یوں سمجھو کہ یہ اللہ کا ٹھہرایا ہوا راستہ ہے بالکل سیدھا، اِس کے بعد اس لکیر کے دونوں طرف بہت سی ترچھی لکیریں کھینچیں اور فرمایا: یہ طرح طرح کے راستے ہیں جو بنا لئے گئے ہیں اور ان میں کوئی راستہ نہیں جس کی طرف بلانے کے لئے ایک شیطان موجود نہ ہو۔ پھر یہ آیت پڑھی وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا اِلیٰ آخرہ"

اس سے معلوم ہوا کہ تمام اِدھر اُدھر کے ٹیڑھے ترچھے راستے "سبل متفرقہ" ہیں جو جمعیت بشری کو متحد کرنے کی جگہ متفرق کر دیتے ہیں اور درمیان کی ایک سیدھی راہ صراطِ مستقیم ہے، یہ متفرق کرنے کی بجائے تمام رہروانِ منزل کو ایک ہی شاہراہ پر جمع کر دیتی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے صراطِ مستقیم کی پہچان یہ بتلائی کہ یہ راہ ان لوگوں کی راہ ہے جن پر خدا کا انعام ہوا، انکی راہ نہیں ہے جو مغضوب ہوئے۔ اور نہ ان کی جو گمراہ ہوئے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ انعام یافتہ لوگ کون ہیں؟ یا وہ لوگ کون ہیں جن پر خدا کا انعام ہوا؟ اِس سوال کا جواب بھی قرآن مجید نے جا بجا صراحت سے دیا ہے کہ یہ انعام یافتہ جماعت نبیوں کی ہے، صدیقوں کی ہے، شہیدوں کی ہے اور نیک عمل انسانوں کی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے سیدھی راہ اختیار کی اور جن پر خدا کا انعام ہوا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ "صراطِ مستقیم" اللہ تبارک وتعالیٰ کی بنائی ہوئی راہ ہے، جو بالکل سیدھی ہے اور وہ کہتا ہے کہ بس اسی ایک راہ پر چلو اور طرح طرح کے راستوں کے پیچھے نہ پڑو، وہ تمہیں خدا کی سیدھی راہ سے ہٹا کر جدا کر دیں گے۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صراطِ مستقیم اللہ کی راہ ہے، اور اللہ کی راہ یعنی سچائی، نیکی، فلاح اور بہبودی کی راہ۔ اس راہ پر چلنے سے خیر ملتا ہے، نفع حاصل ہوتا ہے، خوشی ملتی ہے، راحت نصیب ہوتی ہے، آرام اور سکون میسر ہوتا ہے۔ اس راہ پر چلنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں، اس راستے پر چلنے والے کو اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے اور یہ سب کچھ مستقل اور پائیدار ہوتا ہے۔

اس راہ میں آپ کو مکر و فریب نہیں ملتا، جھوٹ اور ریاکاری سے واسطہ نہیں پڑتا، اس راستے میں آپ بدی سے دوچار نہیں ہوتے، برائی سامنے نہیں آتی، کینہ، حسد، بغض، غیبت، دشمنی روڑے نہیں اٹکاتی۔ غرض یہ راستہ تمام برائیوں سے، بدکاریوں سے اور تمام آلام و مصائب سے پاک اور صاف ہے۔

صراطِ مستقیم کی مثال ایک ایسے راستے سے لیجئے جس پر آپ چل رہے ہیں جو بالکل سیدھا ہے۔ راستے میں کوئی نشیب و فراز نہیں، کوئی کھڈ نہیں، کوئی پتھر کنکر نہیں، گرد و غبار سے پاک اور صاف، آس پاس سائے دار درخت، جن سے روشنی اور ہوا چھن چھن کر آتی ہے۔ ایسی شاہراہ پر چلنے سے آپ تھکتے نہیں بلکہ چلنے میں فرحت اور خوشی محسوس کرتے ہیں اس لئے بے تکان چلتے رہتے ہیں۔

اس کے برعکس ایک راستہ وہ بھی ہوتا ہے کہ جس پر چلتے وقت بے شمار اتار چڑھاؤ آتے ہیں۔ پُر خار جھاڑیاں آتی ہیں بے شمار خطرناک پُر پیچ موڑ آتے ہیں، کنکر اور پتھر تلوؤں کو زخمی کرتے ہیں، گہرے کھڈ ہوتے ہیں، جن کو پھلانگنے میں ڈر اور خوف محسوس ہوتا ہے کہ خدانخواستہ گر گئے تو چوٹ آئے گی، نہ سایہ ہوتا ہے، نہ ٹھنڈک، گرد و غبار سے بال اٹ جاتے ہیں، کپڑے میلے ہو جاتے ہیں، تکان سے چہرے کی رنگت بدل جاتی ہے، ایسے راستے پر معمولی مسافت بھی گراں گذرتی ہے اور جی یہ چاہتا ہے کہ آگے بڑھنے کے بجائے واپس لوٹا جائے۔

اصل یہ ہے کہ خدا کے عالم گیر دین کی حقیقت ظاہر کرنے کے لئے صراطِ مستقیم سے بہتر کوئی تعبیر نہیں ہو سکتی تھی۔ تم کسی خاص مقام تک پہنچنے کے لئے کتنی ہی راہیں نکالو، لیکن سیدھی راہ ہمیشہ ایک ہی ہوگی اور اسی پر چل کر ہر مسافر منزلِ مقصود تک بحفاظت و امن پہنچ سکے گا۔ علاوہ بریں سیدھی راہ ہی ہمیشہ شاہراہ عام کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔ تمام مسافر خواہ کسی گوشے کے رہنے والے ہوں لیکن سب مل کر وہی راہ اختیار کریں گے اور کبھی یہ نہ کریں گے کہ الگ الگ ٹولیاں بنا کر ٹیڑھی ترچھی راہوں میں متفرق ہو جائیں قرآن کہتا ہے ٹھیک اسی طرح دین کی سیدھی راہ بھی ایک ہی ہے۔ بہت سی نہیں ہو سکتیں اور روزِ اول سے موجود ہے۔ ہر عہد، ہر قوم، ہر ملک اسی پر چل کر منزلِ مقصود تک پہنچا ہے۔ بعد کو پیروانِ مذہب نے ایسا کیا کہ بہت سی ٹیڑھی ترچھی راہیں نکالیں اور ایک راہ پر متفق رہنے کی جگہ الگ الگ ٹولیاں بنا کر متفرق ہو گئے۔ ملک و قوم کی شیرازہ بندی اسی لئے منتشر ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ منزلِ مقصود کا سراغ پاؤ تو چاہئے کہ اسی سیدھی پر اکٹھے ہو جاؤ، ہمیشہ سیدھی راہ چلو۔ ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دن میں پانچ وقت دعا مانگتے ہیں کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کہ اے اللہ تو ہمیں سیدھے راستے پر چلنے کی ہدایت عطا فرما۔

میرے اللہ برائی سے بچانا مجھ کو نیک جو راہ ہو، اُس رہ پہ چلانا مجھ کو

نیک راہ کا دوسرا نام صراطِ مستقیم ہے۔ یعنی سیدھا راستہ۔ اِس سیدھے راستے پر چلنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم پورے یقین کے ساتھ اس بات کا اقرار کریں کہ اللہ ایک ہے، وہ لاشریک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، وہ ہر عیب سے پاک ہے، وہ ہر چیز سے بے نیاز ہے، نہ اس کے ماں باپ ہیں، نہ اس کا کوئی ساجھی دار ہے، نہ اس کی بیوی ہے۔ نہ اس کا کوئی بیٹا ہے اور نہ بیٹی وہ اپنی ذات میں یکتا ہے۔ یہ دنیا، یہ کائنات اسی نے بنائی۔ وہ خالق ہے اور یہ کائنات اور اِس کائنات کی ہر شئے اس کی مخلوق ہے اس کے حکم سے دن اور رات ہوتے ہیں۔ اسی کی قدرت سے موسم بدلتے ہیں۔ یہ اسی کی شان ہے کہ معمولی بیج سے تناور درخت اُگ آتے ہیں اور یہ اسی کی مشیت ہے کہ چلتا پھرتا انسان پلک جھپکتے اِس دنیا سے اٹھ جاتا ہے۔ غرض اس دنیا میں، اِس کائنات میں جو کچھ بھی ہوتا ہے سب اسی کی رضا اور رغبت سے ہوتا ہے۔ ہم سب کو اسی کی مرضی میں راضی رہنا ہے۔

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ آپ پیغمبر آخر الزماں ہیں، آپ نے جو تعلیمات دیں، ان تعلیمات پر عمل کرنے کا دوسرا نام صراطِ مستقیم پر چلنا ہے۔ آپ کی دی ہوئی تعلیمات میں سے اگر ایک کو بھی چھوڑا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صراطِ مستقیم سے ہٹ گئے۔

صراطِ مستقیم پر چلنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ اللہ تبارک و تعالیٰ کے مطیع اور فرماں بردار بندے ہیں۔ اللہ جل شانہ کی اطاعت اور فرماں برداری کی ایک ادنیٰ مثال نماز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حقیقی معنوں میں فرماں بردار اور اطاعت گذار بندہ اذان کی آواز سنتے ہی مسجد کی طرف بڑھتا ہے۔ اس کے حضور میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتا ہے۔ اس وقت اس کے دل و دماغ میں کوئی بات نہیں رہتی، وہ صرف اپنے مالکِ حقیقی کی جانب رجوع ہوتا ہے، اس کی حمد و ثنا کرتا ہے۔ اُس سے، اس کی رحمتوں اور نعمتوں کی بھیک مانگتا ہے، اس سے اس کا رحم و کرم طلب کرتا ہے، اسی سے اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کی معافی مانگتا ہے۔ اس سے نیک اور اچھے کاموں کا انعام اور اکرام طلب کرتا ہے۔ غرض وہ اس کی بارگاہ میں گڑگڑاتا ہے، ایک عاجز اور منکسر بندے کی مانند التجا کرتا ہے اور جب اس کے دل کو یقین ہو جاتا ہے کہ اس کے آقا نے اس کی بات سن لی تو وہ اطمینانِ قلب کے ساتھ دنیا کے کام دھندوں کی طرف پلٹ آتا ہے۔ یہاں تک کہ پکارنے والا پھر پکار اُٹھتا ہے: " اللہ اکبر....... اللہ اکبر.......!!"

اور اللہ جل شانہ کا مطیع اور فرماں بردار بندہ یہ آواز سن کر کہہ اٹھتا ہے کہ بے شک اللہ بہت بڑا ہے، بے شک وہ عظیم ہے، بزرگ ہے، برتر ہے اور یہ کہتے ہوئے وہ ایک بار پھر اسکی درگاہ میں سجدہ ریز ہو جاتا ہے۔ اپنی پیشانی کو اسکی چوکھٹ پر رکھ کر اپنی عاجزی اور انکساری کا اظہار کرتا ہے، اسکی بزرگی اور برتری کا اقرار کرتا ہے اور پھر دنیاوی معاملات کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ اس طرح وہ دن میں ایک وقت نہیں... دو وقت نہیں...... بلکہ پورے پانچ وقت بارگاہِ خداوندی میں پابندی کے ساتھ حاضر ہو کر اپنی عبدیت کا نذرانہ پیش کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے قرآن مجید میں بار بار تاکید کی ہے کہ نماز پڑھو، کیوں کہ نماز انسان کو تمام برائیوں سے بچاتی ہے۔

نماز پڑھنے والا صرف اللہ اور اس کے رسولؐ کی ہی اطاعت نہیں کرتا بلکہ وہ اللہ کے بندوں کے بھی حقوق ادا کرتا ہے۔ نمازی کبھی جھوٹ نہیں بولتا، نماز پڑھنے والا کبھی کسی کی غیبت نہیں کرتا، نماز پڑھنے کا پابند اپنے دل میں حسد اور کینہ نہیں رکھتا۔

دن میں پانچ وقت نماز ادا کرنے والا کبھی کسی کی برائی نہیں کرتا۔ اپنی ذات سے کسی کو تکلیف نہیں پہونچاتا۔ وہ جوا نہیں کھیلتا، شراب نہیں پیتا، زنا نہیں کرتا، دھوکا نہیں دیتا، مکر و فریب نہیں کرتا، حق داروں کا حق نہیں مارتا، خیانت نہیں کرتا، غاصب نہیں بنتا اللہ اور اللہ کے رسول نے جن کاموں کو کرنے سے منع کیا ہے، ان میں سے وہ کوئی کام نہیں کرتا، اس کا دل آئینہ کی طرح صاف اور شفاف ہوتا ہے۔ اس کا دل نیک کاموں کی طرف راغب رہتا ہے۔ وہ سچ بولتا ہے، بڑوں کی عزت کرتا ہے۔ چھوٹوں سے پیار کرتا ہے، غلط بات قبول نہیں کرتا، برائیوں سے دور رہتا ہے۔ ہر وقت پاک اور صاف رہتا ہے۔ معاملات میں کھرا اترتا ہے۔ ہر بھلائی کو دل سے قبول کرتا ہے اور جھوٹ پر لعنت بھیجتا ہے۔ ہر نیکی کو گلے سے لگاتا ہے اور ہر بدی سے دامن بچاتا ہے۔ اُس کے قدم ہر وقت صحیح سمت اٹھتے ہیں۔ اگر کوئی آفت آتی ہے تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور اُس سے چھٹکارا پانے کے لئے اسی سے مدد طلب کرتا ہے اگر کسی مصیبت میں گھر جاتا ہے تو صبر کرتا ہے اور اللہ ہی سے اعانت کا طلب گار ہوتا ہے۔ اگر مشکل ٹوٹ پڑتی ہے تو خاموشی سے سہ لیتا ہے مگر شکوہ نہیں کرتا، بلکہ اس مشکل سے چھٹکارا پانے کے لئے اللہ تعالیٰ ہی کی جانب رجوع ہوتا ہے۔ اس کے برعکس اگر خوشی کا موقع آتا ہے تو اپنے جامے میں رہ کر خوشی کا اظہار کرتا ہے اور خوشی کا اظہار اسی انداز اور اسی طریقے سے کرتا ہے جو طریقہ اللہ اور اسکے رسولؐ نے بتایا ہے۔ وہ خوشی کے موقع پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے کہ اس نے خوشی اور مسرت کا موقع فراہم کیا، سکھ اور آرام میں بھی وہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔ ہر آسائش میں اللہ کا احسان مند رہتا ہے اور ہر وقت اس کی رحمتوں کا طلب گار رہتا ہے۔ صراطِ مستقیم پر چلنے والا اللہ تبارک و تعالیٰ کا نیک اور فرماں بردار بندہ نماز کے ساتھ ساتھ اپنے معبود کی دیگر اطاعتوں سے بھی جی نہیں چراتا۔ مثلاً وقت پر صحیح زکوٰۃ ادا کرتا ہے، رمضان میں روزوں کا پابند ہوجاتا ہے۔ استطاعت حاصل ہونے پر حج کا رکن بھی ادا کرتا ہے اور ضرورت پڑنے پر اللہ تبارک و تعالےٰ کی راہ میں جان دینے سے بھی گریز نہیں کرتا۔ غرض اللہ تعالےٰ کا مطیع و فرماں بردار بندہ صراطِ مستقیم پر چل کر دین اور دنیا دونوں میں فلاح اور کامیابی حاصل کرتا ہے، جس پر چلنے کی دعوت رسولوں اور نبیوں نے دی، جس پر ہمیشہ خدا کے نیک اور صالح بندے چلے ہیں، جو قریب تر اور آسان تر ہے۔ کیوں کہ خدا کا دین اگر انسان کی ہدایت کے لئے ہے تو ضروری ہے کہ خدا کے تمام قوانین کی طرح یہ بھی صاف اور واضح ہو۔ اس میں کوئی راز نہ ہو، کوئی پیچیدگی نہ ہو ناقابلِ حل معمہ نہ ہو، اعتقاد میں سہل ہو اور عمل میں ہلکا، ہر عقل اسے بوجھ لے، ہر طبیعت اُس پر مطمئن ہوجائے۔ اچھا اب غور کرو، یہ تعریف کس راہ پر صادق آتی ہے، ان مختلف راہوں پر جو پیروانِ مذہب نے الگ الگ گروہ بندیاں کرکے نکالی ہیں یا اُس ایک راہ پر جسے قرآن اصلی دین کی راہ بتلاتا ہے۔ پیغمبرِ اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدھے راستے کو، دین کی اصل راہ کو، صراطِ مستقیم کو اس طرح سمجھایا کہ آپؐ نے زمین پر ایک سیدھا خط کھینچا۔ پھر اس کے دائیں بائیں آڑھے ٹیڑھے خط کھینچے، پھر سیدھے راستے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ اللہ تعالےٰ کا راستہ ہے اور یہ آڑے ترچھے خطوط پگڈنڈیاں ہیں اور ان میں سے ہر ایک پگڈنڈی کی طرف کوئی نہ کوئی شیطان بلا رہا ہے۔

آئیے اب ان راستوں کے بارے میں بھی کچھ معلومات حاصل کریں جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ پگڈنڈیاں ہیں اور ان میں سے ہر ایک پگڈنڈی کی طرف کوئی نہ کوئی شیطان بلا رہا ہے۔

ان پگڈنڈیوں پر چلنے والے یہ سمجھتے ہیں کہ انھوں نے سیدھا راستہ اختیار کیا ہے۔ وہ اپنے آپ کو اللہ کا مطیع اور فرماں بردار

بندہ سمجھتے ہیں مگر ان کی سب سے پہلی نافرمانی یہ ہوتی ہے کہ وہ نماز سے جی چراتے ہیں، یا نماز ادا بھی کرتے ہیں تو ان کی نمازیں ایسی ہوتی ہیں جو اُن کے منہ پر ماردی جاتی ہیں، کیوں کہ نماز پڑھنے کے باوجود، یا نماز کے پابند ہونے کے باوجود یہ لوگ بات بات میں جھوٹ بولتے ہیں اور نتیجے میں نقصان اٹھاتے ہیں، ایسے لوگ اپنے فائدے کے لئے دوسروں کو نقصان پہونچاتے ہیں، خود اچھا بننے کے لئے دوسروں کی برائی کرتے پھرتے ہیں، لوگوں کی غیبت کرتے ہیں، راتوں رات دولت مند بننے کے لئے چوری کرتے ہیں، ڈاکہ ڈالتے ہیں غاصب اور خائن بنتے ہیں، ناجائز کام کرتے ہیں۔ دوسروں کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہیں۔ معاملات میں صحیح نہیں اترتے، کاروبار میں، ناپ تول میں، بول چال میں، لین دین میں کھرے ثابت نہیں ہوتے، ان لوگوں میں کچھ لوگ وقتی طور پر اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرلیتے ہیں اور آرام اور آسائش کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ مگر یہ سب وقتی عیش و آرام ہوتا ہے، چار دن کی چاندنی کے بعد اندھیری رات ان کا مقدر بن جاتی ہے۔

ان پگڈنڈیوں پر چلنے والے ہر وہ بُرا کام کرتے ہیں، جن کو کرنے سے اللہ اور اللہ کے رسولؐ نے روکا ہے۔ مگر اس پر بھی وہ اپنے آپ کو سچا اور کھرا سمجھتے ہیں۔ اپنی برائیوں پر' پردہ ڈالنے کے لئے، اپنے گناہوں کو چھپانے کی خاطر، اپنے عیبوں کو خوبیوں میں گنوانے کے لئے خوب خیر خیرات کرتے ہیں، عطیات دیتے ہیں، چندے دیتے ہیں، وعظ کی محفلیں منعقد کراتے ہیں، مسجدوں پر چراغاں کراتے ہیں، یتیم خانوں میں کھانا بھجواتے ہیں، نذر اور نیاز کے نام پر دیگیں لٹاتے ہیں، مگر عملی زندگی میں ان کا ہر کام بداعمالیوں کا پٹارہ ہوتا ہے۔ یہ لوگ صراطِ مستقیم سے کوسوں دور ہوتے ہیں۔ دینی اصولوں سے انھیں دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا جس کام سے ان کو فائدہ پہونچتا ہے، وہ اُس کام کو اپنا دین و ایمان سمجھتے ہیں، خواہ پھر وہ جوا خانہ چلانے کا کام ہو، یا شراب خانہ۔ قحبہ خانہ چلانے کا کام ہو یا قمار خانہ کسی بھی کام کو اختیار کرنے میں وہ عار نہیں سمجھتے۔ ایسے ہی لوگوں پر اللہ جل شانہٗ اپنا غضب نازل فرماتا ہے اور وہ دنیا کی نظروں میں مغضوب ہوجاتے ہیں۔ اس طرح بندہ خدا کے غضب کا مستحق اپنے اعمال کی وجہ سے بنتا ہے۔ وہ صراطِ مستقیم چھوڑ دیتا ہے اور ایسی راہ اختیار کرتا ہے جہاں سے بے شمار پگڈنڈیاں نکلتی ہیں اور اُن میں سے ہر ایک پگڈنڈی کی طرف کوئی نہ کوئی شیطان بلا رہا ہے۔

صراطِ مستقیم پر چلنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم روز قرآن شریف طلب ہدایت کے لئے پڑھیں، کسی اور مطلب یا غرض کو سامنے رکھ کر نہ پڑھیں۔ آج ہم نے قرآنِ حکیم کو طلب ہدایت کے لئے پڑھنا چھوڑ دیا ہے، اسی لئے آج ہم اس سے کچھ زیادہ ہی دور ہٹتے جارہے ہیں، کیوں کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ میں نے قرآن مجید کو ان لوگوں کے لئے جن کا ایمان راسخ ہوتا ہے، ہدایت کی مشعل بنا کر بھیجا ہے تاکہ وہ بقدر کوشش اور بقدر توفیق الٰہی اس سے فیض پاتے رہیں۔

صراطِ مستقیم پر چلنے کے لئے دوسری شرط یہ ہے کہ ہم قرآن مجید کو اعلیٰ اور برتر مان کر اس پر غور و خوض کریں، اس کے حقائق و معارف دریافت کرنے پر ایسی ہی محنت صرف کریں جیسی محنت ہم اپنے دنیاوی مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے کرتے ہیں، کیوں کہ یہی وہ کتاب ہے جس نے دنیا کی کایا پلٹ دی اور عرب کی تاریخ بدل کر رکھ دی، کیوں کہ عربوں کی قوم جس کو اونٹ چرانے کے سوا اور کوئی کسب نہیں آتا تھا، اسی کتاب کو پڑھ کر، سمجھ کر اور اس پر عمل کر کے وہ قوم دفعتاً شتربانی کے درجے

سے ترقی کرکے جہاں بانی کے مرتبے کو پہونچ گئی تھی۔

صراطِ مستقیم پر چلنے کے لئے تیسری شرط یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو قرآن کے سانچے میں ڈھالنے کی ہمّت کرے اور اس کے لئے ہر قربانی پر آمادہ ہوجائے۔ ایک عرصے تک اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کے ارادے کی آزمائش ہوتی ہے۔ اگر آدمی اس آزمائش میں اپنے آپ کو مضبوط ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے تو پھر اس کے سامنے کامیابی کے دروازے کھلنا شروع ہوجاتے ہیں۔ اگر ایک دروازہ بند ہوتا ہے تو اللہ جل شانہٗ اس کے لئے دوسرا دروازہ کھول دیتے ہیں۔ اگر وہ ایک ماحول سے پھینکا جاتا ہے تو دوسرا ماحول اس کے خیر مقدم کے لئے آگے بڑھتا ہے۔ اگر ایک زمین اس کو پناہ دینے سے انکار کرتی ہے تو دوسری زمین اس کے لئے اپنی آغوش واکرتی ہے اور قرآن حکیم کا یہ حتمی فیصلہ ہے کہ:- "اور جو ہماری راہ میں جدّ و جہد کریں گے، ہم ضرور اُن پر اپنی راہ کھولیں گے۔ اور اللہ خوب کاروں کے ساتھ ہے"۔

صراطِ مستقیم پر چلنے کے لئے چوتھی شرط یہ ہے کہ اُس کی مشکلات میں آدمی بد دل اور مایوس ہونے یا اللہ تعالیٰ کی ذات سے بدگمان یا اس پر معترض ہونے کی بجائے اپنی الجھن کو اپنے رب کے حضور پیش کرے، اسی سے مدد اور راہ نمائی کا طلب گار ہو۔ فتح و نصرت کے دروازے خود بخود کھل جاتے ہیں شرط صرف ایمانِ ابراہیمی ہے ؎

آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا
آگ کرسکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

علامہ اقبال، اللہ تبارک وتعالےٰ کا فرمان اپنے مخصوص انداز میں پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں ؎

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے؟ رہروِ منزل ہی نہیں

تربیت عام تو ہے، جوہرِ قابل ہی نہیں
جس سے تعمیر ہو آدم کی یہ وہ گِل ہی نہیں

کوئی قابل ہو تو ہم شان کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

بہرحال قرآن کا پیرو وہ ہے جو دین کی سیدھی راہ پر چلنے والا ہے۔ وہ راہ نہیں جو کسی خاص گروہ، کسی خاص نسل، کسی خاص قوم، کسی خاص عہد کی راہ ہے، بلکہ خدا کی عالم گیر سچّائی کی راہ جو ہر جگہ، ہر عہد میں نمایاں ہوئی اور ہر طرح کی جغرافیائی اور جماعتی حد بندیوں کے امتیازات سے پاک ہے۔

حضرت مسیحؑ سے چار سو برس پہلے دارا یوش اوّل نے جو فرامین کندہ کرائے تھے ان میں سے بے ستون کا کتبہ آج تک موجود ہے اور اس کا خاتمہ اِن جملوں پر ہوتا ہے۔

"اے انسان۔! ہورامزد کا (یعنی خدا کا) تیرے لئے حکم یہ ہے کہ برائی کا دھیان نہ کر۔ سیدھا راستہ نہ چھوڑ۔ گناہ سے بچتا رہ"۔

پس صراطِ مستقیم پر چلنے کی طلب، زندگی کی تمام راہوں میں درستگی وصحت کی راہ چلنے کی طلب ہوئی اور اسی لئے سعی وعمل کے ہر گوشے میں انعام یافتہ گروہ وہی ہوسکتا ہے جس کی راہ "صراطِ مستقیم" ہو۔

قرآن اور آپ کا گھر

- کیا آپ کے گھر میں قرآن پڑھا جاتا ہے ؟
- بالغ افراد میں سے کتنے ہیں جو قرآن پڑھتے ہیں ؟
- بچوں میں سے کتنے قرآن پڑھتے ہیں؟
- کیا بچوں کو قرآنی قصص و واقعات سنائے جاتے ہیں ؟
- کیا گھر میں قرآن کی آیات اور احکام پر باتیں ہوتی ہیں ؟
- بڑوں اور بچوں کو قرآن میں سے کچھ یاد ہے؟
- بڑوں یا بچوں میں سے قرآن کا مفہوم سمجھنے والا یا ترجمہ جاننے والا کوئی ہے ؟
- کیا گھر میں قرآن سمجھنے کے لئے کچھ کتابیں موجود ہیں ؟
- کیا قرآنی آیات یا اُن کے تراجم کے کتبے دیواروں پر آویزاں ہیں؟
- کیا گھر کے مرد یا خواتین کسی حلقۂ درس قرآن میں حصہ لیتی ہیں ؟

مظلوم

ایک روز علامہ اقبال نے دردمندی کے لہجہ میں فرمایا تھا کہ :-

" دنیا میں سب سے زیادہ مظلوم کتاب قرآن ہے کہ مسلمان اسے بے سمجھے پڑھتے ہیں "

حروف مقطعات

لفظ مقطع صفت ہے اس کے معانی ہوتے ہیں تراشا ہوا، چھانا ہوا۔ مقطعات اسم ہے اور مذکر کا صیغہ ہے۔ اس کے معنی ریشمی کپڑے کی چھوٹی چھوٹی کترن، سُبک وزن اشعار، بحر جز کے اشعار کے ہوتے ہیں۔

قرآن شریف میں یہ حروف رنگین ریشمی کپڑوں کی کترن کی طرح چھانٹ چھانٹ کر استعمال ہوئے ہیں، الگ الگ کر کے پڑھے جاتے ہیں اور وزن میں بھی سبک ہیں اس لئے یہ حروف مقطعات کہلائے۔

قرآن شریف کی ایک سو چودہ ۱۱۴ سورتوں میں سے انتیس ۲۹ سورتیں حروف مقطعات سے شروع ہوتی ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

نمبر شمار	سورہ	سورہ نمبر	پارہ	پارہ نمبر	حروف مقطعات	تفصیل
۱	بقر	۱	الٓمّٓ	۱	الٓمّٓ	تین حرفی
۲	آل عمران	۲	تلک الرسل	۳	الٓمٓ	تین حرفی
۳	الاعراف	۷	ولو اننا	۸	الٓمٓصٓ	چہار حرفی
۴	یونسؑ	۱۰	یعتذرون	۱۱	الٓرا	تین حرفی
۵	ھودؑ	۱۱	یعتذرون	۱۱	الٓرا	تین حرفی
۶	یوسفؑ	۱۲	وما من دابۃ	۱۲	الٓرا	تین حرفی
۷	الرعد	۱۳	وما ابرئ	۱۳	الٓمٓرا	چہار حرفی
۸	ابراہیمؑ	۱۴	وما ابرئ	۱۳	الٓرا	تین حرفی
۹	الحجر	۱۵	ربما	۱۴	الٓرا	تین حرفی
۱۰	مریمؑ	۱۹	قال الم	۱۶	کٓھٰیٰعٓصٓ	پانچ حرفی
۱۱	طٰہٰ	۲۰	قال الم	۱۶	طٰہٰ	دو حرفی
۱۲	الشعرآء	۲۶	وقال الذین	۱۹	طٰسٓمٓ	تین حرفی
۱۳	النمل	۲۷	وقال الذین	۱۹	طٰسٓ	دو حرفی
۱۴	القصص	۲۸	امن خلق	۲۰	طٰسٓمٓ	تین حرفی
۱۵	العنکبوت	۲۹	امن خلق	۲۰	الٓمٓ	تین حرفی
۱۶	الروم	۳۰	اتل ما اوحی	۲۱	الٓمٓ	تین حرفی
۱۷	لقمٰن	۳۱	اتل ما اوحی	۲۱	الٓمٓ	تین حرفی
۱۸	السجدہ	۳۲	اتل ما اوحی	۲۱	الٓمٓ	تین حرفی
۱۹	یٰسین	۳۶	ومن یقنت	۲۲	یٰسٓ	دو حرفی

نمبر شمار	سورہ	سورہ نمبر	پارہ	پارہ نمبر	حروف مقطعات	تفصیل
۲۰	صٓ	۳۸	ومالی	۲۳	صٓ	ایک حرفی
۲۱	المومن	۴۰	فمن اظلم	۲۴	حٰمٓ	دو حرفی
۲۲	حٰمٓ السجدۃ	۴۱	فمن اظلم	۲۴	حٰمٓ	دو حرفی
۲۳	الشوریٰ	۴۲	الیہ یرد	۲۵	حٰمٓعٓسٓقٓ	پانچ حرفی
۲۴	الزخرف	۴۳	الیہ یرد	۲۵	حٰمٓ	دو حرفی
۲۵	الدخان	۴۴	الیہ یرد	۲۵	حٰمٓ	دو حرفی
۲۶	الجاثیۃ	۴۵	الیہ یرد	۲۵	حٰمٓ	دو حرفی
۲۷	الاحقاف	۴۶	حٰمٓ	۲۶	حٰمٓ	دو حرفی
۲۸	قٓ	۵۰	حٰمٓ	۲۶	قٓ	ایک حرفی
۲۹	القلم	۶۸	تبارک الذی	۲۹	نٓ	ایک حرفی

مندرجۂ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ حروف مقطعات کئی ترکیبوں سے آئے ہیں
ایک حرفی ، دو حرفی ، تین حرفی ، چار حرفی اور پانچ حرفی ،

قٓ نٓ صٓ — ایک حرفی مقطعات
طٰسٓ حٰمٓ یٰسٓ طٰہٰ — دو حرفی مقطعات
الٓمٓ طٰسٓمٓ — تین حرفی مقطعات
الٓمٓصٓ ، الٓمٓرٰ — چار حرفی مقطعات
کٓھٰیٰعٓصٓ ، حٰمٓعٓسٓقٓ — پانچ حرفی مقطعات

ان حروف میں سے :

الٓمٓ — چھ بار استعمال ہوا
الٓمٓصٓ — ایک بار استعمال ہوا
الٓمٓرٰ — ایک بار استعمال ہوا
الٓرٰ — پانچ بار استعمال ہوا
کٓھٰیٰعٓصٓ — ایک بار استعمال ہوا

طٰسٓمٓ	دو	بار	استعمال ہوا
طٰسٓ	ایک	بار	استعمال ہوا
طٰہٰ	ایک	بار	استعمال ہوا
یٰسٓ	ایک	بار	استعمال ہوا
صٓ	ایک	بار	استعمال ہوا
حٰمٓ	چھ	بار	استعمال ہوا
قٓ	ایک	بار	استعمال ہوا
نٓ	ایک	بار	استعمال ہوا
حٰمٓ عٓسٓقٓ	ایک	بار	استعمال ہوا
	۲۹	بار	

ان حروف مقطعات میں حروف تہجی کے کل چودہ (۱۴) حروف استعمال ہوئے ہیں
یہ حروف، حروف مقطعات میں کہیں ایک بار، اور کہیں ایک سے زیادہ بار آئے ہیں۔

ا	ح	ر	س	ص	ط	ع	ق	ك	ل	م	ن	ہ	ی
۳ بار	۲ بار	۱ بار	۴ بار	۳ بار	۳ بار	۲ بار	۲ بار	۱ بار	۳ بار	۶ بار	۱ بار	۲ بار	۲ بار

جہاں تک حروف مقطعات کا تعلق ہے، یہ اہل عرب کے لئے نئے نہیں تھے، بلکہ وہ ان کے استعمال سے واقف تھے۔ جس دور میں قرآن نازل ہوا اُس زمانے کے اسالیب بیان میں اس طرح کے حروف کا استعمال عام طور پر معروف تھا۔ خطیب اور شعراء دونوں اس اسلوب سے کام لیتے تھے۔ وہ خود اشخاص، مختلف اشیاء، گھوڑوں، جھنڈوں، تلواروں، قصیدوں، خطبوں کے نام ان حروف سے ملتے جلتے رکھتے تھے، یہ نام مفرد حروف پر بھی ہوتے تھے اور مرکب حروف پر بھی۔

حرف مقطعات کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم عربی رسم خط کی تاریخ کی جانب آپ کی توجہ مبذول کرائیں عربی زبان کے حروف عبرانی سے لئے گئے ہیں۔ یہ حروف اُس دور کی یادگار ہیں جب کہ فن تحریر ایجاد نہیں ہوا تھا بلکہ لوگ اپنے خیالات تصویریں بنا کر ظاہر کرتے تھے۔ یہ وہی حروف ہیں جو قدیم مصریوں نے اخذ کئے اور اپنے تصورات کے مطابق اُن میں ترمیم اور اصلاح کر کے اُن کو اُس خطِ تمثالی کی شکل دی جس کے آثار اہرام مصر کے کتبات میں موجود ہیں۔ مثلاً الف ا کو لیجئے اس کی صورت (گائے کا سر) مختصر ہو کر ا رہ گئی۔ اسی طرح ب درحقیقت بیت ہے، جس کی ابتدائی شکل ایک مستطیل گھر کی سی تھی اور اس کے نیچے نقطہ ایک شخص تھا جو مکان

کے دروازے کے سامنے بیٹھا تھا ۔ اب رفتہ رفتہ اُس کی شکل ایک پڑی لکیر ہوگئی ۔ اور وہ آدمی نقطہ بن کر رہ گیا ۔

ج : جمل یعنی اونٹ ہے ۔ اگر کوئی آدمی اونٹ پر سوار ہو اور اس کی نکیل زور سے کھینچے تو اُس کے سر اور گردن کی شکل بعینہ ج کی سی ہو جائے گی ۔

د ، عبرانی میں منہ کے معنی دیتا ہے ۔ د عبرانی میں دروازہ ، ہ دریچہ

ع بمعنی آنکھ ، چنانچہ ع کا سرا بالکل آنکھ کے مشابہ ہے ۔ ن مچھلی کی مشابہت ظاہر کرتا ہے ۔ اگر ہتھیلی پھیلائی جائے تو انگلیاں انگوٹھے کے ساتھ مل کر کف کی صورت بن جاتی ہیں اس سے کاف ک مراد لیا گیا ۔ میم پانی کی لہر کی صورت ظاہر کرتا ہے ۔ قدیم زمانے میں یہ پانی کی لہر کی طرح لہرا کر لکھا جاتا تھا ۔ عبرانی میں سین اس کے معنی دانت کے ہوتے ہیں ۔ سین کا دندانہ بالکل دانت کی مانند ہے ۔ " ط " سانپ کی مشابہت رکھتا ہے اس کی لکھاوٹ بھی کچھ اس ہیئت کی ہے جیسے کوئی سانپ کنڈلی مار کر پھن پھیلائے بیٹھا ہو ۔

حرف تہجی کے اس اجمالی تعارف کے بعد ہم پھر اپنے عنوان کی طرف لوٹتے ہیں ۔ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ دورِ جہالت میں حروف مقطعات کی حیثیت "عنوان" کی سی تھی ۔ اُس دَور کے شعراء اور خطیب اپنے قصیدوں اور خطبوں تک کے نام اسی سے ملتے جلتے رکھتے تھے ۔ بالکل اِسی مناسبت سے حروف مقطعات اللہ جل شانہ کے رکھے ہوئے نام ہیں ۔ مثلاً الف گائے کے سر کی ہیئت پر لکھا جاتا تھا اور وہی معنی بھی دیتا تھا ۔ اب قرآن مجید میں دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ سورۂ بقر جو الف لام میم (الٓمّٓ) سے شروع ہوتی ہے ، اُس میں گائے کی ذبح کا قصہ بیان ہُوا ہے ۔ اس کے علاوہ الف سے اللہ واحد کے بھی معنے ہوتے ہیں ۔ جو سورتیں الٓمّٓ سے شروع ہوتی ہیں وہ توحید کے مضمون میں مشترک ہیں ۔ اسی طرح نُون (ن) مچھلی کی مشابہت ظاہر کرتا ہے اور جو سورہ اِس نام سے موسوم ہے اُس میں حضرت یونسؑ کا ذکر آیا ہے جن کو مچھلی نے نگل لیا تھا ، سورۂ طٰہٰ ط سے شروع ہوتی ہے ۔ ط سانپ کے مشابہ ہے ۔ اس سورہ میں ایک مختصر سی تمہید کے بعد حضرت موسیٰؑ اور ان کے اعصا کے سانپ بن جانے کا ذکر ہے ۔

اس تفصیل کے بعد یہ بات عین قرین قیاس ہے کہ بعض دوسری سورتوں کے شروع میں جو حروف مقطعات آئے ہیں اس لحاظ سے وہ بھی اپنے قدیم معانی اور سورتوں کے مابین مناسبت ہی کی بنا پر آئے ہیں ۔ اس لئے ان حروف کو اُن سورتوں کا نام یا عنوان سمجھنا چاہیئے جن میں اُن کے مطالب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ۔

حضرت ابوالاعلیٰ مودودیؒ تفہیم القرآن میں مقطعات کے بارے میں تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"جس زمانے میں قرآن مجید نازل ہوا ہے، اُس دور کے اسالیب بیان میں اِس طرح کے حروف مقطعات کا استعمال عام طور پر معروف تھا۔ خطیب اور شعراء، دونوں اس اسلوب سے کام لیتے تھے۔ چنانچہ اب بھی کلام جاہلیت کے جو نمونے محفوظ ہیں، اُن میں اِس کی مثالیں ملتی ہیں۔ اس استعمال عام کی وجہ سے یہ مقطعات کوئی چیستاں نہ تھے، جس کے بولنے والے کے سوا کوئی سمجھتا نہ ہو، بلکہ سامعین بالعموم جانتے تھے کہ ان سے مُراد کیا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ قرآن کے خلاف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم عصر مخالفین میں سے کسی نے بھی یہ اعتراض کبھی نہیں کیا کہ یہ بے معنی حروف کیسے ہیں؟ جو تم سورتوں کے ابتدا میں بولتے ہو اور یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام سے بھی ایسی کوئی روایت منقول نہیں ہے کہ انہوں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کے معنی پوچھے ہوں۔ بعد میں یہ اسلوب عربی زبان میں متروک ہوتا چلا گیا اور اس بنا پر مفسرین کے لئے ان کے معنی متعین کرنا مشکل ہو گیا۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ نہ تو ان حروف کا مفہوم سمجھنے پر قرآن سے ہدایت حاصل کرنے کا انحصار ہے اور نہ یہی بات کہ اگر کوئی شخص اُن کے معنی نہ جانے گا تو اُس کے راہ راست پانے میں کوئی نقص رہ جائے گا۔ لہٰذا ایک عام ناظر کے لئے کچھ ضروری نہیں کہ وہ ان کی تحقیق میں سرگرداں ہوں۔"

اس کے برعکس امین احسن اِصلاحی صاحب تدبّر قرآن کی جلد اوّل میں حروف مقطعات کی تفصیل بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں :-

"جب تک تمام حروف کے معانی کی تحقیق ہو کر ہر پہلو سے اُن ناموں اور اُن سے موسوم سورتوں کی مناسبت واضح نہ ہو جائے، اُس وقت تک اُس پر ایک نظریہ سے زیادہ اعتماد کر لینا صحیح نہیں ہوگا۔ یہ محض علوم قرآن کے قدر دانوں کے لئے ایک اشارہ ہے۔ جو لوگ مزید تحقیق و جستجو کی ہمت رکھتے ہیں۔ وہ اس راہ میں قسمت آزمائی کریں۔ شاید

اللہ تعالیٰ اس راہ سے یہ مشکل آسان کر دے۔"

لہذا ہم دیکھتے ہیں کہ مزید تحقیق و جستجو کی ہمت رکھنے والوں نے اس راہ میں قسمت آزمائی کی۔ کیونکہ تجسس انسان کی فطرت ہے۔ وہ حق کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے۔ علم کے بحرِ زخار میں غوطے لگا کر معنی و مطالب کے موتی چن چن کر لاتا ہے۔ اسی جستجو اور تلاش کی ایک منزل میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ان حروف مقطعات پر روشنی ڈالتے ہوئے انھیں حروف نورانی سے تعبیر کیا۔ کیونکہ ان میں سے بعض کا تعلق اسماء و صفات الٰہیہ ہے۔ مثلاً

الف سے اللہ، احد، اولیٰ، اوّل، آخر، اکرام، اکرم، اکبر،

ح سے حکیم، حاکم، حکم، حلیم، حفیظ، حسیب، حبیب، حق، حمید، حامد، حیّ،

ر سے رحیم، رحمٰن، رزاق، رازق، رافع، رؤف، راشد، رشید،

س سے سلام، سمیع، سبوح،

ص سے صمد، صبور،

ط سے طیب،

ع سے عزیز، عدل، عادل، عظیم علیم، علی، عالی، عفو،

ق سے قادر، قدیر، قیوّم، قدّوس، قہّار، قابض، قوی،

ک سے کریم، کبیر،

ل سے لطیف

م سے مَلِکْ، مالکْ، مُلکْ، مومن، مہیمن، متکبّر، مصوّر، مبدی، معید، محی، ممیت، ماجد، مقتدر، مقدم، موخر، متعال، منعم، منتقم، مُقسط، مغنی، مانع، مجید، محُسن، مختار، معزّ، مذل، مقیت متین،

ان حروف نورانی یا حروف مقطعات کے تعلق سے بعض عارفین سے منقول ہے کہ ان حروف کو اپنے پاس رکھنے والا تمام آفات و بلیات سے محفوظ رہتا ہے، اُسے رزق ملتا ہے، اُس کی حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔ وہ دشمنوں اور گزندوں سے امن و امان میں رہتا ہے۔ سفر میں ان کا وِرد کرنے والا مسافر سفر سے صحیح و سالم واپس لوٹتا ہے اور عارفین کا یہ قول اپنی جگہ درست ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ خود قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ "اور اللہ تعالیٰ کے نام بڑے عمدہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کو اُن ناموں سے پکارو" کیوں کہ ان ناموں کو پکارنے سے ایمان تازہ ہوتا ہے، رُوح کو سکون ملتا ہے اور قلب کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اللہ

تعالیٰ کے ناموں کا وِرد ایمانی فتوحات کے دروازے کھولتا ہے۔ استعانت کے ساتھ صراط مستقیم کی جانب راہبری کرتا ہے۔ مگر یہ سب کچھ اُس وقت ہوتا ہے۔ جب دل کی گہرائی سے اُن ناموں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جائے پورے فکر اور تدبّر کے ساتھ اُن ناموں اور صفات کے ساتھ اُسے پکارا جائے، تب پکارنے والا، یاد کرنے والا محسوس کرتا ہے کہ سچ مچ اللہ کی ذات اُس کی شہ رگ سے بھی قریب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ کہتے سنا:

یَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ

اے عظمت والے اور اے احسان اور اکرام کے مالک

تو آپ نے فرمایا: تیری دعا قبول کی جائے گی۔ اب تو (جو چاہے) مانگ

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گذرے جو

یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ کہہ رہا تھا، آپ نے اُس سے فرمایا:

"(جو چاہے) مانگ اللہ تعالیٰ کی نگاہ کرم تیری طرف ہے"

حروف مقطعات سے معلوم ہوتا ہے کہ نزول قرآن کے دور میں خطیب اپنے خطبات میں اور شاعر اپنے کلام میں اس قسم کے حروف استعمال کرتے تھے، مگر رفتہ رفتہ یہ اسلوب متروک ہوتا چلا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عربی زبان نے جو ارتقائی منازل طے کئے اُن میں قدیم اسالیب ترک کر دیئے گئے۔ مگر قرآن کا اندازِ تخاطب، اُس کا اسلوب اور اس کا زورِ بیان پندرہ سو سال بعد بھی جوں کا توں برقرار ہے۔ اُس کی فصاحت اور بلاغت کی معجز نمائی آج بھی جلوہ گر ہے۔ آج امرالقیس، عمرو بن کلثوم، زہیر اور لبید جیسے شعراء، اور قیس بن ساعدہ جیسے بلند پایہ خطیبوں کی ٹیکسالی زبان اس وقت کہیں بھی رائج نہیں، کیونکہ عرب شام اور مصر میں جو عربی لکھی اور بولی، پڑھی جاتی ہے، یا عرب ممالک میں آج جو عربی زبان رائج اور مقبول ہے، وہ عربی زبان قرآن کی زبان سے بالکل مختلف ہے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ عربی زبان میں امتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ جو انقلاب عظیم پیدا ہوا۔ قرآن کی زبان اُس عظیم انقلاب سے ذرّہ برابر بھی متاثر نہیں ہوئی آج بھی قرآن کا اسلوب اپنے اندر ایک انفرادیت رکھتا ہے۔ زمانہ بدلا، زمانے کے ساتھ ساتھ زبان کے رنگ ڈھنگ بھی بدلے، مگر نہیں بدلا تو قرآن کا اسلوب نہیں بدلا، اپنی اسی انفرادیت کی وجہ سے اہلِ زبان کو یہ چیلنج دیا گیا کہ تم اس کی مانند ایک ہی سورہ بنا لاؤ اپنے سارے ہمنواؤں کو بلاؤ، ایک اللہ کو چھوڑ کر باقی جس جس کی چاہو مدد لو، اگر تم سچے ہو تو یہ کام کر دکھاؤ۔ اس چیلنج کے باوجود عرب کے اہل زبان جو فصاحت و بلاغت کو اپنی زبان کا اعجاز سمجھتے تھے۔ وہ قرآن کے اس چیلنج کے سامنے عاجز، قاصر اور مجبور تھے۔ عرب کے اہل زبان کی مجبوری کا اندازہ اس ادنیٰ واقعہ سے ہوتا ہے۔

شعرائے سبعہ معلقہ میں لبید آخری شاعر تھے۔ اُن کے ایک شعر پر سوق عکاظ میں تمام شعرائے وقت

نے اُن کو سجدہ کیا اور عرب کی روایت کے مطابق، بطور اعزاز ان کا قصیدہ خانۂ کعبہ پر آویزاں کیا گیا۔ یہی لبید
بعد میں مسلمان ہو گئے۔ مسلمان ہونے کے بعد انھوں نے شعر کہنا ترک کر دیا۔ جو شاعر تمام عرب شعراء کا مسجود،
وقت کا ملک الشعراء، اور عرب کی فصاحت و بلاغت کا مظہر کامل ہو۔ اُس کے یوں ترک شعر پر لوگوں کو بڑا
تعجب ہوا۔ کسی نے اُن سے پوچھا کہ اب آپ شعر نہیں کہتے؟ اُس کے جواب میں انھوں نے فرمایا: کیا قرآن
نازل ہونے کے بعد بھی اس کے لئے گنجائش باقی رہتی ہے؟"

قرآن کے اعجاز بلاغت کے آگے سرافگندگی اور سپر اندازی کا اظہار و اعتراف اُس عظیم
شاعر کی طرف سے تھا جو اپنے زمانے کا ملک الشعراء تھا، جو عرب کی فصاحت اور بلاغت کا نشان اور علم تھا،
جس کے ایک شعر پر سوق عکاظ میں تمام شعرائے وقت نے سجدہ کیا مگر آخر میں وہ خود قرآن کے آگے سر بسجود ہو گیا۔
اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ لبید نے قرآن کو سجدہ نہیں کیا بلکہ عرب کی فصاحت اور بلاغت قرآن کی فصاحت
اور بلاغت کے آگے سرنگوں ہو گئی۔

اس پوری تفصیل کا لب لباب یہ ہے کہ قرآنی حروف مقطعات نہ صرف اُس دور کے اسالیب
کا احاطہ کرتے ہیں بلکہ اپنی ندرت اور جودت کا بھی اظہار کرتے ہیں ایک طرف ان سے پتہ چلتا ہے کہ یہ وہی قدیم
حروف ہیں جنہیں قدیم مصریوں نے اخذ کیا، جو عبرانی سے عربی میں آئے اور عربی زبان کا جزو لاینفک بن گئے
دوسری جانب یہ حروف عنوان کی حیثیت رکھتے ہیں جن سے سورتوں کے معانی مطالب یا اشاروں کو سمجھنے میں
مدد ملتی ہے اور تیسری طرف یہ حروف اسماء صفات الٰہیہ کے ذکر کا سبب بنتے ہیں۔ جن کے ورد سے دل
و دماغ کے بند دروازے کھل جاتے ہیں، گویا یہ حروف کلیدی حیثیت کے حامل ہیں ممکن ہے مزید تحقیق و
جستجو ان حروف پر سے اور بھی پردے اٹھائیں اور ہمارے سامنے ان حروف کے نت نئے ایجاز و اعجاز
کھل کر سامنے آئیں۔ وَمَا تَوْفِيْقِىْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ

○ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا قول ہے: "ہر کتاب میں ایک راز ہوتا ہے اور
قرآن کریم کا راز حروف مقطعات ہیں"

○ حضرت علیؓ کا قول ہے: "ہر کتاب میں ایک بات منتخب ہوتی ہے
اور قرآن کی چیدہ و برگزیدہ چیز حروف تہجی ہیں۔"
اس قول میں اُن حروف تہجی کی جانب اشارہ ہے جو بطور حروف
مقطعات قرآن مجید میں استعمال ہوئے ہیں۔

○ امام شعبیؒ نے حروف مقطعات کو قرآن کریم کے
اسرار سے تعبیر کیا ہے

کیا ؟

آپ اپنے عزیز و اقارب اور دوست احباب کو "قرآن کے مطالعہ سے" بطور تحفہ ارسال کرنا چاہتے ہیں؟
از راہ کرم ذیل کے فارم کی خانہ پری کرکے "دانشکدہ" کے پتے پر ارسال کیجئے۔
اندرونی ملک کے لئے فی مجلہ سات روپے اور بیرونی ملک کے لئے فی مجلہ پندرہ ۱۵ روپے بذریعہ منی آرڈر/کراس چیک/بینک ڈرافٹ/پوسٹل آرڈر دانشکدہ کے نام پر ارسال کیجئے۔ اگر روپیہ بذریعہ ایم او ارسال کیا ہے تو اس کی رسید مندرجہ ذیل فارم کے ساتھ منسلک کر دیجئے۔ یا کراس چیک/بینک ڈرافٹ/پوسٹل آرڈر فارم کے ساتھ منسلک کیجئے۔
روپیہ ملتے ہی آپ کے بھیجے ہوئے پتے پر "قرآن کے مطالعہ سے" بذریعہ رجسٹری بک پوسٹ ارسال کر دیا جائیگا۔
نام اور پتہ صاف صاف اور خوشخط لکھئے۔ مکمل پتہ لکھئے۔ پن کوڈ نمبر ضرور لکھئے۔

یہاں سے کاٹیے ----------------------------------- یہاں سے کاٹیے

ناظم نشر و اشاعت
دانشکدہ
بی - ۸ پرتاپ نگر
۲۲۵، لال بہادر شاستری مارگ
کرلا، بمبئی ۴۰۰۰۷۰

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

از راہ کرم "قرآن کے مطالعہ سے" کی ______ کاپی/کاپیاں مندرجہ ذیل پتے پر بذریعہ رجسٹری بک پوسٹ ارسال کریں۔ مبلغ ______ روپے بذریعہ ایم او مورخہ ______ کو ارسال کئے جا چکے ہیں، جس کی رسید نمبر ______ اس فارم کے ساتھ منسلک ہے۔
کراس چیک/بینک ڈرافٹ/پوسٹل آرڈر نمبر ______ اس فارم کے ساتھ منسلک ہے۔

دستخط ______

۱ - روپیہ بھیجنے والے کا پورا نام: ______

۲ - روپیہ بھیجنے والے کا پورا پتہ: ______

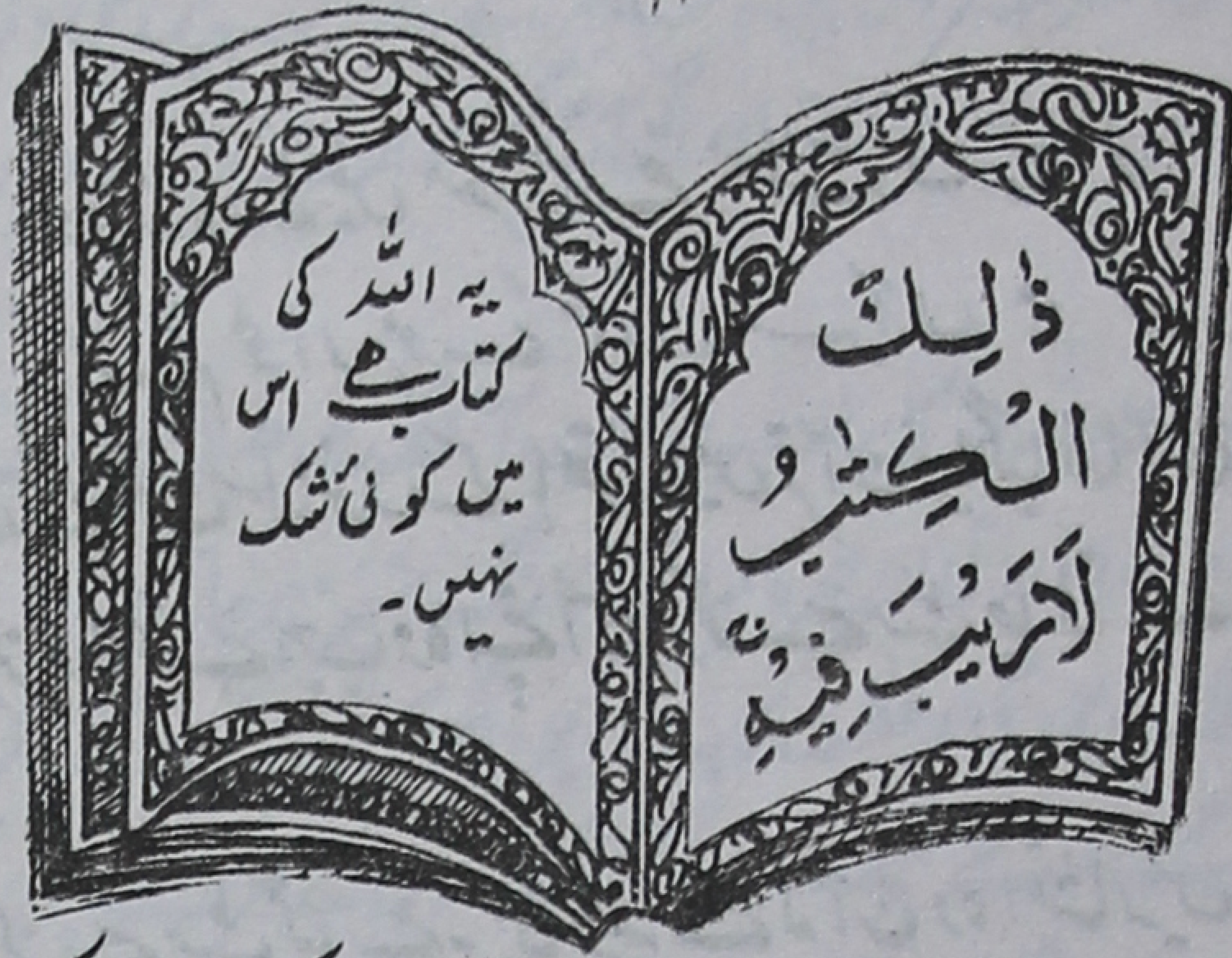
______

______

۳ - جس کے نام "قرآن کے مطالعہ سے" ارسال کرنا ہے اس کا پورا نام: ______

۴ - جس کے نام قرآن کے مطالعہ سے ارسال کرنا ہے
اس کا پورا پتہ: ______

______



"یہ اللہ کی کتاب ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں"

قرآن مجید سورۂ فاتحہ سے شروع ہوتا ہے۔ اس سورہ میں بندہ پہلے اپنے رب کی حمد و ثنا کرتا ہے۔ پھر اس سے اعانت طلب کرتا ہے، سیدھے راستے پر چلنے کی ہدایت طلب کرتا ہے، ان لوگوں کے راستے پر چلنے کی ہدایت مانگتا ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل کیا، جن کو رب العالمین نے اپنے انعام سے نوازا، جو معتوب اور مغضوب نہیں ہوئے، گمراہ نہیں ہوئے۔

اس دعا کے جواب میں اللہ تبارک و تعالیٰ پورا قرآن اس کے سامنے رکھ دیتا ہے کہ یہ ہے وہ صحیفۂ ہدایت جو تیری اعانت کرے گا، تجھے سیدھا راستہ بتائے گا کیوں کہ میں نے انھی لوگوں پر اپنا فضل کیا ہے، جنھوں نے اس صحیفۂ ہدایت پر عمل کیا۔ میں نے انھی لوگوں کو انعام سے نوازا ہے جنھوں نے اس کتاب کو اپنا معاون اور مددگار بنایا، اور وہی لوگ معتوب، مغضوب اور گمراہ نہیں ہوئے، جنھوں نے اس کتاب کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی کتاب جان کر اس کی تعلیمات سے اپنی زندگی کو سنوارا۔

اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے کہ بے شک قرآن عظیم میری کتاب ہے۔ میں نے یہ کتاب اپنے محبوب، اپنے رسول حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے نازل کی، اور پیغمبر اسلامؐ نے ہدایت اور راہ نمائی کے لئے یہ کتاب ہدایت تمہارے ہاتھوں میں دی تاکہ تم اللہ تبارک و تعالیٰ کی استعانت حاصل کر سکو، صراطِ مستقیم کی ہدایت پا سکو اور اس کے انعام و اکرام سے مالا مال ہو سکو۔

انسان جب چلنے پھرنے سے معذور ہو جاتا ہے، یا کسی وجہ سے اپاہج یا محتاج ہو جاتا ہے، تب ڈاکٹر اس کے ہاتھ میں لکڑی یا بیساکھی دیتا ہے اور استعمال کا طریقہ بتا کر اس کے بارے میں چند ہدایات دیتا ہے تاکہ وہ لکڑی یا بیساکھی کے صحیح استعمال سے واقف ہو سکے، ٹھیک طور پر چل پھر سکے، چلنے پھرنے میں اسے تکلیف نہ ہو، وہ ٹھوکریں نہ کھائے، اب معذور، محتاج یا اپاہج اس بیساکھی یا لکڑی کو اٹھا کر ایک کونے میں رکھ دے، یا یہ جان کر کہ یہ بہت کام کی چیز ہے اُسے خوبصورت اور قیمتی کپڑے میں لپیٹ کر الماری میں بند کر دے یا ڈاکٹر کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق لکڑی یا بیساکھی کا استعمال نہ کرے اور چلنے پھرنے کے وقت لڑکھڑائے تو اس میں دوش کس کا۔۔۔؟

بس یہی حال اس قوم کا ہے، جس کے ہاتھوں میں قرآن ہے۔ کل تک جس قوم نے حاملِ قرآن کی حیثیت سے پوری دنیا پر حکمرانی کی، آج وہی قوم تارکِ قرآن ہو کر محکوم بن گئی ہے ۝

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

کیوں کہ جس مقصد کے تحت مسلمانوں کے ہاتھوں میں قرآن دیا گیا تھا آج مسلمان اُس مقصد سے ہٹ گئے۔ دنیا کی ہر چیز اپنے مرکز پر قائم ہے۔ جب وہ اپنے اصلی مرکز سے ہٹ جاتی ہے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت اس کو سہارا نہیں دے سکتی۔

مسلمان بھی اپنے مرکز سے ہٹ گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج وہ انتشار میں مبتلا ہے، راندۂ درگاہ ہے اور در در کی ٹھوکریں کھا رہا ہے۔

کیوں کہ آج حاملِ قرآن، قرآن کو طاقوں میں سجاتے ہیں، آنکھوں سے لگاتے ہیں، تعویذ بنا کر دھو دھو کے پلاتے ہیں، گلے میں پہنتے ہیں، ہاتھوں پہ باندھتے ہیں، حریر و ریشم کے جز دانوں میں باندھ کر اس کو طاقوں میں سجاتے ہیں، عطر کی خوشبو سے مہکاتے ہیں۔ اپنے بچوں کو طوطا مینا کی طرح رٹاتے ہیں۔

وہ قرآن مجید کو ہدایت کا سرچشمہ سمجھنے کی بجائے اسے صرف خیر و برکت کے حصول کی ایک کتاب سمجھتے ہیں، زندگی کے مسائل سے قرآن کا تعلق صرف اس قدر رہ گیا ہے کہ نزع کے وقت اس کی تلاوت سے جاں کنی کی سختیوں کو آسان کیا جائے اور مرنے کے بعد اس کے ذریعے سے میت کو ثواب پہونچایا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ آج مسلمان خوار، ذلیل، اور رسوا ہو رہا ہے۔ عرب، امریکہ کے ہاتھوں کٹھ پتلی بنا ہوا ہے، اسرائیل جیسی مغضوب اور معتوب قوم اُس پر حاوی ہے۔ ایران اور عراق ایک دوسرے کو نیست و نابود کرنے پر تلے ہیں۔ ہندوستان میں مسلمان گاجر مولی کی طرح کٹ رہا ہے۔ اِس کی واحد وجہ یہی ہے کہ مسلمان خوار ہوا تارکِ قرآں ہو کر۔

جب اللہ جلّ شانہٗ نے قرآن مجید کو لوحِ محفوظ سے زمین پر اتارنا چاہا تو سب سے پہلے اُس نے اپنی ساری مخلوق سے معلوم کیا کہ کون اِس کا متحمل ہو سکتا ہے، اس وقت دنیا کی تمام مخلوق کانپ اٹھی، لرز اٹھی یہاں تک کہ آسمان سے باتیں کرنے والے دیو ہیکل پہاڑ بھی تھرا گئے۔ کلام اللہ کی اس تاثیر کو خود قرآن نے ایک تمثیل میں اس طرح بیان کیا ہے کہ اگر ہم قرآن کو پہاڑ جیسی سخت چیز پر بھی اتارتے تو وہ خشیتِ الٰہی سے پھٹ کر پارہ پارہ ہو جاتا، اس وقت انسان نے کہا کہ میرا دل عرش، ربِّ جلیل ہے۔ میں اس کا متحمل ہو سکتا ہوں۔ اس وقت یہ عظیم کتاب اُس کے ہاتھوں میں سونپ دی گئی۔

قرآن کی عظمت اور بزرگی کا اندازہ صرف اِس ایک بات سے ہوتا ہے کہ کڑاکے کی سردی میں جب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم پر وحی کے ذریعے کوئی سورہ یا آیت نازل ہوتی، تب آپؐ پسینہ پسینہ ہو جاتے، چہرۂ انور فق ہو جاتا اور پیاس کی شدت سے آپؐ بے حال ہو جاتے، اور اگر اس وقت آپ ناقہ پر سوار ہوتے تو ناقہ بیٹھنے پر مجبور ہو جاتی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سخت جاڑے کے موسم میں بھی وحی آپ پر نازل ہوتی تو (اس کے شدید بارسے) آپ کی پیشانی سے پسینہ پھوٹ نکلتا اور اگر آپ کسی سواری پر ہوتے تو سواری بوجھ کے مارے زمین پر بیٹھ جاتی۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ پر وحی نازل ہوتی تو آپ پر سخت کیفیتِ اضطراب پیدا ہو جاتی اور چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہو جاتا۔

ایسی کتاب جس کے جاہ وجلال، بزرگی وعظمت کا یہ حال ہو، اُس کتاب پر کون شک کر سکتا ہے؟ ہاں۔ بائبل، توراۃ، زبور، اور دیگر آسمانی صحیفے اس لئے مشکوک ہو گئے کہ اُن قوموں کے افراد نے اپنی مرضی سے اُن میں تحریف کی، ترمیم کی، تنسیخ کی اور ردّ و بدل کیا اس لئے بے شک ان کتابوں پر یقین نہیں کیا جا سکتا مگر قرآنِ حکیم پر کوئی ذرہ برابر شک نہیں کر سکتا، کیوں کہ خود اللہ حافظ نے اس کی حفاظت اپنے ذمہ لی ہے۔ اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے کہ ہم نے قرآن نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں، اور دوسری جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ جھوٹ اس میں داخل نہیں ہو سکے گا، نہ آگے سے، نہ پیچھے سے، کیوں کہ اِس کو خداوند کریم نے نازل فرمایا ہے۔

جس صحیفۂ ہدایت کا حافظ خود اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ہو، اس کتاب پر کون شک کر سکتا ہے۔ سر ولیم میور نے "لائف آف محمدؐ" میں لکھا ہے کہ دنیا میں آسمان کے نیچے قرآن کے علاوہ اور کوئی مذہبی کتاب ایسی نہیں ہے، جس کا متن ابتدا سے لے کر اس وقت تک تحریف سے پاک رہا ہو۔

مشہور جرمن مستشرق وان کریم کہتا ہے کہ ہم قرآن کو بالکل اسی طرح محمدؐ کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کا مجموعہ یقین کرتے ہیں جس طرح مسلمان اِسے خدا کا کلام سمجھتے ہیں، یعنی اُس کے غیر محرّف ہونے کا کامل یقین رکھتے ہیں۔

ان حقائق کے باوجود اگر اس کتاب پر کوئی شک کرے تو اسے نادانی کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ "بے شک یہ میری کتاب ہے جو میں نے ہدایت کے طور پر تمہارے ہاتھوں میں دی، یہ کتاب روشنی کا مینار ہے، چراغِ ہدایت ہے، اس کی روشنی میں تم سچی اور سیدھی راہ چلو اور فلاح پاؤ۔"

گرونانک صاحب اپنے گرنتھ میں فرماتے ہیں:

"توریت، زبور، انجیل ترے پڑھ سن ڈٹھے وید، رہی قرآن کتاب کل یگ میں پروار۔"

گرونانک فرماتے ہیں کہ توریت، زبور، انجیل، وید ہر کتاب خود بھی پڑھا اور دوسروں سے پڑھ کر سنا بھی۔ اس یگ کے دور میں اگر کوئی کتاب دنیا کو گناہوں سے بچا سکتی ہے تو وہ صرف قرآن ہے۔"

(جنم ساکھی کلاں ص ۱۴۷)

ترتیب قرآن کے وقت اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیت کو قرآن مجید کے بالکل شروع ہی میں کیوں رکھا ؟ یا احکم الحاکمین کی وہ کون سی حکمت تھی کہ اس نے قرآن مجید کے بالکل ابتدا ہی میں یہ بات کہہ دی کہ "بے شک یہ اللہ کی کتاب ہے"۔ یا یہ کہ اللہ کی کتاب ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ آیئے اس امر کی تہ میں جانے سے پہلے اپنی دنیاوی زندگی سے ایک مثال آپ کے سامنے پیش کروں۔

فرض کیجئے، آپ تاجر یا صنّاع ہیں۔ جب آپ اپنی نئی مصنوعات بازار میں بغرض فروخت لاتے ہیں تو ڈیلر کو ان کی تمام خصوصیات اور خوبیوں سے آگاہ کرتے ہیں تاکہ دوکان دار کو آپ کی مصنوعات فروخت کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہ ہو اور وہ اپنے گاہکوں کو ہر طرح سے مطمئن کر سکے۔ آپ یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ بازار میں ایسی ہی اشیار کی مانگ زیادہ ہوتی ہے جن کے بارے میں گاہک کو ہر طرح کا اطمینان ہوتا ہے۔

جب اللہ جل شانہٗ زندگی کا ایک جلیل القدر آئین، مکمل ضابطۂ حیات اپنے بندوں کے ہاتھ میں دیتا ہے اور یہ جان کر دیتا ہے کہ اب اس کے بعد کوئی کامل نظام بذریعہ وحی نازل ہونے والا نہیں تو وہ ابتدا ہی میں اپنے بندوں کو اطمینانِ قلب کی خاطر آگاہ کر دیتا ہے کہ دیکھو یہ کوئی ایسی ویسی کتاب نہیں، بلکہ یہ ایک مقدس آسمانی صحیفۂ ہدایت ہے۔ یہ اللہ کا کلام ہے، اور اللہ اپنے اِس کلام کو تمہارے سپرد کر رہا ہے، تم اِسے قبول کرنے میں پس و پیش نہ کرنا، لہٰذا جن لوگوں کے دل و دماغ پر مہر نہیں لگی تھی، یا جن کی آنکھوں پر پردہ نہیں پڑا تھا، انھوں نے بے چون چرا کلام اللہ کو قبول کیا۔ اُسے اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب سمجھا اور اس پر ایمان لے آئے، اور جن کے دل و دماغ پر مہر لگی ہوئی تھی، یا جن کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا تھا، وہ اِس سے رُو گردانی کرتے رہے۔

قرآن مجید عرب کی سرزمین پر نازل ہوا، جہاں کے لوگوں کی زبان عربی تھی۔ فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے عربوں کو اپنی زبان پر بڑا ناز اور فخر تھا۔ اور اللہ تبارک و تعالےٰ نے قرآن مجید اسی زبان میں نازل فرمایا جو زبان فصاحت اور بلاغت کے اعتبار سے معجزے کی حد کو پہونچی ہوئی تھی۔ ذرا غور فرمایئے، جب آپ کسی فصیح اور بلیغ کر عالم کے سامنے محوِ گفتگو ہوتے ہیں تو اس بات کی ضرور کوشش کرتے ہیں کہ آپ بھی اپنی فصیح تر اور بلیغ تر گفتگو سے اُسے مرعوب کر دیں تو پھر یہاں عبد اور معبود کا سوال تھا۔ معبود اُن عُبّاد کے ہاتھوں میں کتاب دے رہا تھا جن کی زبان فصاحت اور بلاغت کے اعتبار سے اُن کا ایک اعجاز تھی۔ لہٰذا اللہ جل شانہٗ نے ایسی فصیح اور بلیغ زبان میں قرآن نازل فرمایا کہ عبد کا اعجاز معبود کے سامنے عاجز ہو گیا۔

یہ تھی وہ حکمتِ الٰہی کہ ترتیب قرآن کے وقت اس آیت کو شروع میں رکھ کر اپنے بندوں کو آگاہ کر دیا کہ فصیح اور بلیغ شاعر لَبید کا یہ کلام نہیں ہے جسے تم نے خدائے سخن جان کر سجدہ کیا تھا، بلکہ یہ اس مالکِ کون و مکاں کا کلام ہے جس نے تم کو فصاحت و بلاغت عطا کی، اس لئے اُس کے کلام میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہ تم مان لو کہ یہ اللہ کا کلام ہے، اور اس پر بھی بضد ہو تو اس کی مانند صرف ایک ہی سورۃ بنا لاؤ۔

اس سے پہلے کہ میں کلام مجید کے اعجاز کی بات آپ کے سامنے بیان کروں عربی زبان کی فصاحت اور بلاغت کا ایک ادبی واقعہ گوش گذار کرادوں، جس کا اشارہ میں نے ابھی اوپر کیا۔ اس واقعہ سے عربی زبان کی اہمیت روز روشن کی طرح واضح ہو کر آپ کے سامنے آئے گی۔

لَبِید شعرائے سبعہ معلقہ میں آخری شاعر تھا۔ اس کے ایک شعر پر سُوقِ عکاظ میں تمام شعرائے وقت نے اس کو سجدہ کیا تھا اور عرب کی روایت کے مطابق اعزاز کے طور پر اس کا قصیدہ خانۂ کعبہ پر آویزاں کیا گیا۔ لُبید جب مسلمان ہو گیا تو اس نے شعر کہنا ترک کر دیا۔ جو شاعر تمام عرب کا مسجودِ سخن ہو۔ وقت کا ملک الشعراء اور عرب کی فصاحت اور بلاغت کا مظہر کامل ہو، اُس کے یوں ترکِ شاعری پر لوگوں کو بڑا تعجب ہوا۔ کسی نے اُس سے پوچھا کہ اب آپ شعر کیوں نہیں کہتے؟ اُس نے جواب دیا:

"کیا قرآن کے نازل ہونے کے بعد اس کے لئے گنجائش باقی رہ گئی ہے؟"

قرآن کے اعجاز بلاغت کے آگے سرافگندگی اور سپر اندازی کا یہ اظہار اور اعتراف اس عظیم شاعر کی طرف سے ہے جو اپنے زمانے میں جیسا کہ گذرا عرب کی فصاحت اور بلاغت کا نشان اور عَلم تھا۔ جب وہ اس طرح قرآن کے آگے سر بہ سجود ہو گیا تو اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ عرب کی تمام تر فصاحت اور بلاغت نے قرآن کی فصاحت اور بلاغت کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے۔

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ بے شک قرآن اللہ کا کلام ہے اور اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس کے علاوہ دیگر ایسے کئی واقعات ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بے شک یہ اللہ کا کلام ہے۔ ان ہی واقعات میں سے ایک مشہور واقعہ تو حضرت عمر رضؓ بن خطاب کا ہے۔

قبولِ اسلام سے پہلے ایک روز حضرت عمر رضؓ بن خطاب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ لے کر گھر سے نکلے۔ ہاتھ میں ننگی تلوار تھی، راستے میں حضرت نعیم رضؓ بن عبد اللہ سے ملاقات ہوئی۔ نعیم رضؓ بن عبد اللہ نے جو خود بھی مسلمان ہو گئے تھے، آپؓ کے تیور دیکھ کر پوچھا:

"خیر تو ہے ۔۔! اتنے غصّے میں کہاں جا رہے ہو؟"

حضرت عمر رضؓ نے جواب دیا: "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔"

حضرت نعیم رضؓ نے کہا: "اگر یہ ارادہ ہے تو پہلے اپنے گھر کی خبر لو، کیوں کہ تمہاری بہن فاطمہ رضؓ اور تمہارے بہنوئی سعید رضؓ بن زید دونوں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔"

یہ سن کر حضرت عمر رضؓ الٹے پاؤں پھرے اور اپنی بہن کے گھر پہونچے۔ محمد حسین ہیکل اپنی تصنیف "عمر فاروق اعظم" میں لکھتے ہیں کہ وہاں اس وقت خبابؓ بن الارت ہاتھ میں قرآن پاک کے اجزاء لئے سعید رضؓ اور فاطمہ رضؓ کو سورۂ طٰہٰ پڑھا رہے تھے۔ حضرت عمر رضؓ کی آہٹ پا کر خباب ایک کمرے میں چھپ گئے اور فاطمہ رضؓ نے قرآن پاک کی

کے اجزا ء چھپا لئے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت خبابؓ کی آواز سن لی تھی۔ گھر میں آتے ہی کہنے لگے۔ "یہ کیا ہو رہا تھا۔؟"

حضرت فاطمہؓ نے کہا: "کچھ بھی نہیں۔"

حضرت عمرؓ بولے: "نہیں۔! خدا کی قسم مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ تم دونوں محمدؐ کا دین قبول کر لیا ہے۔"

یہ کہہ کر اپنے بہنوئی پر جھپٹے۔ بہن اپنے شوہر کو بچانے کی خاطر بیچ میں آئی تو انہیں اتنا مارا کہ وہ لہولہان ہو گئیں جب نوبت یہاں تک پہونچی تو وہ دونوں بولے: "ہاں۔! ہم مسلمان ہو گئے ہیں، اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے ہیں۔ اب تمہارا جو جی چاہے کر لو۔"

حضرت عمرؓ نے اپنی بہن کے جسم سے خون بہتے ہوئے دیکھا تو اپنی زیادتی پر نادم ہوئے۔ بہن کو محبت کی نگاہوں سے دیکھا اور بولے: "لاؤ مجھے دکھاؤ، جو ابھی تم پڑھ رہے تھے۔ دیکھوں تو سہی محمدؐ کیا لایا ہے؟"

بہن نے کہا: "ہمیں تم سے ڈر لگتا ہے۔"

حضرت عمرؓ بولے: لات وعزیٰ کی قسم۔! پڑھ کر واپس کر دوں گا۔"

فاطمہؓ نے وہ اجزاء آپ کے ہاتھوں میں دیئے۔ پڑھ کر بولے: "کتنا حسین۔! اور کیسا بزرگ کلام ہے۔!!"

مولانا شبلی نعمانی "الفاروق" میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ جب اس آیت پر پہونچے: سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ...... اس وقت ایک ایک لفظ پر ان کا دل مرعوب ہوتا جا رہا تھا، یہاں تک کہ جب اس آیت پر پہونچے "آمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ...... تو بے اختیار پکار اٹھے: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

حضرت عمرؓ کی زبان سے یہ کلمہ سن کر حضرت خبابؓ کمرے سے باہر آئے اور کہا: "خدا کی قسم۔! اے عمرؓ۔!! مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے تمہیں اپنے نبیؐ کی مدد کے لئے چن لیا ہے۔ میں نے کل رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو یہ دعا مانگتے سنا تھا کہ یا اللہ۔! ابوالحکم ابن ہشام یا عمر ابن خطاب کو قوتِ اسلام میں شامل کر دے، اور اے عمرؓ۔! خدا بہر حال خدا ہے۔"

حضرت عمرؓ نے کہا: "خبابؓ میری راہ نمائی کرو کہ میں اسلام لے آؤں"

خباب نے کہا: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ صفا کے قریب ارقمؓ کے مکان پر تشریف فرما ہیں۔"

حضرت عمرؓ ننگی تلوار ہاتھ میں لئے چل پڑے اور اقامت نبویؐ پر پہونچ کر دستک دی۔ آواز سن کر ایک صحابی اٹھے اور کواڑوں میں سے جھانک کر دیکھا تو حضرت عمرؓ کو ننگی تلوار لئے کھڑا پایا۔ وہ خوف زدہ واپس ہوئے۔ اور کہنے لگے: "یا رسول اللہ! باہر عمر بن خطاب برہنہ شمشیر لئے کھڑے ہیں۔"

حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب نے فرمایا: "آنے دو۔! اگر نیک ارادے سے آئے ہیں تو بہتر ہے ورنہ ان ہی کی تلوار سے ان کا کام تمام کر دوں گا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آنے دو۔!

صحابی نے حضرت عمرؓ کو اندر بلایا۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو آتا دیکھا تو اٹھے اور ایک کمرے میں آپ سے ملاقات کی۔ آپؐ نے حضرت عمرؓ کی چادر کا ایک کونا پکڑا اور زور سے جھٹکا دے کر فرمایا: "ابن خطاب۔! تم کس ارادے سے آئے ہو؟ خدا کی قسم۔! اگر تم نے زیادتی کی تو تم پر اللہ کا غضب نازل ہوگا۔"

حضرت عمرؓ نے جواب دیا: "یارسول اللہ۔! اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ اللہ، اللہ کے رسول اور اس کی وحی پر ایمان لاؤں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے فرمایا: "اللہ اکبر۔!"

صحابہ کرام سمجھ گئے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب ایمان لے آئے۔

حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام کی روایتوں میں سب سے مشہور روایت ہے۔

حضرت عمرؓ بن خطاب ہی پر موقوف نہیں بلکہ اُس زمانے کے بیشتر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین، قرآن شریف کی آیتوں کو سن کر حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔

ایک روز سرداران قریش کی محفل حرم میں جمی تھی، عتبہ، ابوجہل، ابوسفیان جیسے اکابر اس محفل میں شریک تھے اور ان سے کچھ دور سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ سردارانِ قریش میں عتبہ غیر معمولی شخصیت کا حامل، چرب زبان، فصیح اللسان، ذہین اور طباع تھا۔ دیگر سرداروں نے عتبہ کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تاکہ وہ آپؐ کو اپنی ذہانت، فراست، چرب زبانی اور فصیح اللسانی سے "سیدھی راہ" پر لے آئے۔ لہٰذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہونچ کر عتبہ نے کہا:

"محمدؐ۔! ایک بات سنو۔!! تم کیا چاہتے ہو؟ مکہ کی ریاست؟ نہیں۔! تو کیا پھر کسی بڑے گھرانے میں شادی کے طلب گار ہو؟ اچھا دولت کا ڈھیر چاہیئے؟ یقین مانو۔! ہمیں تم سے بڑی ہمدردی ہے۔ اگر یہ کچھ نہیں چاہیئے تو ضرور تم پر جن کا سایہ ہے۔ لیکن ہم اس کا علاج کراسکتے ہیں۔ پھر تم جلد اچھے ہوجاؤ گے، اور چلو ہم اس پر بھی راضی ہیں کہ تم مکہ پر حکمرانی کرو، جس چیز پر تم ہاں کردو گے، ہم اسے ضرور مہیا کریں گے۔"

رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے عتبہ کی فصیح وبلیغ تقریر غور سے سنی اور اس کے بعد یوں گویا ہوئے: "عتبہ تم اپنی کہہ چکے۔!"

عتبہ نے جواب دیا: "ہاں۔!"

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اچھا تو اب میری سنو۔! یہ کہہ کر آپؐ نے ان آیات کی تلاوت کی: "حٰمٓ۔! یہ بڑی مہربان اور رحم والی ہستی کی طرف سے بھیجی گئی ہے۔ یہ ایک نوشتہ ہے جس کی ایک ایک آیت نکھری ہوئی ہے۔ یہ قرآن ہے عربی زبان میں سمجھ بوجھ سے کام لینے والوں کے لئے، ایمان لانے

والوں کو بشارت سنانے والا اور انکار کرنے والوں کو تنبیہ کرنے والا، پس اُن (اہلِ مکّہ) میں سے اکثریت نے اس سے روگردانی کی اور سن کر نہیں دیتے اور کہتے ہیں کہ ہمارے دل اُس حقیقت کے مخالف ہیں جس کی طرف تم بلاتے ہو اور ہمارے کانوں میں گرانی ہے اور ہمارے اور تمہارے درمیان ایک روک حائل ہے۔ سو تم اپنی جگہ کام کرو، ہم اپنی جگہ کام کرتے ہیں۔"

(حٰمٓ سجدہ آیت ایک تا پانچ)

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح تلاوت فرماتے رہے۔ عتبہ اپنے دونوں ہاتھ زمین پر ٹکائے غور سے سنتا رہا۔ اتنے میں آیت سجدہ آئی تو آپؐ نے سجدہ کیا۔ پھر سر اٹھا کر فرمایا: "ابوالولید۔! میرا جواب تم نے سن لیا۔ اب تم جانو اور تمہارا کام۔"

بے چارہ عتبہ جو طاقتِ لسانی کے زعم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر رعب جمانے آیا تھا، خود مرعوب ہو گیا۔ منہ لٹکائے سردارانِ قریش کی جانب واپس ہوا تو اسے دیکھتے ہی سب بولے: "خدا کی قسم عتبہ کا چہرہ بدلا ہوا ہے۔ یہ وہ صورت نہیں جسے لے کر گیا تھا۔"

انھوں نے اس سے پوچھا: "کیا سن آئے۔؟"

عتبہ نے جواب دیا: "خدا کی قسم۔! میں نے ایسا کلام سُنا کہ کبھی اس سے پہلے نہ سنا تھا۔ لات و عُزّٰی کی قسم! نہ یہ شعر ہے، نہ سحر ہے، نہ کہانت ہے۔ اے سردارانِ قریش۔! میری بات مانو اور اس شخص کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کلام رنگ لا کر رہے گا۔ فرض کرو اگر عرب اس پر غالب آگئے تو اپنے بھائی کے خلاف ہاتھ اٹھانے سے بچ جاؤ گے اور دوسرے اس سے نمٹ لیں گے، لیکن اگر وہ عرب پر غالب آگیا تو اس کی بادشاہی تمہاری بادشاہی اور اس کی عزت تمہاری عزت ہو گی۔"

اس طرح عتبہ اپنے مشن میں ناکام ہو گیا۔ اس کی ناکامی کوئی معمولی بات نہ تھی۔ کیوں کہ یہ قریش کی ناکامی تھی۔ سردارانِ باطل کی شکست تھی، کفّارانِ مکّہ کی ہار تھی۔

کلام اللہ کی اثر آفرینی کی یہ ایک مثال نہیں، بلکہ ایسے کئی واقعات سے تاریخ بھری پڑی ہے جن کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام ایسا ہے کہ اس کو سمجھنے والے تو اس کو سن کر متاثر ہوتے ہی ہیں، نہ سمجھنے والے بھی اس سے اثر لئے بنا نہیں رہ سکتے۔ ایسا ہی ایک واقعہ حضرت طفیلؓ بن عمرو دوسی کا ہے۔

طفیل بن عمرو دوسی اپنے قبیلہ کے سربرآوردہ شخص تھے۔ نئے دین کا شہرہ تھا۔ شعر و ادب سے لگاؤ تھا، رموز و نکات سے واقف تھے۔ نئے دین کا شہرہ سنا تو تماشا دیکھنے مکّہ چلے آئے۔ مکّہ پہونچے تو وہاں کے لوگ چمٹ گئے اور کہنے لگے: تم ہمارے شہر میں مہمان آئے ہو۔ اس لئے آگاہ کئے دیتے ہیں کہ اس شخص نے ہماری جماعت میں پھوٹ ڈال کر ہمارا شیرازہ منتشر کر دیا ہے اور ہم لوگوں کو بہت تنگ کر رکھا ہے۔ نہ معلوم اس کی زبان میں کیا جادو ہے جس کے ذریعے بیٹے کو باپ، بھائی کو بھائی سے اور بیوی کو شوہر سے جدا کر دیتا ہے۔ ہم کو خوف ہے کہ کہیں تم اور تمہاری قوم ہم لوگوں کی طرح اس کے دام میں نہ آجائے، اس لئے تم اس سے نہ ملو

اور نہ اس کی بات سنو۔ پہلے تو یہ قریش کی باتوں میں آ گئے اور کان میں روئی ٹھونسے پھرنے لگے کہ مبادا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز کانوں میں پڑ جائے۔ اس حالت میں ایک روز مسجدِ حرام کی طرف سے گذرے۔ اُس وقت آپؐ خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ کچھ آیتیں کانوں میں پڑ گئیں۔ جی نہ مانا۔ سوچا ذرا سنوں تو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا پڑھتے ہیں؟ کلام کے معائب اور محاسن تو میں خوب سمجھتا ہوں۔ فوراً پتہ چل جائے گا کہ کیسا کلام ہے۔ قریب کھڑے ہو کر کلام سنا تو مبہوت ہو کر رہ گئے۔ قرآن کے الفاظ کیا تھے، بجلیاں تھیں جنھوں نے دل کے خرمنِ کفر کو بھسم کر کے رکھ دیا۔ جلوۂ حیران سے آنکھ ہٹی تو دیکھا کہ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نماز ختم کر کے جا رہے ہیں۔ یہ بھی ساتھ ہو لئے۔ آپؐ کے ساتھ آپؐ کی قیام گاہ تک پہونچے اور اپنے آپ کو دامنِ اسلام میں گرا دیا۔ بعد کو خود کہا کرتے تھے کہ خدا کی قسم۔! آج تک اس سے بہتر کلام نہ میرے کانوں نے سنا اور نہ اس سے زیادہ عادلانہ مذہب کوئی دیکھا۔

ولید بن مغیرہ کے بارے میں قریش نے بہت چاہا کہ یہ اہم شخصیت کہیں اس کلامِ معجز نما کا شکار نہ ہو جائے۔ ان کو ہر طرح سے باز رکھنے کی کوشش کی، مگر ولید کا حال یہ تھا کہ ایک دفعہ آواز سنی تو جیسے شعلہ سا لپک گیا۔ قرآن کریم کے اسیر بن گئے۔ لوگوں نے پوچھا: "مغیرہ۔! یہ کیا ہوا؟" وہ کہنے لگے: "اس کلام نے دل موہ لیا۔ یہ انسانی کلام نہیں۔ اس کی بات خوبصورت اور اس کا انداز دل نشین ہے۔ یہ اس بار آور درخت کی طرح ہے جس کے اوپر کا حصّہ پھل دیتا ہے اور زیریں حصّہ گہرا ہوتا ہے۔ یہ غالب ہوگا اور ہرگز مغلوب نہ ہوگا۔ جو اس سے ٹکرائے گا پاش پاش ہو جائے گا۔

جبیرؓ ابن مطعم غزوۂ بدر کے بعد اپنے قیدی چھڑانے کے لئے مدینہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچے۔ اتفاق سے آپؐ نماز میں مصروف تھے اور سورۂ طور کی یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے:

"طور کی قسم۔! اس کتاب کی قسم جو لکھی ہے کشادہ اوراق میں، اور آباد گھروں کی قسم اور اونچی چھت کی قسم، اور ابلتے ہوئے دریاؤں کی قسم، بے شک تمہارے پروردگار کا عذاب آ کے رہے گا اور اُس وقت اسے کوئی نہ ٹال سکے گا۔"

جبیرؓ بھی پاس کھڑے ہو کر سننے لگے۔ تھوڑی دیر میں اُنھیں ایسے معلوم ہوا کہ جیسے بقول ان کے "میرا قلب پھٹ جائے گا۔" اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آخری آیت تلاوت فرمائی تو جبیرؓ پر کپکپی طاری ہو گئی اور خوف ہوا کہ کہیں اِسی وقت اللہ کا عذاب نازل نہ ہو جائے۔ اِس کے بعد یہ ایمان لے آئے۔

یہ حقائق اِس بات کا زندہ ثبوت ہیں کہ یہ ایک بزرگ قاصد کا کلام ہے اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں۔ یہ کاہن کا بھی کلام نہیں بلکہ یہ تو جہاں والے کے پروردگار کی طرف سے اترا ہے۔ خدا کی قسم۔! نہ یہ شعر ہے، نہ یہ کہانت ہے بلکہ شہنشاہوں کے شہنشاہ کا کلام ہے۔ اسی لئے ترتیب قرآن کے وقت اِس آیت کو ابتدا میں رکھ کر اپنے بندوں کے ذہنوں سے تمام شکوک مٹا دیئے اپنے کلام کی برتری کا اعلان کر دیا اور اہلِ زبان کو بتا دیا کہ اِس کی فصاحت اور بلاغت کے آگے تم اپنے آپ کو عاجز

اور مجبور پاؤ گے کیوں کہ " ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ " یہ اللہ کی کتاب ہے، اس میں کوئی شک نہیں:
ایک امر اور غور طلب ہے کہ جب ایک بات شک و شبہہ سے شروع ہوتی ہے تو دل و دماغ اس کو فوری طور پر قبول کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوتے، قدم قدم پر وسوسے شکوک، اور شبہات کا ہجوم ہوتا ہے اور واضح سے واضح بات پر بھی توہمات کی گرد چھائی ہوئی ملتی ہے، آسان سے آسان مسئلہ مشکل ترین معلوم ہوتا ہے، الجھنیں بڑھتی ہیں۔ اس کے برعکس اگر اسی بات کو کھلے دل سے، صاف ذہن سے شک و شبہہ سے دور رہ کر پرکھنے کی کوشش کرتے ہیں تو وہی بات اس طرح واضح اور صاف ہو کر سامنے آتی ہے جیسے مینہ کے قطروں سے پیڑ پودے دُھل کر اپنا جوبن لٹاتے ہیں۔ اسی لئے اللہ کے کلام کو ہر شک و شبہہ سے مبرا ہو کر سمجھنے کی کوشش کامیاب ہو سکتی ہے۔ مگر شکوک اور شبہات کے ساتھ اس کو پڑھنے اور سمجھنے کی جہد بالکل ایسی ہے جیسے دھندلے اور مکدّر آئینے کے سامنے کھڑے رہ کر اپنے خد و خال کو پرکھنے کی کوشش کرنا، یہی وجہ ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ نے ابتدا ہی میں دل و دماغ کو صاف کرنے کی ہدایت دی تاکہ شروع ہی سے قرآن شریف کو کھلے اور صاف دل سے یہ جان کر، یہ سمجھ کر پڑھا اور سمجھا جائے کہ بے شک یہ اللہ کا کلام ہے۔ یہ ایک بزرگ قاصد کا کلام ہے۔ یہ جہانوں کے پروردگار کا کلام ہے۔ یہ شہنشاہوں کے شہنشاہ کا کلام ہے۔ نہ یہ کسی شاعر کا کلام ہے اور نہ یہ شعر ہے۔ نہ یہ کسی ساحر کا کلام ہے اور نہ سحر ہے اور نہ یہ کسی کاہن کا کلام ہے اور نہ کہانت ہے۔ اس لئے اس میں کوئی شک کی گنجائش نہیں ہے اور جہاں تم نے شک کیا بس وہیں سے تمہارے ایمان کی بنیاد ہل گئی۔

بے شک قرآن اللہ کی کتاب ہے کیوں کہ :-

(۱) قرآن وہ کتاب ہے جو صاف لفظوں میں دعویٰ کرتی ہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور خدا کا کلام ہوں۔
(۲) قرآن وہ کتاب ہے جس کو ایسی مقدّس ہستی نے پیش کیا ہے جس کے وجود باوجود سے کسی کو انکار نہیں اور جس کی زندگی ہر قسم کے عیوب سے پاک ہے۔
(۳) قرآن وہ کتاب ہے جس نے انتہا درجہ کے تاریک دَور میں نازل ہو کر دنیا میں ظاہری اور باطنی روشنی پھیلائی اور علم و عمل، تہذیب و تمدّن کا عَلَم بلند کیا۔
(۴) قرآن وہ کتاب ہے جس نے نہایت زور کے ساتھ صاف صاف الفاظ میں تمام خلافِ عدل و تہذیب امور اور تمام معاصی کی تردید کی۔
(۵) قرآن وہ کتاب ہے جو علوم و شرائع کا سرچشمہ ہے۔
(۶) قرآن وہ کتاب ہے جس نے صاف الفاظ میں تمام برائیوں کو بیان کر دیا۔
(۷) قرآن وہ کتاب ہے جس کی مثل فصاحت اور بلاغتِ معنی و مطالب میں کسی اعتبار سے کوئی نہیں بنا سکا۔
(۸) قرآن وہ کتاب ہے جس نے ہر قسم کے مضامین کو تہذیب و متانت سے ادا کیا۔
(۹) قرآن وہ کتاب ہے جو اپنے زمانۂ نزول سے آج تک محفوظ ہے۔

(۱۰) قرآن وہ کتاب ہے کہ اس کے لکھنے والوں کی مسلسل سند قرآن کے زمانۂ نزول سے آج تک موجود ہے۔

(۱۱) قرآن وہ کتاب ہے جس کے زمانۂ نزول سے آج تک صحیح تاریخ مدون و مرتب موجود ہے۔

(۱۲) قرآن وہ کتاب ہے جس کے لاکھوں قاری رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک اپنی سند مسلسل رکھتے ہیں اور یہ اسناد ابتدا سے آج تک ہزاروں میں محفوظ ہے۔

(۱۳) قرآن وہ کتاب ہے کہ اس کے شارحین، یعنی علم حدیث و علم تفسیر و علم فقہ کے علماء، اپنی اسناد مسلسل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک رکھتے ہیں۔ اور ان کی اسناد ہر زمانہ اور ہر ملک میں کتب و سیر و تاریخ میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔

(۱۴) قرآن وہ کتاب ہے کہ اس سے قوانین دیوانی و مالی و فوجداری، زراعت و صنعت، تجارت و عبادات اور اعتقادات و معاملات کے متعلق لاتعداد مسائل نکالے گئے ہیں۔ صرف امام ابوحنیفہ رحؒ نے تیرہ لاکھ مسائل نکالے ہیں۔ باقی صدہا ائمہ گذرے ہیں۔

(۱۵) قرآن وہ کتاب ہے جس کے ترجمے پر ہر زمانے میں، ہر ملک اور ہر قوم کے موافق و مخالف علماء متفق رہے۔

(۱۶) قرآن وہ کتاب ہے جس سے ایک عالم متبحر اور ایک اَن پڑھ دونوں فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔

(۱۷) قرآن وہ کتاب ہے جس کے پڑھنے سے جی نہیں اکتاتا۔

(۱۸) قرآن وہ کتاب ہے جو حروف و الفاظ ثقیلہ و محاورات و امثال رکیکہ سے پاک ہے۔

(۱۹) قرآن وہ کتاب ہے جس کے حاملوں، کاتبوں، قاریوں، مفسروں، شارحوں کی مسلسل سوانح موجود ہے اور انکی شرح و علوم متعلقہ کے حاملوں کی بھی صحیح سوانح مسلسل موجود ہے۔ اس بات کا اعتراف غیر مذاہب کے علماء کو بھی ہے۔

(۲۰) قرآن وہ کتاب ہے جس کی تلاوت ہمیشہ سے چوبیس ۲۴ گھنٹے دنیا میں جاری رہی ہے۔ اور تا ابد جاری رہے گی۔

(۲۱) قرآن وہ کتاب ہے جس پر عمل چوبیس ۲۴ گھنٹے دنیا میں جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گا۔

(۲۲) قرآن وہ کتاب ہے جس کی حفاظت خود اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے ذمّہ لی ہے۔

(۲۳) قرآن وہ کتاب ہے جو تمام عالم میں مختلف طریقوں سے شائع ہوتی ہے، لیکن اس کے ایک لفظ میں بھی اختلاف نہیں۔

(۲۴) قرآن وہ کتاب ہے جس نے ملوکیت اور املاک پرستی کی تردید کی اور مجلسِ شوریٰ قائم کی یعنی دنیا میں جمہوریت کی داغ بیل ڈالی۔

(۲۵) قرآن وہ کتاب ہے جس نے مساوات کی تعلیم دی۔

(۲۶) قرآن وہ کتاب ہے جس نے توحید خالص کی اشاعت کی۔

(۲۷) قرآن وہ کتاب ہے جس نے سرمایہ داری کی مذمت کی۔

(۲۸) قرآن وہ کتاب ہے جس کی تعلیم فطرتِ انسانی اور عقلِ سلیم کے موافق ہے۔

(۲۹) قرآن وہ کتاب ہے جس نے استعمار پرستی اور جوع الارض کے لئے جنگ کرنا حرام قرار دیا۔

(۳۰) قرآن وہ کتاب ہے جس نے مکمل قانونِ وراثت، موافقِ عقل و فطرت پیش کیا۔

(۳۱) قرآن وہ کتاب ہے جس نے عورتوں کا احترام اور ان کے حقوق قائم کئے۔

(۳۲) قرآن وہ کتاب ہے جس نے غلاموں کی آزادی کا دروازہ کھولا۔

(۳۳) قرآن وہ کتاب ہے جس نے تحقیق و تدقیق و انکشافاتِ علمیہ کے دروازے کھولے۔

(۳۴) قرآن وہ کتاب ہے جس نے فرد اور جماعت دونوں کے لئے ترقی کی راہ کھولی اور مناسب ضوابط پیش کئے۔

(۳۵) قرآن وہ کتاب ہے جو ایک ایسی زبان میں ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔

(۳۶) قرآن وہ کتاب ہے جس کے مُنزّل مِن اللہ ہونے میں کسی اسلامی فرقے کو شک نہیں۔

(۳۷) قرآن وہ کتاب ہے جو صاحبِ کتاب کی حیات میں حفظ و تعلیم و تحریر و عمل ہر طرح سے اکثر اقصائے عالم میں شائع ہو گئی تھی۔

(۳۸) قرآن وہ کتاب ہے جس کی تفسیر اور تشریح خود صاحبِ کتاب نے کی اور لکھائی اور صاحبِ کتاب کے شاگردوں نے اسے قلمبند کیا اور ان بزرگوں نے خود بھی اس کی تفسیر کی۔

(۳۹) قرآن وہ کتاب ہے جس کی شرح کی حفاظت و نصرت کے لئے صدہا علوم ایجاد ہوئے۔

(۴۰) قرآن وہ کتاب ہے جس کو حفظ تعلیم و کتابت و قراءت عمل غرض ہر طرح کامل طور پر تواتر حاصل ہے۔

یہ وہ خصوصیات ہیں جن کی بنیاد پر ڈنکے کی چوٹ پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ بے شک ۔! یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی کتاب ہے۔ یہ اللہ کی کتاب ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔

کوکن مرکنٹائل کوآپریٹیو بینک لمیٹڈ

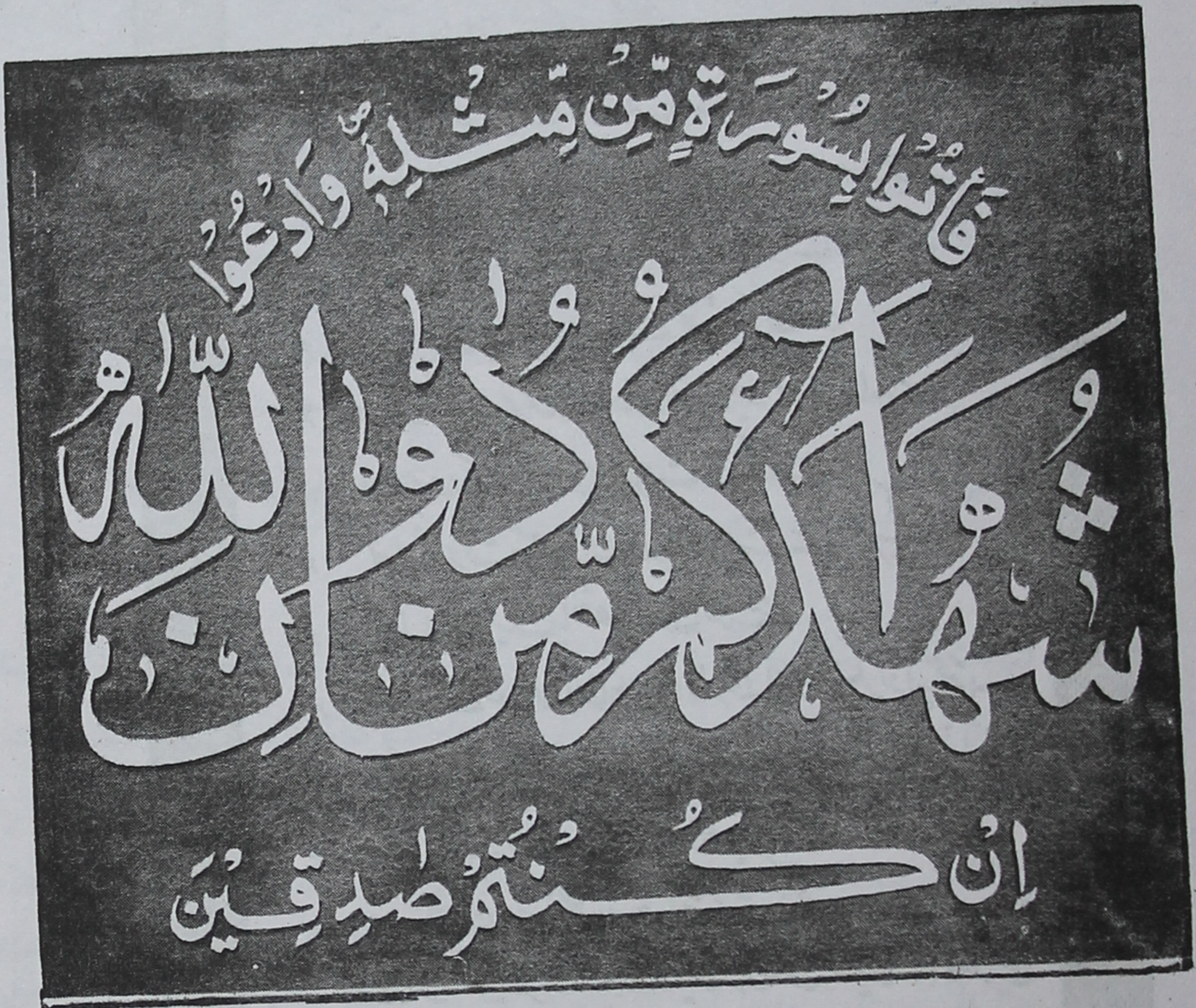
عبدالعلیم صاحب

اور

غیاث الدین زری والا صاحب کے شکر گذار ہیں کہ اُنھوں نے

اس مجلہ کے لئے گراں قدر عطیات مرحمت فرمائے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ



تو اسی طرح کی ایک سُورہ تم بھی بنا لاؤ، اور خدا کے سوا جو تمہارے
مددگار ہوں انکو بھی بُلا لو اگر تم سچے ہو ——

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوۡنَ ۰

کھانے کے اسلامی آداب!

- ★ کھانے سے پہلے دونوں ہاتھ دھو لیجئے۔
- ★ بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی بَرَکَتِ اللّٰہ کہہ کر کھانا شروع کیجئے۔
- ★ کھانا داہنے ہاتھ سے کھائیے۔
- ★ کھاتے وقت پورا ہاتھ خراب مت کیجئے۔
- ★ اپنی طرف سے کھائیے، یہاں وہاں ہاتھ مت ماریئے۔
- ★ کھاتے وقت منھ سے چپ چپ کی آواز مت نکالئے۔
- ★ وقت پر کھائیے اور بھوک سے تھوڑا کم کھائیے۔
- ★ صاف ستھرے برتن میں صاف ستھری جگہ بیٹھ کر کھائیے۔
- ★ دوسروں کے نوالوں پر نظر مت رکھئے۔
- ★ کھانے وقت ہنسی مذاق اور بات چیت سے پرہیز کیجئے۔
- ★ کھانے میں عیب یا نقص مت نکالئے۔
- ★ کھانے کے بعد ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجئے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْن

- ★ کھانے کے برتن میں ہاتھ مت دھوئیے۔
- ★ دسترخوان سے انگلیاں صاف مت کیجئے۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْن

(خدا) سے ڈرنے والوں کے لئے رہنما ہے

قرآن مجید متقی لوگوں کیلئے راہ ہدایت ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون لوگ متقی ہیں؟ اس کا جواب خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں مختلف مقامات پر مختلف انداز سے دیا ہے۔ اسی سورہ بقر میں اِن دو لفظوں کی تشریح کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالےٰ فرماتے ہیں کہ متقی اور پرہیزگار وہ ہیں جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں۔ جو رزق ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ قرآن اور قرآن سے پہلے نازل کی گئی کتابوں پر ایمان لاتے ہیں۔ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ متقی اور پرہیزگار ہوتے ہیں اور ایسے ہی لوگوں پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنا انعام واکرام فرمایا، جو معتوب اور مغضوب نہیں ہوئے، جو بھٹکے نہیں۔ جو لوگ متقی اور پرہیزگار ہوتے ہیں وہی سیدھے راستے پر چلتے ہیں۔ اِس بات کو دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ صراطِ مستقیم پر چلنے والے ہی متقی اور پرہیزگار ہوتے ہیں۔

متقی اور پرہیزگار کی تعریف اِن لفظوں میں بیان کی جاسکتی ہے: "وہ شخص جو اپنے اعمال کو اِس طرح کرے گویا، خدا اس کو اور اس کے افعال کو دیکھ رہا ہے۔"

یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ جس شخص کو یہ یقین ہو اور دلی یقین ہو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اُس کی ایک ایک حرکت کو دیکھ رہا ہے تو وہ کبھی غلط کام نہیں کرے گا۔ کبھی گناہ کی جانب راغب نہیں ہوگا۔ اُس کی نیت میں کبھی فتور نہیں آئے گا۔ وہ غاصب، حاسد، خائن، زانی، کاذب، چور، اچکا، بدمعاش بننے کی کبھی کوشش نہیں کرے گا، مکر وفریب اور دھوکہ دہی سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرے گا۔ کیوں کہ ہر دم، ہر قدم پر اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، کھاتے پیتے، سوتے جاگتے، جلوت وخلوت

میں اُسے صرف اِس بات کا احساس ہوگا کہ اللہ تبارک وتعالےٰ اسے دیکھ رہا ہے، اسے سُن رہا ہے۔ اس کی معمولی سے معمولی حرکت بھی خدا سے پوشیدہ نہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اسی بات کو بہت ہی پیارے انداز میں بیان کیا ہے۔ آپ رضؓ فرماتے ہیں:۔

"اگر تم گناہ کرنا چاہتے ہو تو وہ جگہ تلاش کرو، جہاں خدا نہ ہو"

کہتے ہیں کہ بصرہ کا ایک رئیس اپنے باغ میں گیا تو اس کی نظر کسان کی عورت پر پڑی اور وہ اس کے حسن وجمال پر فریفتہ ہوگیا۔ چنانچہ اس نے اس کے خاوند کو کسی کام پر بھیج دیا اور اس کی بیوی سے کہا کہ دروازے بند کر دو۔ عورت نے کہا: "میں سب دروازے بند کر سکتی ہوں، مگر ایک دروازہ بند نہیں کر سکتی۔"

زمین دار نے پوچھا: "وہ کون سا دروازہ ہے؟"

کسان کی بیوی نے جواب دیا: "یہ وہ دروازہ ہے جو ہمارے اور خدا کے درمیان کھلا ہے۔"

یہ جواب سن کر رئیس شرمندہ ہوا اور توبہ کی۔

آج مسلمان جوئے خانے میں بند ہو کر جوا کھیلتا ہے۔ شراب خانوں میں بند ہو کر شراب پیتا ہے۔ قحبہ خانوں میں بند ہو کر زنا کرتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ مجھے جوا کھیلتے، شراب پیتے، زنا کرتے کون دیکھ سکتا ہے؟ مگر وہ یہ بھول جاتا ہے کہ جس اللہ پر وہ ایمان لایا ہے وہی اللہ اسے دیکھتا ہے۔

مسلمانو۔! تمہاری غفلت دیکھو۔! کہ تم اپنے ماں باپ، بھائی بہن، عزیز واقارب، دوست واحباب، اڑوس پڑوس اور آس پاس کے لوگوں سے کتنا ڈرتے ہو کہ بند کمروں میں گناہ کرتے ہو اور جب گناہ کر کے بند کمروں سے باہر آتے ہو تو چاروں طرف ذرد یدہ نگاہیں دوڑاتے ہو کہ گناہ کے اڈے سے نکلتے ہوئے تمہیں کسی نے دیکھا تو نہیں؟ کیوں کہ تم جانتے ہو کہ اگر کسی جان پہچان والے کی نظریں تم پر پڑ گئیں تو بدنامی ہوگی، رسوائی ہوگی، جگ ہنسائی ہوگی۔ تمہیں اپنے ناموس کا کتنا پاس ہے، مگر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس کا ذرّہ برابر احساس نہیں۔ دنیا کا، لوک لاج کا کتنا ڈر اور کتنا خوف ہے تمہارے دلوں میں، مگر جس سے صحیح معنوں میں ڈرنا چاہئے، تم نے اس کا خوف اپنے دلوں سے نکال دیا ہے۔ اگر تم صرف اس ذات باری کا ڈر اور خوف اپنے دل میں رکھتے، جس سے کہ آج تم خائف نہیں ہو تو سچ کہتا ہوں کہ دنیا کی کوئی طاقت تمہیں ڈرا اور دھمکا نہیں سکتی۔ تمہارے دلوں میں روس اور امریکہ کا خوف ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آج یہود جیسی رذیل قوم کو تم پر مسلّط کر دیا ہے۔ آج دشمنِ دین تم پر غالب کیوں ہے؟ صرف اِس لئے کہ تمہارے دلوں سے اللہ کا ڈر اور اللہ کا خوف مٹ چکا ہے۔ آج تم ہر گناہ ڈنکے کی چوٹ پر کرتے ہو، کیوں۔؟ صرف اس لئے کہ تمہارے نزدیک اللہ تبارک وتعالیٰ کا ڈر اور خوف کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

مسلمانو! آج تم سرکاری، نیم سرکاری اور نجی دفاتر میں جن افسران کے ماتحت کام کرتے ہو، ان دفاتر کے افسران کے ڈر کی وجہ سے وقت سے پہلے دفتر پہنچتے ہو۔ اپنا ہر کام وقت پر اور مستعدی سے کرتے ہو کہ اگر وقت پر کام نہیں ہوا تو افسران کے

سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا۔ مگر مرنے کے بعد جس کے سامنے تمہیں حاضر ہونا ہے، اس کی حضوری کا ڈر تمہارے دلوں سے کیسے نکل گیا؟

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کا مشہور واقعہ ہے کہ آدھی رات بیت چکی ہے۔ ماں بضد ہے کہ دودھ میں پانی ملایا جائے اور بیٹی مُصر ہے کہ میں دودھ میں پانی نہیں ملاؤں گی۔ آخر ماں تنگ آ کر ماں کہتی ہے، "بیٹی۔! آدھی سے زیادہ رات بیت چکی ہے۔ اب خلیفۂ وقت کہاں دیکھنے آئیں گے۔ تُو دودھ میں پانی ملا دے۔" مگر با ایمان متقی بیٹی جواب دیتی ہے: "ماں خلیفہ نہیں دیکھ رہے ہیں تو کیا ہوا، اللہ تو دیکھ رہا ہے۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس دیندار لڑکی کے جواب سے اتنے خوش ہوتے ہیں کہ اس لڑکی سے اپنے صاحبزادے حضرت عاصم رضؓ کی شادی کرتے ہیں، اور یہی وہ نیک طینت اور صاف باطن لڑکی ہے جسے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ جیسے متقی اور پرہیزگار انسان کی نانی بننے کا فخر حاصل ہوتا ہے۔

مسلمانو۔! آج کاروبار میں اور تجارت میں تم کیا کچھ دھوکا نہیں دیتے۔ گاہکوں کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہو اور خوش ہوتے ہو کہ تمہارے ہتھکنڈوں سے کون واقف ہو سکتا ہے؟ مگر اس وقت تم یہ بھول جاتے ہو کہ اللہ تبارک تعالیٰ کو پل پل کی خبر ہے۔ اُسے ایک ایک بات کا علم ہے۔ وہ سب کچھ جانتا ہے۔ وہ سب کچھ دیکھتا ہے۔ وہ سب کچھ سنتا ہے۔ کیوں کہ وہ علیم ہے، خبیر ہے، بصیر ہے، سمیع ہے اور بڑی قدرت والا ہے۔

خدا کی قسم۔! جس روز سے تم اپنے دل میں اللہ کا خوف اور ڈر رکھ کر تجارت کرو گے، اُس روز سے تمہاری تجارت اور تمہارے کاروبار پر کوئی حرف نہیں آسکتا، کوئی آنچ نہیں آسکتی۔

آج تمہارے گوداموں کو آگ لگتی ہے، تمہاری دکانیں لوٹی جاتی ہیں، تمہارے گھر تباہ اور برباد کئے جاتے ہیں، تمہاری معیشت کو بگاڑا جاتا ہے، کیوں۔؟ صرف اس لئے کہ تم نے جو کچھ بھی جمایا یا کمایا ہے اس کی بنیاد جھوٹ، مکر و فریب اور دھوکہ دہی پر ہے، تم نے کسی کا حق مارا ہے، تم نے کسی کو دھوکہ دیا ہے، تم کسی سے بددیانتی کی ہے، تم نے کاروبار میں، تجارت میں دروغ گوئی سے کام لیا ہے۔ اپنے فائدے کیلئے کسی کا نقصان کیا ہے۔ اپنی تجوری بھرنے کے لئے دوسروں کی محنت سے ناجائز فائدہ اٹھایا ہے۔ ایسا کاروبار، ایسی تجارت اور ایسی محنت جس کی بنیاد ظلم اور استبداد پر ہو وہ کبھی پنپ نہیں سکتی۔ ایک روز شر اور فساد کی چنگاریاں شعلہ بن کر تمہاری ہر چیز کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔ اس وقت بھی تمہیں اپنے گناہ کا احساس نہیں ہوتا۔ اس وقت بھی تم یہ نہیں سمجھتے کہ تم پر اللہ کا عذاب نازل ہو رہا ہے۔ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا قہر و غضب ہے جو شر اور فساد کی صورت میں تمہاری ہر شئے کو نیست و نابود کرنے پر تلا ہے۔ آؤ چل کر توبہ و استغفار کریں۔ اُس وقت بھی تمہیں یہ سب کچھ سُجھائی نہیں دیتا۔ اس وقت بھی تم دنیاوی وسائل کے پیچھے بھاگتے ہو۔ اُن ذرائع کے لئے دوڑتے ہو جن کی حقیقت سراب کی سی ہوتی ہے۔

ایک صحابیؓ کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ ایک روز کپڑوں میں کچھ ناقص مال بھی آیا۔ آپؓ نے اسے الگ نکال کر رکھا اور نوکر

کو تاکید کی کہ یہ ناقص کپڑا ہے۔ اسے فروخت نہ کرے۔ اِسے واپس لوٹانا ہے۔ یہ تاکید کر کے آپ دیگر ضروری کام کی غرض سے چلے گئے۔ نوکر کو اس بات کا خیال نہیں رہا اور اُس نے اچھے کپڑے کے ساتھ وہ ناقص کپڑا بھی فروخت کر دیا جب آپ لوٹے تو معلوم ہوا کہ ناقص کپڑا بھی بک چکا ہے۔ آپؓ نے نوکر سے پوچھا کہ کیا اُس نے گاہکوں کو کپڑے کے نقص سے واقف کرایا؟ نوکر نے نفی میں جواب دیا۔ آپؓ نے نوکر کو ساتھ لیا اور معلوم کیا کہ اُس نے کن کن لوگوں کے ہاتھوں وہ کپڑا فروخت کیا؟ آپ نے اُن لوگوں سے معذرت چاہی۔ اُن سے ناقص کپڑا واپس لیا اور اُس کی جگہ انھیں اچھا کپڑا دیا۔

ہمارے مسلمان بزاز اور خصوصًا چھوٹے موٹے دھندے والے جو فٹ پاتھ پر آوازیں لگا لگا کر راہ گیروں کو گھیر لیتے ہیں اور چند روپیوں کے عوض انھیں ٹھگ لیتے ہیں، کیا اِس واقعے سے سبق حاصل کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔؟

وہ لوگ جو رمضان میں اپنے گھروں کے سامنے مستحقین، غربا، مساکین، یتیموں، محتاجوں، اپاہجوں کا ایک جمِ غفیر اکٹھا کر کے زکوٰۃ تقسیم کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو کچھ دیا ہے اُس میں سے ہم اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ انھوں نے کتنے بے گناہوں کو بندوق کی نالیوں پر اُن کے حقوق سے محروم کیا ہے، وہ غاصب ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اُن کی اِس حرکت سے کون واقف ہو سکتا ہے؟ اُس وقت اللہ کا ڈر، اللہ کا خوف اُن کے دلوں سے جاتا رہتا ہے۔ اُس وقت وہ اپنی طاقت کو دنیا کی سب سے بڑی طاقت سمجھتے ہیں اور اُس عظیم ترین اور لازوال طاقت کو بھول جاتے ہیں جس نے اُنھیں قوتِ بازو عطا کی۔ مگر اُنھوں نے اُس سے ناجائز فائدہ اٹھایا۔ اُسے غلط جگہ استعمال کیا، اور اپنی ادنیٰ سی طاقت، قوت اور اقتدار کے سامنے مالکِ حقیقی کی طاقت اور قوت کو بھول گئے۔ اتنا سب کچھ کرنے کے بعد وہ دنیا کے سامنے نیک اور پارسا بنتے ہیں، متقی اور پرہیزگار بنتے ہیں۔ گھنے بالوں کی ٹوپی پہن کر فخرِ قوم اور فخرِ ملت بنے پھرتے ہیں۔ گلوں میں پھولوں کے ہار پہن کر عید میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جلوس کی قیادت کرتے ہیں، غوثِ پاک اور غریب نواز کے ناموں کی دیگیں لٹا کر اپنی نیکی، شرافت اور سخاوت کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں۔ مسجدیں تعمیر کر کے دنیا کے سامنے اپنی پارسائی کا ثبوت پیش کرتے ہیں اور اپنے کالے کرتوتوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ اس کا نام پرہیزگاری اور تقویٰ نہیں۔

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! کیا تمھیں معلوم ہے کہ مفلس کون ہے؟ آپؐ کے صحابیوں نے عرض کیا کہ ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ درہم ہوں نہ ساز و سامان۔

آپؐ نے فرمایا: ہاں۔! دنیا کی نظروں میں یہی مفلس ہوگا، لیکن میری امت میں مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے اور حج اور زکوٰۃ اپنے ساتھ لائے گا مگر اس حال میں کہ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر بہتان لگایا ہوگا، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا تو اُن میں سے ہر ایک کو اس کی نیکیاں دی جائیں گی اور تمام مطالبات پورے ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی۔ تو ان لوگوں کے گناہوں کا بوجھ اس نمازی روزے دار، حاجی اور زکوٰۃ ادا کرنے والے پر ڈال دیا جائے گا۔ جس نے اُن کے حقوق تلف کئے ہوں گے اور یہ مفلس شخص جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب سے پوچھا کہ تقویٰ کی حقیقت کیا ہے ؟ آپؓ نے جواب دیا: "کیا تم کبھی ایسے راستے سے چلے ہو جس میں کانٹے ہوں ؟"

حضرت عمرؓ بن خطاب نے جواب دیا : "ہاں ۔ !"

آپؓ نے پھر پوچھا : " اس حالت میں تم نے کیا کیا ۔ ؟"

حضرت عمرؓ نے جواب دیا : " میں نے کوشش کی کہ کانٹوں سے بچ کر نکل جاؤں ۔"

حضرت ابی بن کعب نے کہا : " بس یہی تقویٰ ہے ۔"

آج سائنس نے تعیش کی ساری سہولتیں فراہم کر دی ہیں ۔ یہ سہولتیں کانٹے ہیں اور ان سے بچ کر نکلنا تقویٰ ہے ۔

آج چاروں طرف مایا کا جال بچھا ہوا ہے ۔ یہ جال کانٹا ہے اس سے بچ کر نکلنا تقویٰ ہے ۔

> حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مجھے کچھ وصیت فرمائیں ۔ آپؐ نے فرمایا تقویٰ کا اہتمام کرو کہ تقویٰ تمام امور کی جڑ ہے ۔ میں نے عرض کیا کہ اس کے ساتھ کچھ اور بھی ارشاد فرمادیں تو آپؐ نے فرمایا کہ تلاوت قرآن کا اہتمام کرو کہ دنیا میں یہ نور ہے اور آخرت میں ذخیرہ ۔

حضرت عمرؒ بن عبد العزیز کو جب خلیفہ چن لیا گیا تو آپ مسجد میں آئے ، منبر پر چڑھے ۔ لوگ جوق در جوق جمع ہو گئے تھے اس وقت آپ نے جو خطبہ دیا اس میں لوگوں کو یہ نصیحت کی ۔

" میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں ۔ کیوں کہ تقویٰ ہر چیز سے بڑھ کر ہے کوئی بھی چیز تقویٰ کا مقابلہ نہیں کر سکتی ۔ اپنی آخرت کے لئے عمل کرو ۔ کیوں کہ جو شخص اپنی آخرت کے لئے عمل کرے گا اللہ اس کی دنیا کے لئے کافی ہو جائے گا ۔ اپنے باطن کو درست کرو ۔ اللہ تمہارے ظاہر کو درست کر دے گا ۔ موت کو کثرت سے یاد کیا کرو اور اس کے آنے سے پہلے اس کے لئے اچھی طرح تیار ہو جاؤ ، کیوں کہ وہ لذتوں کو توڑ دینے والی ہے ۔ دیکھو ! آدمؑ سے لیکر اب تک کیا تمہارا کوئی بڑا زندہ رہا ہے ؟ یہ امت کبھی اپنے پروردگار کے بارے میں مختلف نہیں ہوئی ۔ نہ رسولؐ کے بارے میں ، نہ کتاب کے بارے میں ۔ مگر اس میں پھوٹ دینار اور درہم ہی سے پڑی ہے ۔ بخدا میں کسی کو ناحق نہیں دوں گا اور کسی سے کسی کا حق نہیں روکوں گا میں جمع کرنے والوں میں سے نہیں ہوں ۔ میں معاملے کو وہیں رکھوں گا جہاں رکھنے کا مجھے حکم دیا گیا ہے ۔

اے لوگو! مجھ سے پہلے ایسے حاکم ہوئے کہ تم ان کے الطاف کو حاصل کرتے تھے۔ تاکہ ان کے ظلم سے بچے رہو۔

سنو۔! کسی انسان کی اطاعت واجب نہیں، جو اللہ کے راستے پر نہ ہو، جس نے اللہ کی اطاعت کی، اسی کی اطاعت واجب ہے اور جس نے اللہ کی نافرمانی کی اسکی اطاعت واجب نہیں میری اطاعت اُس وقت تک کرو جب تک کہ میں اللہ کی اطاعت کروں۔ پر جب میں اللہ کی اطاعت نہ کروں تو تمہارے ذمے میری اطاعت نہیں۔ میں یہ بات کہتا ہوں اور اللہ عظیم سے اپنے اور تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں"۔

مسلمانو۔! یہ کتاب حکیم اور فرقانِ عظیم اُن لوگوں کے لئے چراغِ ہدایت ہے جو متقی اور پرہیزگار ہیں، جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ نمازقائم کرتے ہیں، جو رزق اللہ تعالیٰ نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں، قرآن اور قرآن سے پہلے نازل کی گئی کتابوں پر ایمان لاتے ہیں۔ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ اپنے اعمال اس طرح کرتے ہیں گویا خدا اُن کو اور اُن کے افعال کو دیکھ رہا ہے، جو اپنی آخرت کیلئے عمل کرتے ہیں، جو اپنے باطن کو درست کرتے ہیں، جو موت کو کثرت سے یاد کرتے ہیں اور موت کے آنے سے پہلے اس کے لئے اچھی طرح تیار ہو جاتے ہیں۔ جو کسی کو ناحق نہیں دیتے اور جو کسی سے کسی کا حق نہیں روکتے، جو جمع کرنے والوں میں سے نہیں ہوتے، جو معاملے کو وہیں رکھتے ہیں جہاں رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور جو اسی کی اطاعت کرتے ہیں، جس نے اللہ کی اطاعت کی اور جو اپنے لئے اور سب کے لئے اللہ عظیم سے استغفار کرتے ہیں۔

اے مسلمانو۔! یہ وہ میزان ہے کہ جس میں تم اپنے اعمال تول سکتے ہو اور دیکھ سکتے ہو کہ تمہارے اعمال میں کتنی کمی ہے ؟ تاکہ اس کمی کو پورا کر کے تم متقی اور پرہیزگار بن سکو۔

اے مسلمانو۔! یہ وہ کسوٹی ہے جس پر تم اپنے کردار کو پرکھ سکتے ہو کہ وہ کتنا کھرا ہے اور کتنا کھوٹا ؟ تمہیں یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ کھوٹ زندگی کے کس حصّے میں ہے۔ اب بھی وقت ہے کھوٹے کو کھرے میں بدلنے کا تاکہ تم صحیح معنوں میں متقی اور پرہیزگار بن سکو، تاکہ دنیا کی کوئی طاقت تمہارا مقابلہ نہ کر سکے۔

قرآن کہتا ہے:

"مسلمانو۔! نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنے منہ مشرق کی طرف کرو، یا مغرب کی طرف۔ نیکی ان کی ہے جو اللہ اور روزِ قیامت اور ملائکہ اور کتابوں اور نبیوں پر یقین رکھتے ہیں اور اپنا مال اللہ کی محبت میں قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سائلوں کی ضروریات (اور غلامی وغیرہ سے مظلوموں) کی گردنوں کو (چھڑانے میں) لگاتے ہیں، اور نماز پڑھتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، مفلسی، بیماری اور حالتِ جنگ میں صابر رہتے ہیں۔ یہ لوگ صادق ہیں اور یہی لوگ پرہیزگار ہیں"۔

لوگو ! تم بیمار ہو مگر خوش فہمی سے خود کو تندرست سمجھتے ہو، تمہارے پاس کھوٹ ہے مگر تم اس کو اصل اور جوہر سمجھتے ہو۔ تم جھوٹے ہو مگر خود کو سچا سمجھتے ہو، میرا تمہارے ساتھ یہی کام ہے کہ میں تم کو جھوٹ سے منع کروں۔ اور سچ کی تلقین کروں

تم مجھ سے پوچھو کہ سچ کیا ہے اور میں اس کو کس طرح پرکھتا ہوں تو سنو میری باتیں غور سے سنو میرے پاس تین کسوٹیاں ہیں کھرے کھوٹے کو پرکھنے کی۔ اللہ کی کتاب، رسول اللہؐ کی سنت اور میرا قلب۔ آخری کسوٹی یعنی قلب پر عکس پڑتا ہے۔ قلب اس وقت تک مطمئن اور راضی نہیں ہوتا جب تک کتاب و سنت سے اس کی تصدیق نہیں ہو جاتی۔ سامعینِ کرام ! علم پر عمل کرنا علم کا تاج ہے، علم پر عمل کرنا علم کا نور ہے۔ صفائی کی صفائی۔ جوہر کا جوہر اور مغز کا مغز ہے۔ علم پر عمل کر کے قلب پاک صاف ہو جاتا ہے۔ جب قلب درست ہو جاتا ہے تو بقیہ اعضاء بھی پاک صاف اور درست ہو جاتے ہیں۔ جب قلب کو خلعتِ تقویٰ عطا ہو جاتا ہے تو جسم کو بھی خلعت مل جاتا ہے۔ جب گوشت کے اس ٹکڑے کی اصلاح ہو جاتی ہے تو بدن کی بھی اصلاح ہو جاتی ہے۔ قلب کی صحت اُس باطن کی صحت پر موقوف ہے جو پروردگار اور انسان کے درمیان ہے۔ باطن پرندہ ہے اور دل اُس کا پنجرہ۔ دل پرندہ ہے تو بدن اُس کا پنجرہ۔ قبر ساری مخلوق کا پنجرہ ہے، کیونکہ انجام کار اسی میں جانا ہے۔

جدّ امجد حمید الدّین ناگوریؒ

خلیفہ غریب نواز

خواجہ حسین ناگوریؒ

مَاھَلَکَ امْرُءٌ عَرَفَ قَدْرَہٗ

" وہ شخص ہلاک ہونے سے محفوظ رہا جس نے اپنی قدر پہچانی " (حدیث)

أعوذ بالله من الشيطان الرجيم

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم صل على سيدنا محمد و بارك وسلم

یا اللہ! ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت اور برکت اور سلامتی بھیج

اللهم اغفر لأمة محمد صلى الله عليه وسلم

اے اللہ تو امتِ محمدی کے تمام گناہوں کو بخش دے

اللهم ارحم أمة محمد صلى الله عليه وسلم

اے اللہ تو امتِ محمدی پر اپنا رحم فرما

اللهم انصر أمة محمد صلى الله عليه وسلم

اے اللہ تو امتِ محمدی کی مدد فرما

اللهم افتح لأمة محمد صلى الله عليه وسلم

اے اللہ تو امتِ محمدی کو مخالفین اسلام پر فتح نصیب فرما۔

اللهم فرج عن أمة محمد صلى الله عليه وسلم

اے اللہ تو امتِ محمدی کو کشادگی عطا فرما

اللهم أصلح أمة محمد صلى الله عليه وسلم

اے اللہ تو امتِ محمدی کی اصلاح فرما

اللهم كرم أمة محمد صلى الله عليه وسلم

اے اللہ تو امتِ محمدی کی عزت کو بلند فرما

اللهم تجاوز عن سيئات أمة محمد صلى الله عليه وسلم

اے اللہ تو امت محمدی سے درگزر فرما

اللهم يا حبيب التوابين تب علينا

اے اللہ! توبہ کرنے والوں کے محبوب ہماری طرف رحمت سے توجہ فرما۔

دعا

اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عُيُوْبَنَا

اے اللہ ہمارے عیبوں پر پردہ ڈال۔

اَللّٰهُمَّ اشْرَحْ صُدُوْرَنَا

اے اللہ تو ہمارے دلوں کو کھول دے

اَللّٰهُمَّ احْفَظْ قُلُوْبَنَا

اے اللہ تو ہمارے دلوں کی حفاظت فرما۔

اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ قُلُوْبَنَا

اے اللہ تو ہمارے دلوں کو روشن کر۔

اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ قُبُوْرَنَا

اے اللہ تو ہماری قبروں کو روشن فرما۔

اَللّٰهُمَّ يَسِّرْ اُمُوْرَنَا

اے اللہ تو ہمارے کاموں کو آسان کر دے۔

اَللّٰهُمَّ حَصِّلْ مُرَادَنَا

اے اللہ ہماری مُرادوں کو پورا فرما

اَللّٰهُمَّ تَمِّمْ تَقَاصِيْرَنَا

اے اللہ تو ہمارے قصور معاف فرما۔

اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا يَا فَيَّاضُ مِنْ جَمِيْعِ

اے اللہ اور اے فیض و برکت والے تو ہمیں تمام آزمائشوں سے تمام

اَلْبَلَايَا وَالْاَمْرَاضِ

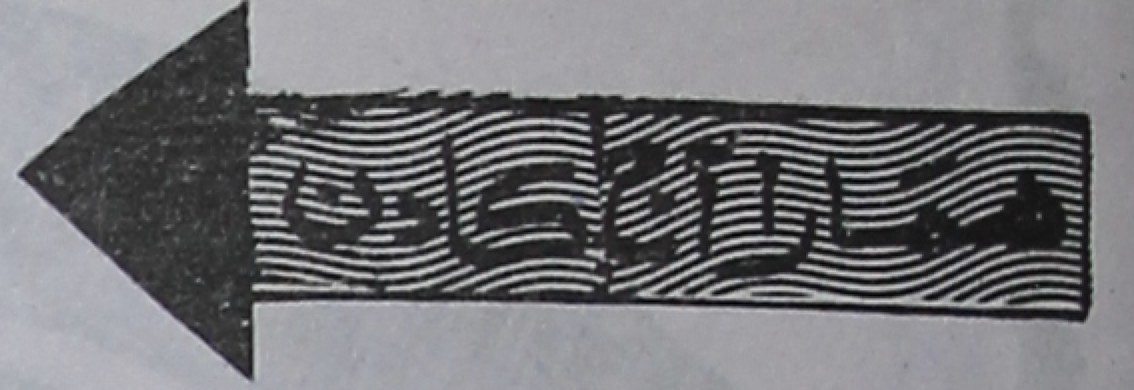
بیماریوں سے اور تمام مصیبتوں سے اپنے امن و امان میں رکھ

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ

اور اے خدا تو اپنی رحمت اور درود اس ذات پر بھیج جو اس کی مخلوق

وَآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

میں سب سے بہتر ہے۔ یعنی حضرت محمدؐ پر آپ کی اولاد پر اور آپکے صحابہ کرام پر



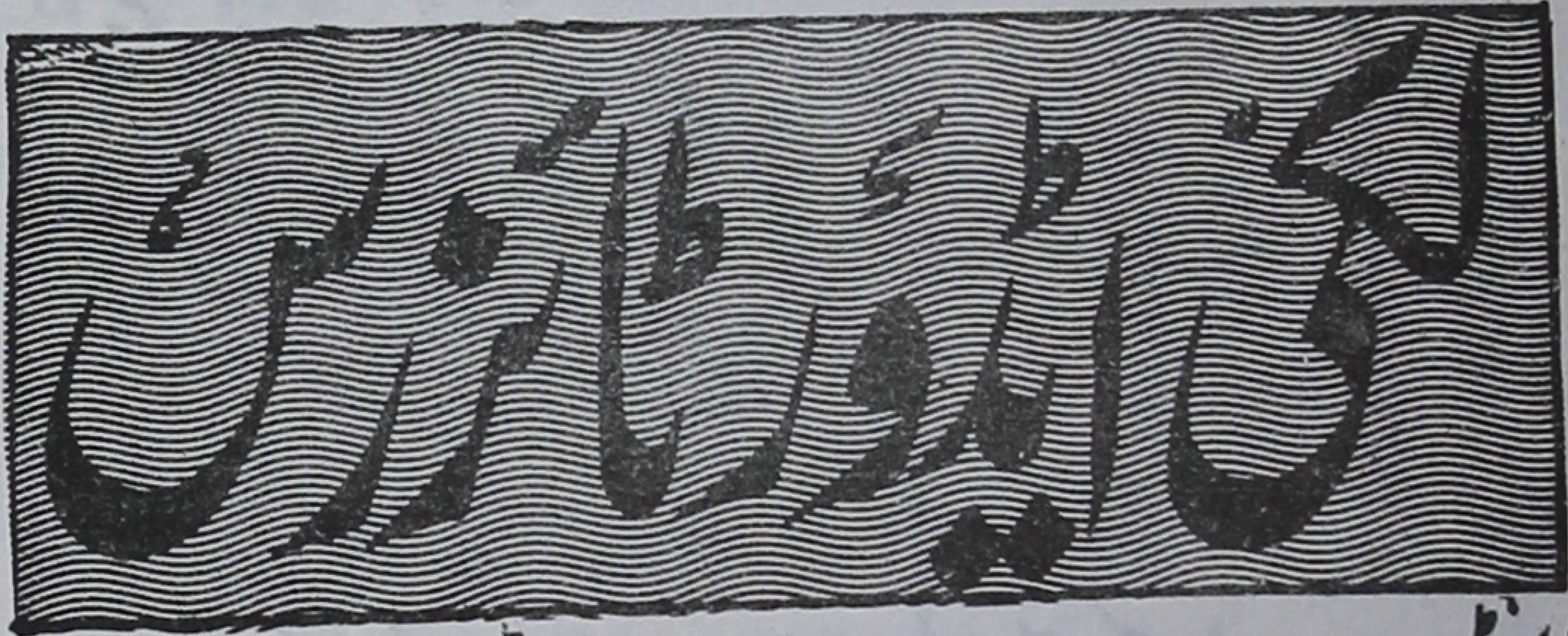
عمل کے لئے ہے۔

اور

کل کا دن حساب کے لئے۔!

اپنے آپ کو حساب کے دن کے لئے تیار کرلو۔!!

نیک خواہشات کے ساتھ



پتہ سرفراز کمرشیل سنٹر - ۱۵۵ - اے - مولانا آزاد روڈ - بمبئی ۴۰۰۰۰۸

اللہ تعالیٰ کے اطاعت گذار بندے بن جاؤ، دنیا کی اطاعت سے خودبخود نجات مل جائے گی

نیک تمناؤں کے ساتھ

انصاری مشتاق احمد



کمانڈر اور شباب بیلٹس ہماری خصوصیات ہیں

پتہ :- نہر ساڑی بازار ۱۷۳ - اے مولانا آزاد روڈ بمبئی ۴۰۰۰۰۸ * ٹیلیفون رہائش: ۳۹۴۸۰۹

اوقات :- صبح ۸ تا ۹ اور شام ۳ تا ۴



ہمارا آج کا دن عمل کے لئے ہے۔

اور

کل کا دن حساب کے لئے۔!

اپنے آپ کو حساب کے دن کے لئے تیار کر لو۔!!

نیک خواہشات کے ساتھ

لکی ایڈورٹائزرس

پتہ: سرفراز کمرشیل سینٹر۔ ۱۵۵۔ اے۔ مولانا آزاد روڈ۔ بمبئی ۴۰۰۰۰۸

اللہ تعالیٰ کے اطاعت گذار بندے بن جاؤ، دنیا کی اطاعت سے خود بخود نجات مل جائے گی

نیک تمناؤں کے ساتھ

انصاری مشتاق احمد

کمانڈر بنیان مینوفیکچرنگ ورکس

کمانڈر اور شباب بلیٹس ہماری خصوصیات ہیں

پتہ:۔ نہرساڑی بازار ۱۷۳-اے مولانا آزاد روڈ بمبئی ۴۰۰۰۰۸ * ٹیلیفون رہائش: ۳۹۴۸۰۹

اوقات:۔ صبح ۸ تا ۹ اور شام ۳ تا ۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



جامعہ

اُردو پیپرز

حصّہ دوم

(برائے اُردو امیدواران)

مولوی عبدالحی
ایم اے آنرز۔ ایم ایڈ۔ پی ایچ ڈی۔

پبلشرز، مولوی سنز سید حمید پورہ نواب بازار سری نگر 190002 کشمیر
سٹاکسٹ، جامعہ بک ڈپو پتھر مسجد زینہ کدل سری نگر۔ 190002 کشمیر

२८७
२०२
८५

جامعہ

اردو پیپرز

حصہ دوم

(برائے اردو امیدواران)

مولوی عبدالحی

ایم اے آنرز۔ ایم ایڈ۔ پی ایچ ڈی۔

پبلشرز:۔ مولوی سنٹر سید حمید پورہ نواب بازار سری نگر۔ 190002 کشمیر۔

سٹاکسٹ:۔ جامعہ بُک ڈیپو۔ پتھر مسجد زینہ کدل سری نگر۔ 190002 کشمیر۔

قیمت: ۶ روپے۔ ۵۰ پیسے۔

اُردو پیپر نمبر ۔ ۱

الفاظ کی پیچیدگیاں

۱۔ ایک ہی لفظ کے مختلف معنی سمجھ لیجیے :-

لفظ		معنی	لفظ		معنی	لفظ		معنی
کال	=	موت	گُل	=	پھول	دوپہر	=	12 بجے دن
کال	=	قحط	گل	=	بجھنا	دوپہر	=	چھ گھنٹے کی مدت
لال	=	سُرخ	مانگ	=	سر کے بالوں کے بیچ کی لکیر	چاہ	=	محبت
لال	=	قیمتی پتھر	مانگ	=	مانگنا	چاہ	=	کنواں
عین	=	آنکھ	شیریں	=	میٹھا	حمام	=	کبوتر
عین	=	پانی کا چشمہ	شیریں	=	فرہاد کی محبوبہ	حمام	=	جہاں پانی گرم ہوتا ہے
نثار	=	نثر لکھنے والا	ضرب	=	مارنا	آب	=	چمک
نثار	=	قربان	ضرب	=	حساب کا ایک قاعدہ	آب	=	پانی
مہر	=	محبت	عرق	=	جیسے عرق گلاب	بیت	=	گھر
مہر	=	سُورج	عرق	=	پسینہ	بیت	=	شعر
کان	=	معدنیات کی کان	عہد	=	زمانہ	بن	=	بننا
کان	=	سر کا ایک حصہ	عہد	=	وعدہ	بن	=	جنگل
قلم	=	لکھنے کی قلم	شہر	=	آبادی	باب	=	دروازہ
قلم	=	کاٹی ہوئی شاخ	شہر	=	مہینہ	باب	=	کتاب کا ایک حصہ
ماہ	=	چاند	زبان	=	منہ میں ہوتی ہے	پھل	=	میوہ
ماہ	=	مہینہ	زبان	=	بولی	پھل	=	تلوار یا چاقو کا حصہ جس سے کاٹا جاتا ہے
مشق	=	بار بار کرنا	دال	=	حروف تہجی (د)	تھان	=	گھوڑا باندھنے کی جگہ
مشق	=	تختی	دال	=	سالن	تھان	=	کپڑے کا بڑا حصہ

۲۔ پڑھ کر فرق سمجھ لیجیے اور جملوں میں استعمال کیجیے :-

(گھر، گر) (دِل، دَل) (فر، پھر) (ہوا، ہوا) (بڑھے، بڑے) (بڑھتا، پڑتا) (پر، پڑ، بڑ) (ایں، ہیں) (بچہ، بچا) (جلتا، جُلتا) (سو، سَو) (صدا، سدا) (سور، صور) (شرع، شرح) (سیاہ، سیاح) (ساغر، ساگر) (زن، ظن) (راگ، زاغ) (کھول، خول) (حال، ہال) (جھاگ، جاگ) (حوا، ہوا) (حاجی، ہاجی) (باپ، بھاپ) (تاک، طاق) (باز، بعض) (بھلا، بلا) (بلی، بھلی) (بھاگ، باغ) (عزل، ازل) (الم، علم) (عقل، اقل) (ابد، عبد) (عرب، ارب)۔

اردو پیپر نمبر ۲۔

مُشترک الفاظ

وہ الفاظ ہیں جن کے کئی معنی ہوں۔ ان الفاظ کو مختلف معنی میں استعمال کیجیے:۔

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
بار	بوجھ، دفعہ۔ اجازت۔	شاخ	سینگ۔ ڈالی۔ برانچ	گرہ	گانٹھ۔ گز کا ۱/۱۶ حصہ۔ رنج۔
باز	نام پرندہ۔ کھلا ہوا۔ پھر۔	طاق	دیوار میں کچھ رکھنے کے لئے بناتے ہیں۔ محراب۔ اکیلا وہ عدد جو دو سے تقسیم نہ ہو سکے۔	نالہ	شور۔ بڑی نالی
جُفت	میاں بیوی۔ وہ عدد جو دو سے تقسیم ہو جائے۔ جوڑ۔			دم	وقت۔ سانس۔ کنارا
چاک	پھٹا ہوا۔ پہیہ۔ کھریا۔				

مترادف الفاظ

جب دو یا دو سے زیادہ الفاظ ایک ہی معنی کے لیے آتے ہیں۔ تو وہ باہم مترادف کہلاتے ہیں۔ اکثر ایسے الفاظ ساتھ لائے جاتے ہیں جیسے تباہ۔ برباد۔

	مترادف الفاظ		مترادف الفاظ		مترادف الفاظ
۱	آقا۔ مالک	۸	بیماری۔ روگ۔ مرض	۱۵	درد۔ دکھ۔ تکلیف
۲	آرام۔ چین۔ عیش	۹	بھول چوک۔ نسیان	۱۶	دوزخ۔ جہنم۔ نار۔ سقر
۳	امیر۔ غنی۔ دولت مند۔ مالدار	۱۰	پیر۔ مرشد۔ ہادی	۱۷	دشمنی۔ عداوت۔ بغض
۴	اچھا۔ عمدہ۔ خوب	۱۱	پیشانی جبین۔ ناصیہ	۱۸	شمشیر۔ تلوار۔ تیغ۔ سیف
۵	آہن۔ فولاد	۱۲	تسلی۔ تسکین۔ تشفی	۱۹	غریب۔ مفلس مسکین۔ فقیر
۶	آسمان۔ فلک۔ گردوں چرخ	۱۳	تباہ۔ برباد۔ خراب	۲۰	مہین۔ باریک۔ پتلا
۷	بند۔ اسیری۔ قید	۱۴	جہاں۔ دنیا۔ عالم	۲۱	موت۔ وفات۔ رحلت

لفظ	اسم فاعل	اسم مفعول	لفظ	اسم فاعل	اسم مفعول
علم	عالم	معلوم	دینا	دینے والا	دیا ہوا
ضرب	ضارب	مضروب	کھانا	کھانے والا	کھایا ہوا
ظلم	ظالم	مظلوم	پیسنا	پیسنے والا	پسا ہوا
جہل	جاہل	مجہول	ناچنا	ناچنے والا	نچایا ہوا
قتل	قاتل	مقتول	کہنا	کہنے والا	کہا ہوا

اُردو پیپر نمبر۔ ۳

۱۔ ذیل کے عنوانات میں کسی ایک عنوان پر مضمون لکھیے:۔
۱۔ میلہ حضرت بل۔ ۲۔ کشمیر میں برف باری کا نظارہ۔ ۳۔ میری محبوب کتاب۔
۴۔ کشمیر کے دل کش نظارے۔ ۵۔ تعلیم نسواں۔

۲۔ جناب ناظم تعلیمات کے نام وظیفہ حاصل کرنے کے لیے ایک درخواست لکھیے۔

۳۔ ذیل کے محاورات میں سے صرف آٹھ کے معنی لکھیے اور ان کو اپنے بنائے ہوئے جملوں میں استعمال کریجیے:۔
۱۔ صلواتیں سُنانا۔ ۲۔ جان کے لالے پڑنا۔ ۳۔ آڑے ہاتھوں لینا۔ ۴۔ پٹی پڑھانا۔ ۵۔ آستین کا سانپ ہونا۔ ۶۔ اُلو بولنا۔ ۷۔ اپنا اُلو سیدھا کرنا۔ ۸۔ گھی کے چراغ جلانا۔ ۹۔ کانوں میں تیل ڈالنا۔ ۱۰۔ چھاتی پیٹنا۔ ۱۱۔ آنکھیں سفید ہو جانا۔ ۱۲۔ ہمبر قدم ہونا۔

۴۔ بتائیے ذیل کے الفاظ مذکر ہیں یا مونث؟ ہر لفظ کو اپنے بنائے ہوئے فقرے میں اس طرح استعمال کر کے لکھیے کہ اس کی تذکیر و تانیث واضح ہو جائے:۔ رقم۔ ہوا۔ آگ۔ تیر۔ صابن۔ دہی۔ جماعت۔ فوج۔ پتھر۔ رسید۔

۵۔ ذیل کے الفاظ میں جو واحد ہیں ان کی جمع اور جو جمع ہیں ان کے واحد تحریر کیجیے:۔
یتیم۔ ملت۔ صورت۔ ذکر۔ نقوش۔ آثار۔ نصیحت۔ الم۔ آفات۔ اُفق۔

۶۔ ذیل کے جملے درست کر کے لکھیے:۔
۱۔ تمہارے جیب میں ایک بڑا رقم نکلا۔ ۲۔ برائے مہربانی کر کے میرا درخواست پڑھیے۔
۳۔ پولیس چور کی پیچھا کر رہا تھا۔ ۴۔ میں نے صابون کی ایک پاؤ مبلغ چھ آنے میں خریدی تھی۔
۵۔ اُس نے میرے لیے دہی خریدی ہوگی۔ ۶۔ آج کل اس کی طوطی بول رہی ہے۔
۷۔ وہ میرے ملاقات کے لیے سوموار کے روز آئے گا۔

۷۔ اسم فاعل اور فاعل میں کیا فرق ہے مثالوں سے وضاحت کیجیے۔ یا
فعل مجہول اور فعل معروف کی تعریفیں مع امثلہ تحریر کیجیے۔

۸۔ ترکیب نحوی کیجیے:۔ اگر محنت کرو گے کامیاب ہو جاؤ گے۔

۹۔ جملوں میں استعمال کیجیے:۔ فصل (موسم) فصل (جدائی) گلہ (شکوہ) گلہ (ریوڑ) نظم (انتظام) نظم (شعر) نذر (نیاز) نظر (نگاہ) قاصر (مجبور) کاسر (توڑنے والا) فلک (آسمان) فلق (صبح کی روشنی)۔

۱۰۔ فعل حال، ماضی، مستقبل، امر، تمنائی، اور نفی کی صورتیں بتائیے۔ دینا، کھانا، چلنا۔

اردو پیپرز نمبر ۔ ۴

۱۔ ذیل کے عنوانات میں سے کسی ایک پر مضمون لکھیے :۔
۱۔ میری گھڑی۔ ۲۔ بچپن کے دن۔ ۳۔ اخبار بینی کے فایدے۔ ۴۔ چاندنی رات کا نظارہ۔
۵۔ ہمت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا۔ ۶۔ موسم گرما میں موسلادھار بارش کا نظارہ۔

۲۔ اپنے دوست کے نام ایک خط لکھیے اس میں کشمیر کے موسم بہار کا دلچسپ منظر دکھلایئے۔ یا
آپ کا دوست امتحانِ میٹریکولیشن میں ناکام رہا ہے ایک خط میں اس کی حوصلہ افزائی کیجیے۔

۳۔ ذیل کے محاورات میں سے صرف چھ کا مفہوم لکھیے اور ان کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے :۔
۱۔ آڑے آنا۔ ۲۔ عید کا چاند ہونا۔ ۳۔ منہ کی کھانا۔ ۴۔ آنکھیں دکھانا۔ ۵۔ چلو بھر پانی میں ڈوب مرنا۔ ۶۔ منہ لگانا۔ ۷۔ لکیر پیٹنا۔ ۸۔ پتھر کی لکیر ہونا۔ ۹۔ پٹی پڑھانا۔ ۱۰۔ کالے کوسوں کا سفر۔
۱۱۔ گاڑھی چھننا۔ ۱۲۔ موم کی ناک ہونا۔

۴۔ ذیل کی عبارت درست کر کے لکھیے :۔
اس کی پیٹ میں درد تھی۔ چاند آسمانوں پر چمک رہی ہیں۔ بادل آنے لگی اور برف پڑنے لگا۔ مجھے تمہارا غزل بہت سا پسند ہے۔ اس کا طاقت ختم ہو چکا تھا۔ اس کی غیر حاضر رہنے کا کیا وجہ تھا؟ یہ لڑکی اچھی گاتی ہے۔ میرا تصویر کہاں گیا تھا۔ میں نے رومال خریدی۔

۵۔ بتایئے ذیل کے الفاظ مؤنث ہیں یا مذکر۔ ہر لفظ کو اپنے بنائے ہوئے جملے میں اس طرح استعمال کیجیے کہ اس کی تذکیر و تانیث ذہن نشین ہو سکے:۔ طوطی۔ قوم۔ وقت۔ بخت۔ تقدیر۔ بہار۔ لشکر۔ دعا۔

۶۔ مندرجہ ذیل الفاظ میں جو لفظ واحد ہے اسکی جمع اور جو جمع اُس کا واحد لکھیے :۔
ریاض۔ شعر۔ شعراء۔ حاکم۔ احکام۔ دفتر۔ وظیفہ۔ اوقات۔

۷۔ تعریفیں کیجیے اور مثالیں پیش کیجیے :۔
مسند الیہ۔ اضافت تشبیہی۔ تابع مہمل۔ فعل متعدی۔ اسم حالیہ۔ فعل حال۔ یا
معنوں کے لحاظ سے اسم کی کتنی قسمیں ہیں۔ ہر ایک کی تعریف کیجیے۔

۸۔ ترکیب نحوی کیجیے :۔ جو محنت کرے گا وہ کامیاب ہو جائے گا۔

۹۔ جملوں میں استعمال کیجیے۔ فساد (جھگڑا) فصاد (کھولنے والا) قرب (نزدیک) کرب (تکلیف) صرف (خرچ کرنا) صرف (محض) صفر (ایک مہینہ) صفر (زیرو) عم (چچا) ام (ماں)۔

۱۰۔ حال ماضی۔ مستقبل۔ امر۔ تمنائی اور نفی کی صورتیں بیان کیجیے۔ بیٹھنا۔ پینا۔ جانا۔ آنا۔

اُردو پیپرز نمبر - ۵

۱. کسی ایک پر مفصل مضمون لکھیے:-
۱. سفر کے فایدے۔ ۲۔ صبح کی سیر۔ ۳۔ میرا پسندیدہ کھیل۔ ۴۔ میرا دلچسپ خواب۔ ۵۔ دنیا کی جنت میرا وطن ہے۔

۲. کسی اخبار کے ایڈیٹر کے نام ایک خط لکھیے اور اپنے گاؤں کے کسی حادثے کو شائع کرنے کی التجا کیجیے۔ یا
اپنے والد کے نام ایک خط لکھیے۔ انہیں اپنی تعلیمی حالت سے متعلق اطلاع دیجیے۔

۳. نیچے دیے ہوئے محاورات میں سے صرف پانچ کا مفہوم لکھیے اور ان کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:-
۱۔ گھر کا بھیدی ہونا۔ ۲۔ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانا۔ ۳۔ آنکھیں چرانا۔ ۴۔ بال بال بچنا۔ ۵۔ زمین و آسمان کے قلابے ملانا۔ ۶۔ لہو سفید ہو جانا۔ ۷۔ آنکھیں سفید ہو جانا۔ ۸۔ سینگ سمانا۔ ۹۔ کانوں کا کچا ہونا۔ ۱۰۔ بغلیں جھانکنا۔

۴. نیچے دیے ہوئے جملوں کی تصحیح کیجیے:-
وہ روز گئے جب ہم محتاج تھیں۔ بے فضول باتیں کرنے سے کیا حاصل؟ مبلغ چار سو روپے وصول پائے۔
اس کے گھر سے ایک تار آئی تھی۔ اپنی راستہ لے لو۔ وہ مشہور چور ہے۔ دراصل میں قصور تمہارا ہی ہے۔

۵. مونث اور مذکر الگ الگ کر کے لکھیے اور اپنے بنائے ہوئے فقروں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ ان کی تذکیر و تانیث واضح ہو سکے:-
قسم، سرمایہ، نثر، قلم، ملّت، سکت، تحریر، تقدیر، منزل، شرط۔

۶. حسب ذیل الفاظ میں سے واحد کی جمع اور جمع کے واحد لکھیے:-
امر، نقد، اسلوب، شرط، مشکوک، ظروف، اسماء، احباب، شریک۔

۷. فعل مثبت اور منفی میں کیا فرق ہے؟ مثالوں سے اپنے جواب کی وضاحت کیجیے۔

۸. ترکیب نحوی کیجیے:- جو محنت کرے گا وہ کامیاب ہو جائے گا۔

۹. جملوں میں استعمال کیجیے:- مربع (چوکور) مربہ (جیسے مربہ بھی) مشرق (ایک طرف) مشرک (شرک کرنے والا) عام (ہر جگہ ملنے والا) آم (میوہ)

۱۰. حال، ماضی، مستقبل، امر، تمنائی اور نفی کی صورتیں بتائیے۔ پکڑنا۔ گننا۔ لڑنا۔ ڈبونا۔

اُردو پیپر نمبر - ۶

۱۔ نیچے دیئے ہوئے عنوانات میں سے کسی ایک عنوان پر مضمون لکھیے:۔

۱۔ موسم بہار میں کشمیر کا نظارہ۔ ۲۔ قرض کی خرابیاں۔ ۳۔ ایک طالب علم کے فرائض۔
۴۔ بچپن کی شادی۔ ۵۔ رسم پرستی کے نقصانات۔

۲۔ اپنے استاد کے نام ایک خط لکھیے اُس میں اپنی پڑھائی کے حالات تحریر کیجیے۔ یا
اپنے دوست کے نام ایک خط لکھیے۔ کہ آپ شہری زندگی پر دیہاتی زندگی کو کیوں ترجیح دیتے ہیں؟

۳۔ واحد کی جمع اور جمع کے واحد لکھیے:۔
نقشہ، ارواح، قول، اسرار، تاریخ، سطر، بحر، موج، رسایل۔

۴۔ نیچے دیئے ہوئے محاورات میں سے صرف چھ کا مفہوم لکھیے اور اپنے بنائے ہوئے فقروں میں استعمال کیجیے:۔
۱۔ لکیر کا فقیر ہونا۔ ۲۔ کان بھرنا۔ ۳۔ چراغ سحری ہونا۔ ۴۔ باسی کڑھی میں اُبال آنا۔ ۵۔ تین پانچ کرنا۔
۶۔ چیونٹی کے پر نکل آنا۔ ۷۔ ننانوے کی پھیر میں پڑنا۔ ۸۔ آب آب ہونا۔ ۹۔ پانچوں انگلیاں گھی میں ہونا۔

۵۔ نیچے دیئے ہوئے الفاظ میں سے مذکر اور مونث الگ کیجیے۔ اور ان کو اپنے بنائے ہوئے فقروں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ ان کی تذکیر و تانیث واضح ہو جائے:۔
گھاس، خوراک، غذا، رُوح، دوا، مرض، علاج، کمر، ڈاک۔

۶۔ ذیل کے جملے دُرست کر کے لکھیے:۔
۱۔ تمہاری بیاہ کب ہوئی ہے؟ ۲۔ مینہ برس رہی تھی۔ کہ ہم گھر میں سے نکلے۔
۳۔ کیا آپ میرے دعوت میں شرکت کرتا ہے۔ ۴۔ یہ تو بتائیے کہ ہم سے کیا خطا ہوا؟
۵۔ یہ راستہ کہاں جاتی ہے۔ ۶۔ شام ہو چکا تھا کہ وہ تشریف لائے۔
۷۔ ابھی کاروائی شروع نہیں ہوتی تھی کہ مجلس میں ہل چل بچ گیا۔

۷۔ تعریفیں کیجیے اور ہر ایک کی دو دو مثالیں پیش کیجیے:۔
اسم صفت، اسم ظرف، اسم عدد، حرفِ ندا، صفتِ نسبتی، تابع موضوع

۸۔ نیچے دیئے ہوئے جملے کی ترکیب نحوی کیجیے۔ "اسلم نے یہ کہا کہ میں کل آؤں گا"۔

۹۔ جملوں میں استعمال کیجیے:۔ عمارت (مکان) امارت (امیری) عیال (کنبہ) ایال (گھوڑے کی گردن کے لمبے بال) عرض (التماس) ارض (زمین) صوم (روزہ) سوم (تیسرا)۔

۱۰۔ حال، ماضی، مستقبل، امر، تمنائی اور نفی کی صورتیں بیان کیجیے:۔
لانا۔ مرنا۔ دھونا۔ پوچھنا۔ اُبالنا۔ پیٹنا۔ خریدنا۔

اُردو پیپرز نمبر ۔ ۷

۱۔ حسب ذیل عنوانات میں سے کسی ایک عنوان پر مفصل مضمون لکھیے :۔
۱۔ اگر میں ایک تحصیلدار ہوتا ۔ ۲۔ کوئی تاریخی عمارت ۔ ۳۔ میرا محبوب شاعر ۔ ۴۔ تندرستی ہزار نعمت ہے ۔

۲۔ آپ کا دوست میٹریکولیشن کے امتحان میں اس سال ناکام رہا ہے اور آیندہ تعلیم سے متنفر ہو رہا ہے ۔ ان کے نام ایک ایسا خط لکھیے ۔ کہ وہ پھر تعلیم کی تحصیل کے لیے آمادہ ہو جائے ۔ یا
اپنی تحصیل کے تحصیلدار صاحب کے نام ایک درخواست لکھیے اُس میں اپنے متعلقہ گاؤں کی گندگی کا تذکرہ کیجیے ۔

۳۔ ذیل کے محاورات میں سے صرف چھ کا مفہوم لکھیے اور اپنے بنائے ہوئے فقروں میں استعمال کیجیے :۔
۱۔ پران چھوڑنا ۔ ۲۔ آن کے پیچھے جان دینا ۔ ۳۔ شیطان کی خالہ ۔ ۴۔ طوطا چشمی کرنا ۔ ۵۔ ڈھول کا پھول ہونا ۔
۶۔ لہو لگا کر شہیدوں میں ملنا ۔ ۷۔ ڈھیر ہو جانا ۔ ۸۔ کان پکڑنا ۔ ۹۔ لوہا ماننا ۔

۴۔ نیچے دیئے ہوئے جملے درست کر کے لکھیے :۔
کاش وہ اپنے بچے کا تلاش کرتا ۔ بیمار کی حالت دن بدن سدھر رہی ہیں ۔ مہمان کے لیے تھوڑی سی شربت بناؤ ۔ میری بل واپس آئی تھی ۔ اس کے نام عدالت کی ایک نوٹس آگئی ہیں ۔ صبح ہوا اور شمع بجھ گیا ۔ نوکر کو کہو کہ گوشت کی ایک پاؤ خرید کر لائے ۔ دھوپ تیز ہونے لگا ۔ اور بچارا بوڑھا تھک ایک درخت کے چھاؤں میں بیٹھ گیا ۔

۵۔ بتائیے ذیل کے الفاظ مؤنث ہیں یا مذکر ؟ ہر ایک لفظ کو اپنے بنائے ہوئے جملے میں اسی طرح استعمال کیجیے ۔ کہ اسکی تذکیر و تانیث واضح ہو سکے :۔
دستار ۔ شلوار ۔ پھول ۔ شبنم ۔ موتی ۔ طوطی ۔ بُلبُل ۔ اُردو ۔ مکھن ۔ آم ۔

۶۔ واحد کی جمع اور جمع کے واحد لکھیے :۔
ارکان ۔ محفل ۔ ورق ۔ خلق ۔ ادیب ۔ رفیق ۔ ازدواج ۔ البہ ۔ احمق ۔

۷۔ بتائیے اسم جمع اور جمع میں کیا فرق ہے ۔ مثالوں سے اپنے جواب کی تائید کیجیے ۔

۸۔ ترکیبِ نحوی کیجیے :۔ "سجاد باغ میں نہیں تھا" ۔ "مظفر روتا ہوا آیا" ۔

۹۔ مندرجہ ذیل الفاظ کے معنی بتا دیجیے :۔ مرگ ، مرغ ۔ بول (پیشاب) بھول ، بول (بات) تاریخ ، تاریک ۔ ترکی ، ترقی ۔ ہجر ، حجر ۔ ہرم ، حرم ۔ ہلال ، حلال ۔ ہل ، حل ۔ ہار ، حار ۔

۱۰۔ حال ، ماضی ، مستقبل ، امر ، تمنائی اور نفی کی گردانیں لکھیے :۔
چلانا ۔ پکارنا ۔ بلانا ۔ کاٹنا ۔ پکانا ۔ آنا ۔

اُردو پیپرز نمبر - ۸

۱۔ ذیل کے عنوانات میں سے کسی ایک عنوان پر مفصل مضمون لکھیے:۔
۱۔ جہاں رام ہوتا ہے میٹھی زبان سے۔ ۲۔ دریا کی آپ بیتی۔ ۳۔ ریڈیو کے فوائد۔

۲۔ اپنے والد کے نام ایک خط لکھیے جس میں صغر سنی میں شادی کے نقصانات بیان کیجیے۔ یا
اپنے دوست کے نام ایک خط لکھیے۔ اور مدلل بیان کیجیے کہ آپ تجارت کو ملازمت پر کیوں فوقیت دیتے ہیں؟

۳۔ ذیل کے محاورات میں صرف پانچ کا مفہوم لکھیے اور ان کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:۔
۱۔ تھالی کا بینگن ہونا۔ ۲۔ چھکے چھوٹنا۔ ۳۔ آٹے میں نمک ہونا۔ ۴۔ آنکھیں بدلنا۔ ۵۔ ٹس سے مس ہونا۔
۶۔ چراغ ہونا۔ ۷۔ ہوا ہو جانا۔ ۸۔ ٹسوے بہانا۔ ۹۔ بال کی کھال اُتارنا۔

۴۔ مذکر اور مونث الگ الگ لکھیے۔ اور اپنے جملوں میں اسطرح استعمال کیجیے کہ ان سے تذکیر و تانیث ظاہر ہو جائے:۔
تعمیر۔ ٹکٹ۔ امانت۔ دعوت۔ اطلاع۔ ارادہ۔ لالٹین۔ چمگادڑ۔

۵۔ واحد کی جمع اور جمع کے واحد لکھیے:۔
انواع۔ نوع۔ نبی۔ ولی۔ قصہ۔ طائر۔ قوت۔ ترکیب۔ رسم۔ مذہب۔

۶۔ ذیل کی عبارت دُرست کر کے لکھیے:۔
کیا آپ کے تمام رشتہ دار بخیریت سے ہیں؟ محمود کے آمد کا اطلاع آگیا۔ اُس کو میری سلام کہنا۔ مجھے تم سے یہ توقع نہیں تھا۔ وہ ہر دن یہی شکوہ بیان کرتا ہے، اس کو سخت پیاس لگا ہوا تھا۔ ہمارے اُستاد نے گیارہ دن کا رخصت لیا ہے۔ میں آپ کا بڑا مشکور ہوں۔

۷۔ فرق بیان کیجیے:۔ (الف) اسم عدد اور صفتِ عددی، فعل حال اور اسم حالیہ، حاصل مصدر اور مصدر۔
(ب)۔ اسم استفہام کی تعریف لکھیے اور بتائیے کہ اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

۸۔ ترکیبِ نحوی کیجیے:۔ "تم گھوڑے پر سوار ہو۔"

۹۔ فعل، حال، ماضی، مستقبل، امر، نہی، تمنائی اور شرطیہ کی گردانیں بتا دیجیے:۔
گننا۔ لڑنا۔ ڈبونا۔ سوکھنا۔ ناچنا۔ کھانا۔ گرنا۔ اڑنا۔ پانا۔ بھرنا۔ لڑنا۔ حاصل کرنا۔ سننا۔ امید کرنا۔ شکار کرنا۔ مدد کرنا۔ کودنا۔ پسند کرنا۔ دیکھنا۔ کھولنا۔ ادا کرنا۔

۱۰۔ معنی بتا دیجیے:۔
(نسب، نصب)۔ (نقطہ، نکتہ)۔ (مُشک، مَشک)۔ (منسوب، منصوب)۔ (مثل، مسل)۔
(مکرر، مقرر)۔ (موزہ، موضع)۔ (مثنوی، مصنوعی)۔

اُردو پیپر نمبر ۔ ۹

۱۔ حسب ذیل عنوانات میں سے کسی ایک عنوان پر مضمون لکھیے :۔
۱۔ میرا محبوب مشغلہ ۔ ۲۔ میری آرزو ۔ ۳۔ سائنس کے ایجادات ۔ ۴۔ انت بھلا سو بھلا ۔

۲۔ آپ کے دوست کا چھوٹا بھائی فوت ہو چکا ہے ۔ آپ اُس کے نام ماتم پرستی کا ایک خط لکھیے ۔ یا
پوسٹ ماسٹر کے نام ایک خط لکھیے اور دیر سے ڈاک پہنچنے کی شکایت کیجیے ۔

۳۔ ذیل کے محاورات میں سے چھ کے معنی لکھیے اور جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ ان کی تذکیر و تانیث واضح ہو جائے ۔
۱۔ مونچھ کا بال ہونا ۔ ۲۔ ٹیڑھی کھیر ہونا ۔ ۳۔ کاٹھ کا اُلو ہونا ۔ ۴۔ آستین پر چڑھانا ۔ ۵۔ سیخ پا ہونا ۔
۶۔ اپنا سا منہ لے کر رہ جانا ۔ ۷۔ مینڈک کو زکام ہونا ۔ ۸۔ جان جوکھوں میں ڈالنا ۔

۴۔ بتائیے ذیل کے الفاظ مذکر ہیں یا مؤنث ؟ ہر ایک کو جملے میں استعمال کر کے لکھیے :۔
راہ ، چمن ، عرض ، جمع ، غرض ، مراد ، مقصد ، فرق ، تاثیر ۔

۵۔ ذیل کے الفاظ سے واحد کی جمع اور جمع کے واحد لکھیے :۔
عمل ، نفس ، تدابیر ، تکالیف ، مصائب ، مکتوب ، وکیل ، صفت ، نقل ۔

۶۔ ذیل کے جملے درست کر کے لکھیے :۔
کیا اس نے ہمیشہ بھینک مانگا تھا ؟ شاعر نے ایک نظم پڑھ کر سنایا ۔ ہم نے تمہاری کوئی شکوہ نہیں کیا ۔
میرا پاس بک کہاں ہے ؟ زید نے کتاب پڑھنے کا قسم کھا دکھا ہے ۔ فوج نے شہر پر دعوا بول دیا تھا ۔
مدت ہوا کہ اُس نے شراب چھوڑا ۔

۷۔ (ا) مصدر اصلی اور جعلی میں کیا فرق ہے ؟
(ب) معنوں کے لحاظ سے اسم کی کتنی قسمیں ہیں ۔ ہر ایک کی تعریف کیجیے ۔ یا
اضافت تشبیہی اور اضافت توصیفی کی تعریفیں مع امثلہ تحریر کیجیے ۔

۸۔ ترکیب نحوی کیجیے :۔ "بے ادب خدا کے فضل سے نا اُمید ہوا ۔"

۹۔ فعل حال ، ماضی ، مستقبل ، امر ، نہی ، تمنائی اور شرطیہ کی گردانیں بنا دیجیے ۔ کھیلنا ، پہنچنا ،
پڑھنا ، بجانا ، کہنا ، بیچنا ، بند کرنا ، گانا ، چُرانا ، پھینکنا ، رونا ، بیٹھنا ۔

۱۰۔ معنی بتا دیجیے :۔ (فاصلہ ، فیصلہ) ۔ (قصر ، کسر) ۔ (قاش ، کاش) ۔ (ضد ، زد) ۔
(عمل ، امل) ۔ (کمر ، قمر) ۔ (گور ، غور) ۔ (گرز ، غرض) ۔ (کائد ، قائد) ۔

اُردو پیپر نمبر - ۱۰

۱- مندرجہ ذیل عنوانات میں سے کسی ایک عنوان پر مفصل مضمون لکھیے :-

۱- میرا دوست - ۲- اچھی عادتیں - ۳- جنگ اور اس کے بُرے نتائج - ۴- اتفاق میں طاقت ہے -
۵- کسان کی اہمیت -

۲- اپنے دوست کو ایک خط لکھیے اس میں کشمیر کی ڈل جھیل کے نظارہ کی تصویر اس طرح کھینچیے کہ وہ آپ کا خط پڑھ کر اس جھیل کو دیکھنے کے لیے کشمیر آجانے پر مجبور ہو جائے -

۳- ذیل کے محاورات میں سے صرف پانچ کا مفہوم لکھیے نیز اپنے بنائے ہوئے فقروں میں استعمال کیجیے :-

۱- چراغ تلے اندھیرا - ۲- دھجیاں اُڑانا - ۳- مرمت کرنا - ۴- رس میں بس ملانا -
۵- تلوار کے گھاٹ اتارنا - ۶- آنکھوں میں لینا - ۷- الٹے تلّلے کرنا - ۸- تلوار کا دھنی ہونا -
۹- آنکھوں سے گرنا - ۱۰- ایک لاٹھی سے ہانکنا - ۱۱- کانوں میں تیل ڈالنا -

۴- نیچے دیے ہوئے الفاظ میں سے مذکر اور مؤنث علیحدہ کیجیے اور ہر لفظ کو اپنے فقرے میں اس طرح استعمال کیجیے کہ اسکی تذکیر و تانیث واضح ہو جائے :-

(ا) شراب ، آب ، آبرو ، بدن ، سورج ، وفات ، عزت ، اثر ، تعبیر ، صورت ، زمین -

(ب) مؤنث کے مذکر اور مذکر کی مؤنث لکھیے :-

نانی ، بھنگی ، اُستاد ، جناب ، معلم ، گوالن ، درزی ، چمار ، مالن ، سقا ، حاجی -

۵- نیچے دیے ہوئے الفاظ میں واحد کی جمع اور جمع کے واحد لکھیے :-

افکار - حاجی - جز - خزانہ - حاجت - صاحب - انفاس - نفیس - عیب - عندلیب -

۶- بناوٹ کے لحاظ سے اسم کی کتنی قسمیں ہیں ؟ ہر ایک کی تعریف مع امثلہ تحریر کیجیے - یا
فعل نہی اور منفی میں کیا فرق ہے ؟ مثالوں سے واضح کیجیے یا اسم موصول کی تعریف مع امثلہ تحریر کیجیے -

۷- دُرست کر کے لکھیے :- تمہارے ہاتھ میں یہ کونسا چیز تھا ؟ ان دو بھائیوں میں بڑی فرق تھی - کریم نے خدا کا قسم کھایا - یہ ایک اچھے قسم کی سیاہی ہے - ملاح کشتی چلانے لگا - دوپہر قریب آیا تھا - کہ ہم نیند سے بیدار ہوگئے - صبح کا سیر ہمارے صحت کیلئے مفید ہیں - میں نے مدرسہ چھوڑنے کی سرٹیفکیٹ حاصل کرلی -

۸- ترکیب نحوی کیجیے :- "ہم مدرسے میں پڑھتے ہیں"

۹- معنی بتا دیجیے :- گول ، غول - گل ، غل - مال ، مآل - کرب ، قرب - قرن ، کرن - فاصلہ ، فیصلہ - قصر ، کسر - ضد ، زد - عمل ، امل -

۱۰- زمانہ حال کسے کہتے ہیں - ہکانا - چلنا - اٹھنا - ہونا - لڑنا - کھانا - پڑھنا - لکھنا - سوچنا سے زمانہ حال کی گردان بنائیے -

اُردو پیپرز نمبر - ۱۱

۱۔ ذیل کے عنوانات میں سے کسی ایک عنوان پر مضمون لکھیے:۔

۱۔ حُبِّ وطن۔ ۲۔ وقت کی پابندی۔ ۳۔ تعلیم کے فایدے۔ ۴۔ ایک دِل چسپ کہانی۔

۲۔ آپ کے چھوٹے بھائی کی شادی کی تقریب پر اپنے دوست کو مدعو کرنے کے لیے ایک خط لکھیے۔ یا

آپ کا چھوٹا بھائی مڈل سٹینڈرڈ کے امتحان میں کامیاب ہو گیا ہے۔ آپ ایک خط میں اسکو مبارکباد پیش کیجیے۔

۳۔ نیچے دیئے ہوئے محاورات میں سے صرف چھ کا مفہوم لکھیے اور اپنے بنائے ہوئے جملوں میں استعمال کیجیے۔

۱۔ کاغذ کی ناؤ بہانا۔ ۲۔ آلو بنانا۔ ۳۔ طشت از بام ہونا۔ ۴۔ لینے کے دینے پڑنا۔

۵۔ سناٹا چھانا۔ ۶۔ مٹھی گرم کرنا۔ ۷۔ آفتاب بر سرِ کوہ ہونا۔ ۸۔ جنگل میں منگل ہونا۔

۹۔ ہاتھ بٹانا۔ ۱۰۔ چراغ ٹمٹمانا۔ ۱۱۔ ہاتھ دھونا۔ ۱۲۔ آڑے آنا۔

۴۔ ذیل کے الفاظ میں مذکر اور مؤنث الگ کیجیے۔ ہر ایک کو اپنے بنائے ہوئے فقروں میں اس طرح استعمال کریں کہ اسکی تذکیر و تانیث واضح ہو جائے:۔

صبر، دنیا، خاک، خوشبو، تدبیر، تجویز، بادل، بیاہ، مینہہ، قوم، گھی۔

۵۔ ذیل میں واحد کی جمع اور جمع کے واحد لکھیے:۔

برکت، تدبیر، مشکل، منزل، اقدام، اجسام، احباب، تفسیر۔

۶۔ ذیل کے جملے دُرست کر کے لکھیے:۔

اس کام میں مجھے ایک بڑا مشکل پیش آیا۔ قافلہ اپنے منزل پر روانہ ہوا۔ میرے لیے تھوڑی سی گھی لاؤ۔ دنیا تیزی کے ساتھ بدلتا ہے۔ گاڑی کا رفتار بہت تیز تھا۔ باپ کا گفتگو سن کر بیٹا حیران ہو گیا۔ آپ کے پوشاک سے خوشبو آتا ہے۔ آج کل اس کا صحت ناساز ہے۔ اسکے تقریر میں کافی تاثیر تھا۔

۷۔ اسم تصغیر اور اسم تکبیر (مکبّر) میں کیا فرق ہے۔ مثالوں سے سمجھائیے۔ یا

جُملہ اسمیہ اور جُملہ فعلیہ میں کیا فرق ہے۔ مثالیں دے کر واضح کیجیے۔

۸۔ ترکیب نحوی کیجیے:۔ "جمیل نے باغ میں جا کر پھول توڑا"

۹۔ سات حیوانوں کی آوازیں لکھیے:۔ طوطا، کوا، چڑیا، مینا، کبوتر، بلبل، کوئل، قمری پپیہا، کی آوازیں بھی لکھیے۔

۱۰۔ زمانہ ماضی کسے کہتے ہیں۔ مارنا۔ دوڑنا۔ جانا۔ آنا اور ٹھہرنا سے ماضی کی گردان بنائیے۔

اُردو پیپر نمبر - ۱۲

مُتضاد الفاظ :-

لفظ	ضد	لفظ	ضد	لفظ	ضد	لفظ	ضد
آگ	پانی	ثواب	عذاب	عدم	وجود	روشنی	اندھیرا
آخر	شروع	جاہل	عالم	فنا	بقا	دور	نزدیک
آرام	تکلیف	جدید	قدیم	گل	خار	واحد	جمع
آزمودہ	ناتجربہ کار	جلی	خفی	مردہ	زندہ	مرد	عورت
آسان	مشکل	جھوٹا	سچّا	نور	ظلمت	نیند	بیدار
آغاز	انجام	حق	باطل	نیا	پرانا	کھڑا	بیٹھا
آمد	خرچ	خاص	عام	سفید	سیاہ	تازہ	خشک
اچھا	بُرا	خوب	زشت	سخی	کنجوس	بحر	بر
اصلی	نقلی	خورد	کلاں	حسین	بھدا	چاند	سورج
اقرار	انکار	دُبلا	موٹا	سرد	گرم	گیلا	سوکھا
اُلٹا	سیدھا	دن	رات	سردی	گرمی	سویر	دیر
امانت	خیانت	ذہن	عقلی	آب	آتش	تندرست	بیمار
انصاف	ظلم	دوست	دشمن	خوشبو	بدبو	چالاک	سُست
بد	نیک	رحمت	زحمت	لذیذ	بدمزہ	مریض	تندرست
بلند	پست	روز	شب	میٹھا	کھٹا	حیات	موت
بڑھاپا	جوانی	حلال	حرام	سیدھا	ٹیڑھا	قید	آزاد
بہشت	دوزخ	سچ	جھوٹ	عاقل	بےوقوف	پردہ	ننگا
پس	پیش	سخت	نرم	دانا	بےعقل	جلد	آہستہ
تیزی	سُستی	سزا	جزا	قوی	کمزور	خواندہ	اُمّی
تنگ	کشادہ	صحیح	غلط	لاغر	کمزور	پیدل	سوار
تھوڑا	زیادہ	عدل	ظلم	سمندر	خشکی	صاف	گندا

اُردو پیپرز نمبر ۔ ۱۳

اُردو میں بولے جانے والے الفاظ کی واحد اور جمع :-

واحد	معنی	جمع	واحد	معنی	جمع	واحد	معنی	جمع
آفت	مصیبت	آفات	بلد	شہر	بلاد، بلدان	حاکم	حاکم	حُکام
آلہ	اوزار	آلات	بنت	لڑکی	بنات	حد	حد	حُدود
اب	باپ	آباء	بیت	گھر	بیوت	حدیث	پیغمبر صلعم کی بات	احادیث
اثر	اثر	آثار	بیت	شعر	ابیات	حدیقہ	باغ	حدائق
ادب	ادب	آداب	تابوت	جنازہ کا صندوق	توابیت	حُر	آزاد	احرار
اُستاد	اُستاد	اساتذہ	تاج	تاج	توجہ، تیجان	حرب	لڑائی	حروب
اسلوب	ڈھنگ	اسالیب	تاریخ	تاریخ	تواریخ	حرف	حرف	حروف
اسم	نام	اسماء	سوغات	تحائف	سوغات	حزب	گروہ	احزاب
اصل	جڑ	اصول	تکلیف	دُکھ	تکالیف	حسین	خوبصورت	حسان
الم	رنج	آلام	تلمیذ	شاگرد	تلامیذ	حق	حق	حقوق
اُم	ماں	اُمہات	ثمر	پھل	اثمار	حُکم	فرمان	احکام
امام	امام	ائمہ	ثوب	کپڑا	ثیاب	حکمت	حکمت	حکم
اُمّت	گروہ	اُمم	جبل	پہاڑ	جبال	حکیم	عقل مند	حکماء
اِمراۃ	عورت	نِساء	جد	دادا	اَجداد	خاتون	شریف عورت	خواتین
آمل	امید	آمال	جسد	جسم	اجساد	خادم	نوکر	خدم۔ خُدام
باب	دروازہ	ابواب	جسم	بدن	اجسام	خبر	خبر	اخبار
بحر	سمندر	بحُور	جنت	بہشت، باغ	جنان	خلق	اچھی عادت	اخلاق
بدن	جسم	ابدان	جنس	جنس	اجناس	خیمہ	تنبو	خیام
بُستان	باغ	بساتین	جواب	جواب	جوابات	دائرہ	دائرہ	دوائر
بطن	پیٹ	بُطون	جیب	جیب	جیوب	داعی	بلانے والا	دُعاۃ
دلیل	دلیل	دلائل	سقف	چھت	سقوف	صدف	سیپی	اصداف
دوا	دوا	ادویہ	سُلطان	بادشاہ	سلاطین	صغیر	چھوٹا	صغار
دیوان	کچہری	دواوین	سُلّہ	پہاڑہ	سلال	صوت	آواز	اصوات

واحد	معنی	جمع	واحد	معنی	جمع	واحد	معنی	جمع
ذریعہ	ذریعہ	ذرائع	سلف	پرانا۔ باپ دادا	اسلاف	صوم	روزہ	صیام
ذَنب	گناہ	ذنوب	سند	سند	اسناد	ضلع	ضلع	اضلاع
رب	پالنے والا	ارباب	سنہ	سال	سنون، سنوات	طالب	طالب	طلباء
رزق	روزی	ارزاق	سُنبلہ	گچھا۔ بال	سنابل	طائر	پرندہ	طیور
رسالہ	رسالہ	رسائل	سوال	سوال	سوالات	طبق	سینی	اطباق
رسم	رسم	رسوم	سوق	بازار	اسواق	طبیعت	مزاج	طبائع
رسُول	پیغمبر	رسل	سیّد	سردار	سادات	ظرف	برتن	ظروف
رفیق	ساتھی	رفقاء	سیف	تلوار	سیوف، اسیاف	طرف	سمت کنارہ	اطراف
رقم	رقم	رقوم	شاب	جوان	شباب	طفل	لڑکا	اطفال
روح	جان	ارواح	شاعر	شاعر	شعراء	ظل	سایہ	ظلال
رئیس	سردار	رُؤساء	شجر	درخت	اشجار	ظن	گمان	ظنون
زمانہ	زمانہ	ازمنہ	شریف	شریف	شرفاء	عالم	جاننے والا	علماء
زوج	جوڑا	ازواج	شعر	شعر	اشعار	عام	عام	عوام
سابق	پہلا	سوابق	شک	شُبہ	شکوک	عدو	دشمن	اعداء
ساحل	کنارا	سواحل	شکل	شکل صورت	اشکال	عضو	بدن کا حصہ	اعضاء
سبب	سبب	اسباب	شہر	مہینہ	شہور	عَلم	جھنڈا	اعلام
سبق	سبق	اسباق	شئی	چیز	اشیاء	عِلم	عِلم	علوم
سحر	صبح	اسحار	شیخ	بزرگ	مشائخ	عمل	کام	اعمال
سراج	چراغ	سُرج	صاحب	مالک۔ دوست	اصحاب	عنب	انگور	اعناب
سفیر	ایلچی	سفراء	صبی	لڑکا	صبیان	عندلیب	بُلبُل	عنادل
سفینہ	کشتی	سفن، سفائن	صدر	سینہ	صُدور	عیب	عیب	عیوب

اردو پیپرز نمبر ۔ ۱۴

ترکیبِ نحوی

(اعادہ حصہ اول) ۱۔ ہم نے پہلے فعل اور فعل ناقص کا فرق سمجھ لیا ہے۔ ۲۔ فعل میں دو باتیں ہوتی ہیں۔ کام اور زمانہ۔ ۳۔ فعل ناقص میں صرف زمانہ ہوتا ہے۔ (ہے۔ ہیں۔ تھا۔ تھے۔ ہوں)۔ ۴۔ فعل ناقص کے ساتھ اگر دوسرا لفظ آجائے جس سے پورا فعل بنتا ہو تو وہ فعل ناقص نہیں رہتا۔ (کھاتا ہے، چلتا تھا)۔ ۵۔ جس جملے میں فعل ہو اسکو جملہ فعلیہ کہتے ہیں۔ ۶۔ جس جملہ میں فعل ناقص ہو اُسے جملہ اسمیہ کہتے ہیں۔ ۷۔ جملہ فعلیہ میں فعل اور فاعل یا فعل، فاعل اور مفعول ہوتے ہیں۔ ۸۔ جملہ اسمیہ میں فعل ناقص۔ خبر اور مبتدا ہوتے ہیں۔ ۹۔ جملہ فعلیہ ۔ فعل علامت فاعل۔ فاعل۔ مفعول۔ علامت مفعول بھی ہوتے ہیں۔

(اردو پیپرز حصہ اول مطالعہ ہو۔)

(مزید باتیں)

جملہ اسمیہ :۔ فعل ناقص، مبتدا اور خبر کے علاوہ متعلق خبر بھی ہوتا ہے۔

مثلاً بشیر کلاس میں حاضر تھا۔

تھا ۔	فعل ناقص	اب سوال یہ ہے کہ کہاں حاضر تھا۔ جواب ہے "کلاس میں"
بشیر ۔	مبتدا	کلاس میں متعلق خبر ہے۔ کیونکہ یہ خبر کی وضاحت کرتا ہے۔
حاضر تھا ۔	خبر	یا اس کے بارے میں شک کو دور کرتا ہے۔
"کلاس میں" ۔	متعلق خبر	

سوال۔ ترکیبِ نحوی کیجیے۔

احمد ہسپتال میں زیر علاج تھا۔ انور کلاس سے غیر حاضر تھا۔ رام جماعت میں اول تھا۔ ویری ناگ کشمیر کا چشمہ ہے۔

جملہ فعلیہ :۔ فعل کے ساتھ ساتھ متعلق فعل بھی ہوتا ہے۔ جو فعل کی وضاحت کرتا ہے۔ سلیم نے کتے کو تلوار سے مارا۔

مارا	فعل	
سلیم	فاعل	
نے	علامت فاعل	سوال ۔ جواب ۔
کتے	مفعول	کس سے مارا ۔ تلوار سے
کو	علامت مفعول	گویا یہ فعل کی وضاحت کرتا ہے۔ فعل کے سلسلے میں شک دور کرتا ہے۔
تلوار سے	متعلق فعل	اس طرح "تلوار سے" متعلق فعل ہوا۔

سوال۔ ترکیب نحوی کیجیے۔
ماسٹر جی نے بچے کو تختی سے مارا۔ کریم نے چھڑی سے مارا۔ اسلم نے قلم سے خط لکھا۔ سارا نے جلدی جلدی مضمون لکھا۔ ستارہ نے بنسری سے گانا گایا۔

جملوں کے کئی اقسام ہیں :۔

(۱) رضوان سکول کا کام کر رہا ہے۔ (2) انعام کل سو پور جائے گا۔ (3) واہ! واہ! نہایت خوبصورت جگہ ہے۔
(4) اپنا قلم مجھے دے دو۔ (5) ہائے میں اکیلا ہوں۔ (6) خدا کی قسم حمید نے بشیر کو مارا۔
(7) خراب کھانا نہیں کھانا چاہیے۔ (8) کاش میرے والد زندہ ہوتے۔ (9) خبردار اس پل سے نہ گزرنا۔
(۱) اور (2) میں خبر پائی جاتی ہے۔ ان کو جملہ خبریہ کہتے ہیں۔ (3) خوشی (4) حکم (5) افسوس (6) قسم (7، 9) تنبیہ (8) خواہش کے جملے ہیں۔ خبر والے جملوں کو جملہ خبریہ کہتے ہیں۔ خوشی، حکم، افسوس، قسم، تنبیہ اور خواہش کے جملوں کو جملہ انشائیہ کہتے ہیں۔

اگر تم محنت کرو گے تو کامیاب ہو جاؤ گے۔

جملہ شرطیہ
- شرط
  - اگر ---- حرف شرط
  - کرو گے ---- فعل
  - تم ---- فاعل
  - محنت ---- مفعول
- تو ---- حرف جزا
- جزا
  - ہو جاؤ گے ---- فعل ناقص
  - تم ---- مبتدا
  - کامیاب ---- خبر

جو محنت کرے گا کامیاب ہوگا۔

جملہ اسمیہ
- ہوگا ---- فعل ناقص
- مبتدا
  - جو ---- اسم موصول
  - کرے گا ---- فعل
  - وہ ---- فاعل
  - محنت ---- مفعول
- کامیاب ---- خبر

جاوید کے سوا تمام لڑکے حاضر ہیں

جملہ اسمیہ
- ہیں ---- فعل ناقص
- مبتدا
  - جاوید ---- مستثنیٰ
  - تمام لڑکے ---- مستثنیٰ منہ
  - سوا ---- حرف استثنا
  - کے ---- کلمہ ربط
- حاضر ---- خبر

سجاد باغ میں نہیں تھا

جملہ اسمیہ
- نہیں تھا ---- فعل ناقص
- سجاد ---- مبتدا
- موجود ---- خبر
- متعلق خبر
  - میں ---- حرف جار
  - گھر ---- مجرور

تم گھوڑے پر سوار ہو۔

جملہ اسمیہ
- ہو ـــ فعل ناقص
- تم ـــ مبتدا
- سوار ـــ خبر
- متعلق خبر: گھوڑے ـــ مجرور / پر ـــ جار

بلدیو سنگھ میدانِ جنگ میں مارا گیا۔

جملہ فعلیہ خبریہ
- مارا گیا ـــ فعل مجہول
- بلدیو سنگھ ـــ مفعول
- متعلق فعل: میں ـــ جار / میدان ـــ مضاف / جنگ ـــ مضاف الیہ

رام نادان ہے

جملہ اسمیہ
- ہے ـــ فعل ناقص
- رام ـــ مبتدا
- نادان ـــ خبر

ماسٹر جی نے کریم کو سڑک پر دیکھا

جملہ فعلیہ خبریہ
- دیکھا ـــ فعل
- ماسٹر جی ـــ فاعل
- نے ـــ علامت فاعل
- کریم ـــ مفعول
- کو ـــ علامت مفعول
- متعلق فعل: پر ـــ حرف جار / سڑک ـــ مجرور

کریم گھر میں موجود تھا۔

جملہ اسمیہ
- تھا ـــ فعل ناقص
- کریم ـــ مبتدا
- موجود ـــ خبر
- متعلق خبر: گھر ـــ مجرور / میں ـــ حرف جار

اردو پیپرز نمبر - ١٥

مرکبات

دو یا دو سے زاید کلمات مل کر مرکب کہلاتے ہیں۔
ہمارا بھائی ارشد۔ رونا دھونا۔ اسد اللہ غالب۔ احمد اور رضوان دونوں۔
مثلاً۔ دس قلم، دس سیر گھی، کشمیری گانا، لال چوک، محمد انور، ہندو اور مسلمان، ارشد کے سوا سب، نیک استاد، ہنستا ہوا لڑکا، وہ کرسی، جاوید کی ٹوپی، روٹی ووٹی۔

مرکب	سوال / وضاحت	قسم	تجزیہ
دس قلم	کتنے قلم ← دس	تعداد ← عددی	دس (عدد) قلم (معدود)
دس سیر گھی	دس سیر کیا ← گھی	تمیز (شک کی دوری یعنی دس سیر کیا چیز)	دس سیر (تمیز) گھی (تمیز)
جاوید کی ٹوپی	کس کی ٹوپی ← جاوید	اضافت ← اضافی	جاوید (مضاف الیہ) ٹوپی (مضاف)
کشمیری گانا			
نیک استاد	کیسا استاد ← نیک	صفت ← توصیفی	نیک (صفت) استاد (موصوف)
محمد انور	دو لفظوں سے مل کر بنا اسم	امتزاجی	
ہندو اور مسلمان	دو اسموں کے درمیان حرف عطف "اور"	عطفی	
ہنستا ہوا لڑکا	لڑکا کس حالت میں (ہنستا ہوا)	حال	ہنستا ہوا (حال) لڑکا (ذوالحال)
وہ کرسی	کون سی کرسی ← وہ	اشاری	وہ (اشارہ) کرسی (مشار الیہ)
روٹی ووٹی	روٹی با معنی لفظ کے ساتھ مہمل لفظ تب آتا ہے جب پہلے با معنی لفظ ہو گویا اس کے تابع ہوتا	تابع مہمل	ووٹی (تابع) روٹی (متبوع)
رونا دھونا	دھونا با معنی لفظ جو رونا (با معنی) کے ساتھ محاورے کے طور آئے	تابع موضوع موضوع	دھونا (تابع موضوع) رونا (موضوع)
ہمارا بھائی ارشد	(ہمارا بھائی) اور (ارشد) دونوں سے ایک ہی مراد اصل میں "ہمارا بھائی"	بدل	ہمارا بھائی (بدل) اور وضاحت کے لیے ارشد (بدل منہ)

اسداللہ غالب	دونوں سے مراد ایک ہی آدمی ہے۔ "غالب" اسداللہ کے بارے میں مزید بیان کرتا ہے۔	بیان	اسداللہ (مبین) ہے غالب سے تشریح ہوتی ہے ہر (عطف بیان) یعنی مزید بیان یا تشریح ہے۔
احمد اور رضوان دونوں	"احمد اور رضوان" بجائے خود دو آدمی ہیں مگر لفظ (دونوں) سے تاکید ظاہر ہوتا ہے	تاکید	احمد اور رضوان (موکد) دونوں (تاکید)
ارشد کے سوا سب	ارشد کے سوا ارشد کا مستثنیٰ ہونا دکھاتا ہے		ارشد کے سوا (مستثنیٰ) سب (مستثنیٰ بہ)

اردو پیپرز نمبر۔ ۱۶

حروف کا بیان

مختلف حروف ۔ میں، پر، سے، تک، کو، یا، سوا، اور، کیونکہ ۔ حرف وہ کلمہ ہے جو نہ اسم ہو نہ فعل ہو۔ یہ فعل اور اسم کو ملانے کا کام کرتا ہے۔ یا جملوں کو ملانے کا کام کرتا ہے۔

حرف	مثال	کام	نام
اور پھر بلکہ	حمید اور اشرف یہاں آئے۔ گھنٹی بجی پھر چھٹی ہوئی۔ شیر پالتو نہیں بلکہ درندہ ہے۔	دو کلموں یا دو جملوں کو ملانا	حرف عطف
اگر جب	اگر تم آؤ گے تو ہم انتظار کریں گے۔ جب بارش ہوگی تب فصل اچھی ہوگی۔	شرط کے لیے	حرف شرط
کی طرح جیسا مانند	مرزا کمال غالب کی طرح شعر پڑھتے ہیں۔ حمید حاتم جیسا سخی ہے۔ اس کا چہرہ سورج کے مانند چمکتا ہے۔	تشبیہ کے لیے	حرف تشبیہ
شاباش	شاباش تم امتحان میں اول آئے۔	خوشی کے لیے	حرف انبساط
افسوس ہائے	افسوس اس کا جوان بیٹا مر گیا ہائے میرا دوست مر گیا۔	افسوس کے لیے	حرف تحسین
ندا	ارے! کہاں جانا ہے۔	پکارنے کے لیے	حرف ندا
ٹھیک	(کسی سوال کے جواب میں) ٹھیک بات ہے	جواب	حرف جواب
افواہ	افواہ اس قدر بزدل ہو کہ چوہے سے ڈرتے ہو۔	تعجب	حرف تعجب
خبردار	خبردار وہاں نہ جانا۔	تنبیہ	حرف تنبیہ
کاش	کاش میں امتحان میں کامیاب ہوتا۔	تمنا	حرف تمنا

مگر	جواہر میرا دوست تھا مگر بے وفا نکلا۔	شک دور ہوتا ہے	حرف استدراک
سوا	اندرا کے سوا سب کلاس میں تھے۔	الگ کرنے کے لیے اندرا مستثنیٰ تمام تر کے	حرف استثنا حرف خبرا
میں سے پر کو نے	کمرے میں کوا ہے۔ حمید سے ٹوپی لو۔ میز پر کتاب ہے۔ حمید نے بشیر کو مارا۔	دو اسموں میں ربط دینے کے لیے اسم کو فعل کے ساتھ ربط دینے کے لیے	حروف جار
ہرگز	ہرگز جھوٹ نہ بولنا	تاکید کے لیے	حروف تاکید
تف تھو تھو	تم نے اپنے بھائی کو مارا۔ تف ہے تم پر۔ تھو تھو گندگی سے مت کھیلو۔	نفرین کے لیے	حروف نفرین
کہ	حمید نے کہا کہ بشیر کو گھر جانا چاہیے۔	بیان کے لیے	حروف بیان
کہاں	کہاں رہتے ہو۔	سوال کے لیے	حروف استفہام

اردو پیپر نمبر ۔ ۱۷

الفاظ کی مختلف شکلیں

اسم	صفت
شرارت	شریر
پتھر	پتھریلی
شرافت	شریف
عقل	عقلمند
نمک	نمکین
مرد	مردانہ
روز	روزانہ
زن	زنانہ
شاہ	شاہی
شرم	شرمیلا
کشمیر	کشمیری
عرب	عربی
احسان	محسن
انصاف	منصف
دین	دیندار
عظمت	عظیم

مصدر/لفظ	حاصل مصدر
میٹھا	میٹھاس
چور	چوری
بوڑھا	بڑھاپا
لڑکا	لڑکپن
بگاڑنا	بگاڑ
سچ	سچائی
چمکنا	چمک
بھاگنا	بھاگ
اُبلنا	ابال
اُڑنا	اڑان
اونگھنا	اونگھ
بتانا	بات
بچانا	بچاؤ
بکنا	بکواس
بہنا	بہاؤ
پڑھنا	پڑھائی
چلنا	چلن
دبنا	دباؤ
رکنا	رکاوٹ
باز	شاہ باز
ٹوپی	ٹوپ
گھڑی	گھڑیال

لفظ	تصغیر
بھائی	بھیا
باغ	باغیچہ
بیٹی	بیٹا
پتیلا	پتیلی
پنکھا	پنکھیا
پیالہ	پیالی
تھال	تھالی
ٹانگ	ٹنگڑی
چادر	چدریا
دیگ	دیگچی
در	دریچہ
ڈھول	ڈھونگ
عین	عینک
طشت	طشتری
کھمر	کھمڑیا
کوٹھا	کوٹھری

لفظ	مکبر
پگڑی	پگڑ
چھتری	چھتر
تیر	شہتیر
کار	شاہ کار
توت	شاہ توت
سوار	شہسوار

اردو پیپر نمبر - ۱۸

مضامین

قلم اور تلوار

دنیا میں ہر ایک چیز اپنی جگہ ایک اہمیت ضرور رکھتی ہے۔ کوئی معمولی چیز بھی فضول نہیں ہے۔ ایک ادنےٰ شئے اپنے وقت پر کارآمد اور اہم ثابت ہوسکتی ہے۔ تلوار کو ہی لے لیجیے۔ لوگ اس نام کو سنکر اس کے کارنامے یاد کرتے ہیں۔ اور اُن میں ایک قسم کی نفرت پیدا ہوجاتی ہے اگر غور کیا جائے تو ضرورت کے وقت یہی خونخوار تلوار کس قدر مفید اور کارآمد ثابت ہوجاتی ہے۔ مثلاً آپ کسی جنگل یا دور افتادہ گاؤں سے اکیلے جارہے ہیں۔ آپ پر اثنائے سفر میں اچانک ایک چیتا یا شیر دھاوا بول دیتا ہے، اُس وقت یہی خونخوار تلوار ایک مفید ساتھی بن کر آڑے آتی ہے اور آپ کو بال بال بچانے میں ایک گہرے دوست کی طرح کام آتی ہے۔ اگر یہ تلوار آپ کے پاس نہ ہو تو خالی ہاتھ اس چیتے یا شیر کا مقابلہ کس طرح کریں گے۔ اب اندازہ لگائیے کہ ایسے خطرے کے وقت آپ اس تلوار کی کس قدر ضرورت محسوس کریں گے۔ اب بتائیے کہ ایسے خطرے کے وقت قلم آپ کی کیا مدد کرسکتا ہے اور تلوار کی مدد کے بغیر آپ کی جان کس طرح بچ سکتی ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ کبھی کبھی لالچ کی وجہ سے غرض مند آدمی بھی خوفناک درندہ بن جاتا ہے آپ اکیلے ہیں اور جیب میں ایک خاصی اور اچھی رقم موجود ہے۔ شام ہوگئی ہے آپ بستی سے ذرا دُور کسی گلی میں گذر رہے ہیں۔ اچانک آپ پر ایک ڈاکو خونخوار بھیڑیا بن کر وار کرنے لگتا ہے۔ آپ کے پاس اپنی حفاظت کے لیے کوئی ہتھیار یا تلوار نہیں ہے۔ ہاں البتہ جیب میں ایک خوبصورت قلم بلکہ دس روپے کا خوشنما فونٹین پن موجود ہے۔ تو بتائیے کہ آپ اس ڈاکو کے وار سے کیونکر محفوظ رہ سکتے ہیں۔ پس ثابت ہوتا ہے کہ دنیا میں کوئی ایک چیز دوسری چیز سے بڑی اور ادنےٰ نہیں ہے۔ بلکہ اپنے وقت پر ہر ایک چیز اور ہر ایک آلہ اپنی بڑی اہمیت رکھتا ہے داناؤں کا قول ہے۔ "کوئی چیز اچھی یا بُری نہیں ہے۔ مگر ہمارے سوچنے کا ڈھنگ اسکو ایسا بنا دیتا ہے۔" اب قلم کو لے لیجیے۔ اپنی جگہ اور اپنے مخصوص اوقات پر اس کی اہمیت اور ضرورت مُسلم ہے۔ دنیا بھر کی تمام کتابیں اور تمام علوم اس کی ایک معمولی جنبش کا نتیجہ ہیں۔ اسی کی برکت سے انسان حیوانیت کے ادنےٰ درجے سے ترقی کرکے فرشتوں کے درجے پر پہنچتا ہے اسکی مدد سے ہر مرض کی دوا پیدا ہوتی ہے۔ اور ہر مشکل کا حل نکلتا ہے۔ یہی وہ مفید اور کارآمد مگر چھوٹا سا آلہ ہے جو انسان کی مہد سے لحد تک ایک محسن اور رہبر بن کر زندگی کی ہر منزل میں رہنمائی کرتا ہے۔ یہی قلم مُفلسوں کا دامن ایسی دولت سے بھر دیتا ہے جس کو دنیا کی آفتوں سے زوال نہیں آسکتا ہے۔ جس کو چُور چرا نہیں سکتا ہے اور جو جتنی بھی خرچ کی جائے اتنی ہی بڑھ جاتی ہے۔

✣ ✣ ✣ ✣

میرا دلچسپ سفر

شام ہو رہی تھی۔ کہ میں امرت سر کے ریلوے اسٹیشن پر پہنچ گیا۔ میرے والد نے مجھے تار کے ذریعے دہلی فوری طور بلایا تھا اور یہ تار مجھے اس وقت ملا تھا جب کہ میں چار بجے کے بعد مدرسہ سے واپس آرہا تھا۔ اس سفر کی تیاری میں مجھے ایک دو گھنٹے صرف ہو گئے اور میں چھ بجے کے قریب گھر سے ایک بس میں روانہ ہوا۔ پونے آٹھ بجے میں اسٹیشن پر پہنچ گیا ریل کے ڈبے مسافروں سے بھرے پڑے تھے۔ مجبور ہو کر میں نے اول درجے کا ٹکٹ خرید ا اور ڈبے میں داخل ہو کر دیکھا کہ میرے سوا اس میں کوئی دوسرا مسافر نہیں بیٹھا تھا۔ میں ڈبے میں اکیلا غمگین صورت بنا کر بیٹھا اونگھنے لگا۔ چونکہ یہ میرا پہلا سفر تھا اسلئے دل میں مسرت اور قدرے وحشت بھی تھی۔ پورے آٹھ بجے گاڑی روانہ ہونے والی تھی۔ لمبے انتظار کے بعد آخر آٹھ بج ہی گئے۔ ریل نے آخری سیٹی بجائی اور دھیرے دھیرے حرکت کرنے لگی۔ کہ اچانک میرے ڈبے کا دروازہ کھل گیا، ایک مسافر اندر تشریف لایا اور آتے ہی میرے قریب بیٹھ گیا۔ یہ ایک خوبصورت اور ہنس مکھ نوجوان تھا۔ تعارف کرنے کے بعد یہ میٹھی میٹھی باتوں میں مصروف ہو گیا۔ اس نے کہا کہ مجھے آنے والے اسٹیشن پر اترنا ہے۔ مجھے اس کی باتوں میں عجیب قسم کی کشش محسوس ہو رہی تھی۔ اس کا نام "غنچہ" تھا اس کی شکل وصورت کی طرح دل کش تھا۔ وہ گفتگو کے دوران میں پان چباتا تھا جس کی خوشبو سے میرا دماغ معطر ہو جاتا تھا۔ شام سے ہی آسمان ابر آلود ہو رہا تھا۔ اب ہلکی ہلکی بارش بھی ہونے لگی تھی۔ اور ہوا میں کافی خنکی پیدا ہو گئی تھی۔ میں نے اپنے بیگ میں سے دو کشمیری دوشالے نکالے۔ جو کہ میں نے اباجان کے ارشاد کے مطابق گھر سے ساتھ لائے تھے۔ یہ شاید انہیں اپنے کسی دوست کے لیے تھے۔ ان میں سے ایک اس انوکھے دوست کو دیا اور دوسرا میں نے اپنے بدن پر لپیٹا۔ میں ڈبے کی دیوار کا سہارا لے کر آرام سے بیٹھ گیا۔ میرے دوست غنچہ کی گفتگو کی رفتار تیز ہونے لگی۔ اس کی میٹھی میٹھی باتوں نے میرے دل کو آن واحد میں موہ لیا اسی اثنا میں اس نے چھوٹا سا پاندان کھولا۔ اور دو خوشبودار پان بنائے۔ ایک خود کھایا اور ایک میری طرف بڑھایا۔ میں نے بڑے شوق سے پان لے لیا۔ اور منہ میں ڈال کر چبانے لگا اس میں اس قدر مٹھاس اور خوشبو تھی کہ مجھ پر ایک مستی چھا گئی۔ اور میری آنکھوں پر نیند طاری ہونے لگی۔ جب اسٹیشن پر ریل ایک جھٹکے کے ساتھ رک گئی۔ تو اس جھٹکے کے ساتھ ڈل گئی۔ تو اس جھٹکے سے میں اس خواب شیریں سے بیدار ہو گیا۔ اپنے ساتھی کو ڈبے میں نہیں پایا۔ اور دونوں دوشالے بھی اس کے ساتھ غائب تھے۔ بیگ کی تلاش کی۔ وہ بھی موجود نہ پایا، ناچار تڑپنے لگا۔ فریاد کی، رویا، پیٹا مگر بے سود، ریل کے ملازموں سے تحقیقات کرنے لگا۔ انہوں نے میرے انوکھے ساتھی کا قصہ سن کر تسلی دی اور کہا اے بھائی آپ کا ساتھی کوئی بڑا ڈاکو تھا اور اس نے آپ کو میٹھے اور خوشبو پان کے ذریعے کوئی بے ہوش کرنے والی چیز کھلائی ہے اور آپ کی بے ہوشی کی حالت میں سب چیزیں اڑا کر کسی اسٹیشن پر اتر پڑا ہے۔ شاید یہ آپ کا پہلا سفر ہوگا۔ ریلوے پولیس کو ایک رپورٹ پیش کر دیں۔ ممکن ہے آپ کے مال کا سراغ نکلے۔ میں نے یہ رپورٹ پولیس کو دیدی اور تقریباً آٹھ سو روپے کے اچانک چلے جانے پر دل ہی دل میں ماتم کرتا ہوا اس کوٹھی کا راستہ تلاش کرنے لگا۔ جہاں والد صاحب قیام کرتے تھے۔

⁂ ⁂ ⁂

میرا گاؤں ______ میرا گانٔو

(اُردو ٹیچر و عزیز طلباء آج کل گاؤں، پاؤں اس طرح لکھا جاتا ہے۔ گانٔو ، پانٔو)

پانپور میرا گانٔو ہے۔ یہ سری نگر سے نو کلو میٹر دور ہے۔ یہ جہلم دریا کے کنارے پر واقع ہے۔ پانپور کی آبادی دس ہزار ہے۔ یہاں مرد عورتیں بچے بوڑھے رہتے ہیں۔ یہاں ہندو بھی رہتے ہیں۔ اور مسلمان بھی۔ کچھ لوگ دکانداری کرتے ہیں۔ کچھ گورنمنٹ ملازم ہیں۔ زیادہ تر لوگ زعفران کی کاشت کرتے ہیں۔ کچھ پرائیویٹ اداروں میں ملازم ہیں۔ بہت سے لوگ کھیتی باڑی کرتے ہیں۔

پانپور میں نصف مکانات پختہ ہیں اور نصف کچی اینٹوں کے۔ چھتوں پر ٹین لگا ہوا ہے۔ سرینگر سے پانپور بس سروس جاتی ہے۔ اننت ناگ، اچھابل، جموں، پہلگام، ترال، پلوامہ اور بہت سے علاقوں کی بسیں پانپور سے ہی آتی ہیں۔

پانپور کی آب و ہوا معتدل ہے۔ گرمیوں میں چاندنی راتوں میں زعفران کے پھول بہت خوبصورت لگتے ہیں۔ لوگ ان پھولوں کو دیکھنے جاتے ہیں۔ پانپور میں دریائے جہلم کے اوپر دو پُل ہیں۔ گاؤں کے باہر کھلے میدان ہیں۔ پانپور کے ارد گرد پکی اینٹیں بنانے کے کارخانے ہیں۔ پانپور کی پہاڑیاں مٹی کی بنی ہوئی ہیں۔ سبھی پہاڑیوں کے اوپر زعفران کی کاشت ہوتی ہے۔ ایک پہاڑی کے اوپر ریڈیو سٹیشن لگا ہوا ہے وہاں ٹرانسپورٹ کا یارڈ بھی ہے۔ وہاں گورنمنٹ جونیری مل بھی ہے جہاں فرنیچر، کھڑکیاں، دروازے وغیرہ بنتے ہیں۔ وہاں گورنمنٹ برک فیکٹری بھی ہے۔

پانپور میں سفیدے، بید، چنار اور میوہ دار درخت پائے جاتے ہیں۔ گاؤں کے کھیتوں میں شالی، گیہوں، سرسوں، مٹر کی پیداوار ہوتی ہے۔ وہاں ساگ، ٹماٹر، آلو، کرم، گوبھی کی سبزیاں بھی اُگتی ہیں۔ لوگ محنت کش ہیں۔ برسات میں جہلم میں کبھی کبھی سیلاب بھی آتا ہے اور پانپور کے سارے راستے سیلاب کی وجہ سے پانی کے نیچے آتے ہیں۔ گاؤں میں کئی مسجدیں اور آستان ہیں۔ گاؤں میں لڑکوں کا ایک ہائی اسکول اور لڑکیوں کا بھی ایک ہائی اسکول ہے۔ پھر یہاں کچھ پرائمری اور مڈل اسکول بھی ہیں۔ یہاں گاؤں کے بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ گاؤں میں ایک ہسپتال بھی ہے۔ یہاں بیماروں کا علاج ہوتا ہے۔ گاؤں میں ایک ڈاک گھر، چھوٹا ٹیلیفون ایکسچینج اور تار گھر ہے۔ گاؤں میں پنچایت گھر، وٹیرنری اور کئی دفتر ہیں۔ گاؤں میں ایک تھانہ بھی ہے۔

پانپور میں ایک بازار بھی ہے۔ جہاں ہر قسم کے دکان ہیں۔ پولٹوں کی دکانیں، گوشت کی دکانیں، کپڑوں کی دکانیں، بیکری کی دکانیں، سبزی فروش۔ پانپور کی روٹی جسے شیرمال کہتے ہیں بہت مشہور ہے۔ پانپور بازار میں اور بھی بہت دکانیں ہیں۔

⁂ ⁂ ⁂

میری آرزو

"لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری"

آرزوئیں ہر دل میں ہوتی ہیں کسی میں کم کسی میں زیادہ کسی کے دل میں بمناسب اور کسی کے دل میں نامناسب غرض بشر کا دل آرزو سے خالی نہیں ہوتا ہے۔ ہاں یہ درست ہے کہ کسی کی آرزو بلند ہوتی ہے اور کسی کی پست۔ آرزو کا بلند اور پست ہونا ہمت پر منحصر ہے۔ کسی کی آرزو انفرادی، جو اپنی ہی ذات تک محدود ہوتی ہے اور کسی کی اجتماعی ہوتی ہے، وہ ایک قوم، ایک جماعت یا ایک ملک سے متعلق ہوتی ہے صرف اپنی ہی ذات تک محدود نہیں ہوتی ہے۔ آرزو، انفرادی آرزو سے بہتر ہے۔ سبھوں کی تمنائیں پوری نہیں ہوتی ہیں۔ ایک خوش قسمت کی آرزو پوری ہو کر رہتی ہے اور دوسرے بد قسمت کے ارمان باوجود کوششوں کے بھی خاک میں مل جاتے ہیں میرے ننھے سے دل میں بھی کئی آرزوئیں موجود ہیں۔ میری بڑی آرزو یہ ہے کہ میری زندگی ایک روشن شمع کے مانند ہو جو خود جلتی ہے اور دوسروں کی تاریکی دور کرتی ہے۔ اسی طرح میں بھی چمک کر اپنے ملک کی تاریکی روشنی میں تبدیل کر سکوں۔ ع

زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری

میری تمنا یہ ہے کہ اللہ میاں مجھے خاص تعلیم حاصل کرنے کی توفیق عطا کرے تاکہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد میں وطن کی سیوا کر سکوں۔ اپنے ہم وطنوں سے کام آسکوں۔ اپنے مفلس ہمسایوں کی امداد کر سکوں کمزوروں اور بے بسوں کا ہاتھ بٹا سکوں یتیموں اور بیواؤں کی دستگیری کرنے کے قابل بن سکوں۔ ان پڑھ اور جاہل بھائیوں کو تعلیم دلا سکوں میرے گاؤں کے اکثر کسان ان پڑھ ہیں، غریب ہیں، بیمار ہیں، مقروض ہیں اور آپس کے جھگڑوں سے بے بس ہو گئے ہیں۔ میرے اللہ! مجھے اتنی ہمت دے کہ میں ان تمام مشکلات کو حل کر سکوں۔ غرض میں اس وطن کے بہشت جیسے باغ میں ایک خوشنما اور خوشبودار پھول کی طرح مہکوں تاکہ میری مہک سے تمام باغ معطر ہو جائے۔ میری رونق سے وطن زینت پائے۔ ع

ہو میرے دم سے یوں ہی میرے وطن کی زینت!
جس طرح پھول سے ہوتی ہے چمن کی زینت

میرے بھائی کسان لوگ سال بھر خون پسینہ ایک کرتے ہیں۔ کافی فصلیں اگاتے ہیں۔ دن رات کھیتوں میں بسر کرتے ہیں۔ مگر پھر بھی وہ بھوکے رہتے ہیں۔ مقروض ہوتے ہیں۔ خوراک کے لئے محتاج ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ قسم قسم کی بیہودہ رسموں میں پانی کی طرح پیسہ خرچ کرتے ہیں چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کی بے وقت شادی کرتے ہیں اور اپنی [illegible] کمائی اور بچوں کی زندگی برباد کرتے ہیں۔ معمولی باتوں پر آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں مقدمہ بازی میں اپنی ساری کمائی برباد کر دیتے ہیں۔ اور خود افلاس کے شکار بن جاتے ہیں۔

اے خدا! مجھے اتنی ہمت دے کہ میں مصلح بن کر ان تمام برائیوں کی اصلاح کر سکوں۔ ان کی بے ہودہ رسموں اور آپس کے جھگڑوں کا خاتمہ کر سکوں اور اس طرح ان غریبوں کی دولت بچا سکوں۔ ان مذکورہ دکھوں سے انکو نجات دلا سکوں۔ ان کو ایسی تعلیم دوں کہ یہ لوگ برے اور بھلے میں تمیز کر سکیں۔ اس طرح ان غریبوں اور غافلوں کی حمایت کروں ع

ہو میرا کام غریبوں کی حمایت کرنا!
دردمندوں سے ضعیفوں سے محبت کرنا

"جہاں رام ہوتا ہے میٹھی زبان سے"

میٹھی زبان وہ خوشنما ذریعہ ہے جس سے انسان اپنے جانی دشمنوں کو بھی دوست بنا سکتا ہے اور جو انسان اس صفت سے متصف ہوتا ہے۔ وہ لوگوں میں ہر دلعزیز ہوتا ہے اور اس کی تقریر میں بڑی مٹھاس اور دلچسپی ہوتی ہے۔ اس کی باتوں میں کافی اثر ہوتا ہے۔ اسکی گفتگو سے سننے والوں کے دل بہل جاتے ہیں۔ تمام لوگ اس کی عزت کرتے ہیں اپنا فخر سمجھتے ہیں اور اس کے اچھے اخلاق کے قایل ہو جاتے ہیں۔ وہ ہر کام میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ میٹھی زبان رکھنے والا ہر ادنیٰ و اعلیٰ شخص کا نام احترام سے لیتا ہے اور کسی شخص کو برے نام سے نہیں پکارتا ہے۔ میٹھی زبان رکھنے والا ہی مہذب اور شریف کہلاتا ہے جس شخص کی زبان میٹھی نہ ہو لوگ اسکو مہذب اور شریف نہیں کہتے ہیں۔ اگرچہ وہ کسی مہذب اور شریف گھرانے سے ہی تعلق رکھتا ہو۔ اچھی تہذیب کی پہلی علامت شیرین کلامی اور خوش خلقی ہے جو شخص برے الفاظ اور ناشائستہ گفتگو سے اپنی زبان آلودہ کرتا ہے۔ اسکو مہذب کہنا غلطی ہے۔ زبان ہی انسان کو معزز یا ذلیل کر سکتی ہے۔ اگر زبان اپنے قابو میں ہو تو زبان ہے۔ اگر قابو سے باہر ہو جائے تو یہی زبان زیان بن جاتی ہے۔ اور بشر کو ہر جگہ ذلیل اور بے عزت بنا کر چھوڑتی ہے۔ اس کی ایک ہی ناشائستہ حرکت سے خون کی ندیاں بہہ سکتی ہیں اور اس کے اس ایک ناشائستہ کلمہ سے سلگی ہوئی آگ بجھ سکتی ہے۔ طلباء کو چاہیے کہ وہ میٹھی گفتگو کرنے کی بچپن ہی سے عادت ڈالیں۔ اور کبھی اپنی معصوم زبان کو برے بولوں اور ناشائستہ گفتگو سے ناپاک نہ کریں۔ بدزبان اور بد اخلاق آدمیوں کی صحبت سے پرہیز کریں۔ کیونکہ اس طرح بروں کی صحبت کی تاثیر سے بدزبانی کی عادت پڑ جاتی ہے۔ ؁ ؁ ؁ ؁

میرا دوست

خوش حال زندگی گذارنے کے لیے اچھے دوستوں کی بڑی ضرورت پڑتی ہے۔ ایک انسان کی زندگی اچھے دوستوں کے بغیر پھیکی اور خشک رہ جاتی ہے۔ مگر بد اخلاق دوستوں سے بہتر یہی ہے کہ انسان کا کوئی دوست ہی نہ ہو کہتے ہیں کہ "دوست وہ ہے جو مصیبت میں کام آئے"۔ ورنہ خوشحال اور راحت میں غیر بھی دوست بن جاتا ہے میرا ایک شفیق دوست ہے۔ اس کا اسم گرامی شفیق احمد ہے۔ یہ میرا دوست کا دوست اور بھائی کا بھائی ہے۔ اس کی شخصیت بڑی دل چسپ ہے۔ اس کی عادتیں اس قدر پاکیزہ ہیں کہ اگر اس کو فرشتہ خصلت کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ اسکی صحبت نے میرے بہت سے نقایص اور بری عادتیں دور کر دی ہیں۔ اور اس نے مصلح بنکر میری زندگی کی اصلاح کر دی ہے۔ یہ ایک اچھے خاصے تعلیم یافتہ ہیں۔ انگریزی میں ایم۔ اے کا امتحان پاس کیا ہے۔ آج کل بڑی کامیابی کے ساتھ وکالت کرتے ہیں ان کی ماہوار آمدن آٹھ سو کے لگ بھگ ہے اس کے اچھے اخلاق پر مجھ کو رشک آتا ہے۔ اس کی زبان اس قدر شیرین ہے۔ کہ سننے والا اس کی گفتگو سن کر دنگ رہ جاتا ہے۔ یہ ہر قسم کی بری عادتوں سے پاک ہیں۔ سگریٹ نوشی سے متنفر ہیں۔ ان کی زبان کبھی جھوٹ سے آلودہ نہیں ہوتی ہے۔ یہ وعدہ کے پکے ہیں اگر یہ عمر میں مجھ سے چھوٹے ہیں مگر پھر بھی اپنی عقل مندی سے میرے راہبر اور استاد ہیں۔ یہ مکر و فریب سے بالکل بالاتر ہیں۔ میں ان کو دل سے عزیز رکھتا ہوں اور دل و جان سے ان کا احترام کرتا ہوں۔ ؁ ؁ ؁ ؁

میری گھڑی

میری گھڑی مجھے دل سے عزیز ہے تقریباً چھ سال سے یہ میری رہنمائی کر رہی ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میرے دسویں جنم دن کی تقریب پر یہ میرے ماموں نے امرتسر سے ارسال کر دی تھی۔ اس گھڑی کو پاکر میں اس قدر باغ باغ ہو گیا تھا کہ گویا میں نے ساری دنیا کی حکومت حاصل کر لی تھی۔ میری زندگی کی تاریخ میں شاید ایسی خوشی کا دوسرا دن نہیں آئے گا۔ اگرچہ اسکی قیمت تھوڑی ہی تھی مگر آج میری نظروں میں اسکی قیمت بہت بڑھ گئی ہے۔ اس نے میری رہبری کر کے مجھے وقت جیسی بیش بہا چیز کی قیمت سے روشناس کر دیا ہے۔ یہ میری زندگی کی اصلاح کر رہی ہے۔ اسکی امداد سے میں نے محسوس کیا ہے کہ وقت کس قدر تیز رفتار میں گذرتا جاتا ہے۔ اسی کی برکت سے مجھے ذہن نشین ہو گیا ہے کہ وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا ہے چاہے کوئی دنیا کا شہنشاہ بھی کیوں نہ ہو۔ اسکی سوئیاں ہر دم وقت کی تیز رفتار کی طرف اشارہ کرتی ہیں اور زبان حال سے کہتی ہیں کہ دیکھ دیکھ غافل ابھی دو بج رہے تھے ابھی چار ہو گئے۔ ابھی چھ بج جائیں گے۔ دیکھ اتم نے غفلت میں کتنا وقت ضایع کر دیا ہے۔ بیدار ہو جاؤ اور اس وقت کی قیمت پہچان لو۔ وقت گذر کر واپس نہیں آجاتا۔ میری گھڑی ہر وقت ٹک ٹک کی سریلی آواز دیتی رہتی ہے۔ بعض غافل لوگ اس ٹک ٹک کی مکرر آواز کو بے معنی خیال کرتے ہیں۔ مگر حقیقت کو سمجھنے والے کان اس آواز سے کافی عبرت اور ایک بیش بہا سبق حاصل کر لیتے ہیں۔ دل کے کان وا ہوں تو اس آواز کا مطلب آسانی سے سمجھ آتا ہے۔ گھڑی ٹک ٹک کر کے بار بار کہہ دیتی ہے۔ کہ اے بے خبر! اُٹھ ..... اُٹھ ...... سستی کو خیر باد کہہ۔ اُٹھ۔ اُٹھ ہاں اُٹھ ...... دیکھ ابھی چار بج رہے تھے۔ ابھی آٹھ بجنے لگے ہیں۔ ...... دیکھ وقت کتنی تیز رفتار سے گذرتا ہے ...... اُٹھ ... اُٹھ ...... کل کا دن کسی قیمت پر بھی واپس نہیں آسکتا ہے ...... اُٹھ اُٹھ ...... یہ بچپن کے دن ہیں۔ کام اور محنت کرنے کے دن ہیں۔ ان ایام کو غنیمت سمجھ۔ یہ دن بار بار نہیں آتے ہیں۔ یاد رکھ اگر یہ غفلت میں بسر کر دے تو عمر بھر پچھتانا پڑے گا۔ سچ پوچھیے اس ٹک ٹک کو سمجھ کر میں نے وقت کی قدر پہچان لی ہے ...... میں نے سستی کو ترک کر کے وقت پر پابندی کے ساتھ کام کرنے کی عادت ڈالی ہے۔ یہی گھڑی وہ بے مثال اُستاد ہے۔ وہ حقیقی مصلح ہے جس نے نہ صرف مجھ کو بلکہ ساری دنیا کو وقت کی پابندی کی تعلیم دی ہے۔ اور وقت کے بیش بہا ہونے کا احساس دلایا ہے۔ بعض طلباء اس کو صرف فیشن پرستی اور ظاہری زینت کے لیے اپنی نازک کلائیوں پر باندھتے ہیں مگر میں اسکو ایک مفید راہبر کے طور پر ہر وقت اپنے ساتھ رکھتا ہوں تاکہ اسکی عدم موجودگی میں وقت کی پابندی کی اہمیت سے غافل نہ ہو جاؤں اور اپنے کام میں محنت اور مشقت کی رفتار وقت کی تیز رفتار کے ساتھ مطابق کر سکوں۔ اسکی مدد سے مقررہ اوقات پر مقررہ کام کرنے میں کامیاب ہو سکوں۔ آج کا کام آج ہی کر سکوں۔ کل پر نہ چھوڑوں۔ وقت پر کام کرنے کے اصول میں شاندار کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔ اس گھڑی کی مدد کے بغیر اوقات کی شناخت ناممکن ہے اور وقت کی سختی کے ساتھ پابند رہنا دشوار دکھائی دیتا ہے۔ بس یہ گھڑی وہ آلہ ہے جو انسان کو وقت پر پابند رہنے اور وقت کی قیمت پہچاننے میں ایک راہبر کی طرح مدد دیتا ہے۔ غفلت، سستی اور کاہلی سے نجات دیتا ہے۔

☆ ☆ ☆

وقت کی پابندی

دنیا کے نظام کو اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ قدرت کی ہر چیز وقت کی کس قدر پابند ہے۔ سورج صبح وقت پر پابندی کے ساتھ طلوع ہو جاتا ہے اور مقررہ وقت پر شام کو غروب ہو جاتا ہے۔ چاند مقررہ وقت پر چمکنے لگتا ہے۔ بہار مقررہ وقت پر آتی ہے۔ خزاں ہر سال اپنے وقت پر شروع ہو جاتی ہے اور وقت مقررہ پر ختم ہو جاتی ہے خدا نہ کرے اگر کبھی موسم بہار دیر سے آجائے تو ہمارے کھیتوں کا کیا حال ہوگا۔ غرض کائنات کی ہر چیز وقت کی پابندی کی عملی تعلیم دیتی ہے۔ طالب علموں کو چاہیے کہ وہ بچپن ہی سے وقت کی پابندی کی عادت ڈالیں اور وقت مقررہ پر ہر کام کرنے کے پابند رہیں۔ یہی دنیا میں کامیابی کی سیڑھی ہے۔ جو شخص وقت کی سختی سے پابندی کرتا ہے وہی دنیا میں خوشحال رہ سکتا ہے۔ وقت پر ہر ایک کام کرنا ایک زریں اصول ہے۔ اس اصول پر کاربند رہنے والا ہر مقصد کو حاصل کر سکتا ہے۔ جو لوگ ابتدا ہی سے سستی اور کاہلی کے عادی بن جاتے ہیں۔ وہ وقت مقررہ پر کام نہ کرنے کی وجہ سے ہر کام میں ناکام رہتے ہیں اور اپنے بچپن، اپنی جوانی کے بیش بہا ایام کو آرام میں تباہ کر کے عمر بھر افسوس کے ہاتھ ملتے رہتے ہیں۔ آج کا کام کل پر چھوڑنا تمام برائیوں اور ناکامیوں کی بنیاد ہے۔ آج کا کام آج ہی کرنا چاہیے اور یاد رکھنا چاہیے کہ آج کا دن کل واپس نہیں آتا ہے۔ کل کا حال ہمیں معلوم نہیں ہے۔

"اے ز فرصت بے خبر در ہر چہ باشی زود باش"

یعنی اے فرصت سے بے خبر انسان جو کام کرنا چاہتا ہے۔ وہ جلدی سے کر۔ علامہ اقبالؒ نے بھی وقت کی پابندی کی تعریف میں یہ شعر کہہ دیا ہے ؎

وقت پر قطرہ ہے کافی ابرِ نو شش ہنگام کا!
جل گیا جو کھیت برسا مینہ پھر کس کام کا؟

وقت پر اگر بارش کا ایک قطرہ ہی برسے تو وہ کھیتوں کو ہرا بھرا کر دیتا ہے۔ جب کھیت جل جائے تو اس وقت اگر موسلا دھار بارش بھی ہو جائے تو کیا فائدہ؟ طلباء کو چاہیے کہ وہ بچپن کے دنوں کی قدر و قیمت پہچان کر مقررہ وقت پر کام کریں تاکہ آئندہ پچھتانا نہ پڑے۔ ٭ ٭ ٭ ٭

سال ________ رول نمبر ________ امتحان ________

نام ________ ولدیت ________ سنٹر ________

تصدیق کی جاتی ہے کہ اُمیدوار نے اس کتاب کا پورا مطالعہ کیا ہے۔

تاریخ ________ ناظم سنٹر ________

کشمیر میں برفباری

برف پانی کا ایک قدرتی ذریعہ ہے۔ جب سورج کی گرمی سے سمندروں، دریاؤں وغیرہ کا پانی بھاپ کی شکل اختیار کرتا ہے تو بادل بن جاتے ہیں۔ یہ بادل بارش بھی برساتے ہیں اور برف بھی۔ بارش اور برف میں یہ فرق ہے کہ بارش پانی کے قطروں کی شکل میں گرتی ہے اور برف روئی کے سفید سفید گالوں کی شکل میں گرتی ہے۔ برف کا گالا ہلکا ہوتا ہے۔ اس لیے یہ ناچتے ناچتے زمین پر اترتا ہے۔ اس طرح برف ایک خوبصورت سماں پیدا کرتی ہے۔ برف عموماً رات کو گرنا شروع ہوتی ہے اور صبح تک ہر چیز کو سفید بنا چکی ہوتی ہے۔ بارش گرتی ہے تو پانی کی شکل میں ندی نالوں میں بہہ کر جاتی ہے لیکن برف گرتی ہے تو جمع ہو جاتی ہے۔ ہر چیز کو اپنے نیچے چھپا لیتی ہے۔ سڑک، پتھر، اینٹ، گھاس غرض جو بھی چیز زمین پر ہو اس پر اپنی تہیں جما لیتی ہے۔ اس طرح ہر چیز سفید دکھائی دیتی ہے چھتوں پر، باغوں اور میدانوں میں برف جمع ہوتی ہے۔ اس کے بوجھ سے کمزور چھتیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ مکان گر جاتے ہیں۔ برف میں سائیکل پھسلتی ہے۔ تانگے مشکل سے چل پھر سکتے ہیں۔ گاڑیاں سلپ کرتی ہیں، برف چھ سات انچ جمع ہو جائے تو موٹر گاڑیاں اور سائیکل نہیں چل سکتے۔ لوگوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پیدل جانا پڑتا ہے۔ گاؤں اور قصبوں کو جانے والی سڑکوں پر آمد و رفت بند ہو جاتی ہے۔ برف کا گالا خوبصورت بھی ہوتا ہے اور نازک بھی۔ برف کا گالا ہاتھ میں لیجیے ایکدم پگھل جائے گا۔ اور آنسو کا قطرہ بن جائے گا۔ بچے اسکو دیکھ کر خوش ہو جاتے ہیں۔ وہ کھڑکیوں پر بیٹھ کر اس کا نظارہ دیکھتے ہیں جب برف جمع ہو جاتی ہے تو وہ اس میں کھیلتے ہیں۔ برف کی گیندیں بنا کر ایک دوسرے پر پھینک دیتے ہیں۔ چھوٹے بڑے برف کے مجسمے بناتے ہیں۔ اور سڑکوں، باغوں اور صحنوں کے بیچ میں سجا رکھتے ہیں۔ اور خوشی سے اس کے ارد گرد ناچتے ہیں۔ بچے اور عورتیں عموماً برف کھاتے ہیں۔ برف زیادہ کھانے سے کھانسی بھی آتی ہے۔ برف میں زیادہ چلنے پھرنے سے ہاتھ ٹھٹھر جاتے ہیں۔ غریب لوگ اس کی سردی سے مر بھی جاتے ہیں۔ اسی لیے کشمیر کے لوگ برف میں گرم اون کے کپڑے، بنیان، دستانے، گلوبند اور جرابے استعمال کرتے ہیں۔ کانگڑی اور چادر لے کر برف باری کا تماشہ دیکھنے میں مزا آتا ہے۔ برفباری میں جب بھی باہر جانا ہو تو چھاتا لے کر جانا پڑتا ہے۔ چھاتا برف سے وزنی ہو جاتا ہے اور بار بار اس پر سے برف ہٹانا پڑتا ہے۔ برف زیادہ گرتی ہے تو لوگ چھتوں سے برف ہٹاتے ہیں۔ برف ہٹانے والے خاص تربیت یافتہ مزدور ہوتے ہیں۔ وہ اسکیموں کی طرح اوپر سے نیچے تک گرم کپڑوں میں بندھے رہتے ہیں۔ کمر میں ایک رسی ہوتی ہے۔ ہاتھ میں ایک لمبا دستہ والا "بھیو" جیو ہوتا ہے۔ جب وہ چھتوں سے برف اتارتے ہیں تو وہ منظر قابلِ دید ہوتا ہے۔

برف جہاں خوبصورت، نازک اور ملایم ہوتی ہے۔ وہاں خطرناک بھی ہوتی ہے۔ یہ جنگلوں میں راستے چھپا لیتی ہے۔ مسافر راستہ بھول جاتا ہے اور جنگل میں بے سود کوشش کر کے آخر برف میں ہی دفن ہو جاتا ہے۔ سرحدوں پر تعینات سپاہیوں اور تھکے ماندہ مسافروں کے لیے یہ خوفناک ہلاک کرنے والی بلا بن جاتی ہے۔ پاؤں برف میں نہیں چل سکتے۔ منہ، کان، ناک، سر، ہاتھ، پاؤں سبھی حصوں پر برف آہستہ آہستہ گر کر ان کو بے کار بنا دیتی ہے اسلیے

برفیلی سرحدوں پر جو فوج تعینات ہوتی ہے ان کے رہنے کے لیے خاص قسم کی جگہیں اور گودام بنائے جاتے ہیں تاکہ وہ برف کا مقابلہ کر سکیں۔

برف میں پانی کا رنگ کالا دکھائی دیتا ہے۔ برف بجلی اور ٹیلیفون تاروں کو کاٹتا ہے۔ کھمبوں کو الٹا دیتا ہے۔ برف درختوں پر جمع ہو کر ان کو اکھیڑ دیتا ہے۔ زیادہ برف کی وجہ سے چھوٹے چھوٹے کمزور مکان گر جاتے ہیں۔ برف ٹھٹھر کر اور جم کر درختوں پر شیشہ کی صورت اختیار کرتی ہے جب برف کا پانی چھتوں کے کناروں سے ٹپکنا شروع ہوتا ہے تو وہ قطرے جمتے جمتے یخ کے ٹکڑے بن جاتے ہیں۔ ان کی شکل بالکل گاجر کی سی بنتی ہے ان کو کشمیری میں "شِشر گانٹھ" کہتے ہیں۔ یہ شِشر گانٹھ بچے عورتیں مرد کھا کر مزے لیتے ہیں۔ مگر کھانے کے بعد ان کو خوفناک کھانسی آنے لگتی ہے اور بیمار ہو جاتے ہیں۔ برف میں ہاتھ پاؤں ٹھٹھرتے ہیں۔

برف میں سڑکوں پر چلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ بچوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ آنے جانے کے ذرائع مسدود ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے سکول اور کالج بند رہ جاتے ہیں۔ بچے برف کے زمانے میں گھر پر ہی اپنے اپنے اتالیقوں کے پاس پڑھتے رہتے ہیں۔ غریب اور مزدور لوگوں کے لیے برف جان لیوا بلا ہے ایک طرف سڑکوں یا گھروں میں کوئی کام نہیں ملتا اور دوسری طرف بال بچوں کے جسم کو گرم رکھنے کے لیے کوئلوں اور دگرم کپڑوں کی ضرورت پڑتی ہے اور دوسری طرح یہ کہ برفیلی دنوں میں بہت کھانے کو جی چاہتا ہے۔ برف کی سردی کی وجہ سے کشمیر میں زندگی کم از کم تین ماہ معطل ہو جاتی ہے۔ کھانسی، نزلہ، زکام ہو جاتا ہے۔ پچاس سے زائد عمر کے لوگ دمہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ برف کی سردی کی وجہ سے کشمیر میں کارخانے نہیں چل سکتے۔ برف کی وجہ سے کھیتوں کی زمین بیکار پڑی رہتی ہے۔

❁ ❁ ❁ ❁

میری محبوب کتاب

علامہ اقبال مرحوم کی لکھی ہوئی کتاب "بانگِ درا" میری محبوب کتاب ہے۔ میں فرصت کے اوقات میں اس کا مطالعہ پوری توجہ سے کرتا رہتا ہوں۔ اس کتاب کی پہلی نظم "ہمالہ" کے عنوان سے ہے۔ اس نظم کو میں اکثر شام کے وقت ترنم سے پڑھتا ہوں اور میرے خون میں ایک قسم کا جوش پیدا ہو جاتا ہے۔ دل میں اپنے وطن "ہندوستان" کی محبت موجزن ہونے لگتی ہے۔ اس نظم کا ایک ایک لفظ مجھے دل سے عزیز ہے۔ اس نظم میں اقبال مرحوم کوہ ہمالہ کی چوٹیوں کی بلندی کی تعریف کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ اے ہمالہ تو ہندوستان کے لیے ایک فصیل ہے۔ تمہاری چوٹیاں اس قدر بلند ہیں۔ کہ آسمان بھی اتنا بلند ہونے کے باوجود ان کو بوسہ دیتا ہے۔ اے بلند پہاڑ قدرت نے تجھے ہندوستان کی رکھوالی کے لیے بنایا ہے۔ تیری آسمان بوس چوٹیاں ہمیشہ سفید سفید برف سے ڈھکی رہتی ہیں۔ دن کی روشنی میں یہ برف اس طرح چمکتی ہے کہ سورج کی ضوفشانی اس کے سامنے شرمندہ ہو جاتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فطرت نے تمہارے سر پر بزرگی کی دستار باندھی ہے۔ اس نظم کے علاوہ اس کتاب میں اور بھی بے شمار دلچسپ نظمیں درج ہیں جن کے مطالعہ سے وطن کی محبت میں کافی اضافہ ہو جاتا ہے۔

اس کی نظموں میں سے سب سے زیادہ ہر دلعزیز اور شہرۂ آفاق نظم "ترانہ ہندی" ہے جس کا مطلع ہے

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا

آج ہندوستان کے بچے بچے کی زبان سے جاری ہے۔ یہی وہ محبوب نظم ہے جس کو ہندوستان کے تمام مدارس کے طلباء ہر صبح ابتداء میں بطور "دعا" کے دل کش ترنم میں پڑھتے ہیں۔ اس نظم کے پڑھنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ علامہ اقبال مرحوم کے دل میں اپنے وطن ہندوستان کی کس قدر محبت تھی۔ اس نظم کے ذریعہ سے اقبال کا نام ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زندہ رہے گا۔ ہندوستان کے اکثر ریڈیو سٹیشنوں سے یہ دلچسپ نظم کم از کم ہر روز نشر کی جاتی ہے ان مذکورہ نظموں کے علاوہ اس کتاب میں اور بھی بہت سی خوب صورت نظمیں موجود ہیں۔ جن کو پڑھ کر دل میں اقبال کی عظمت اور بلند ہو جاتی ہے "شمع"۔ "گل پژمردہ"۔ "غالب"۔ "داغ"۔ "شکوہ"۔ اور "جواب شکوہ" وغیرہ نظمیں مجھے دل سے محبوب ہیں۔ جن کے مطالعہ سے شاعر کی بلند خیالی اور تصور کی داد دینی پڑتی ہے۔

میلہ حضرت بل

میلے کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ مذہبی نوعیت کے میلے، سیاسی نوعیت کے میلے۔ سیاسی نوعیت کے میلے قومی نوعیت کے میلے۔ تاریخی نوعیت کے میلے۔ ثقافتی نوعیت کے میلے وغیرہ۔

جہاں میلہ لگتا ہے لوگ سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو جاتے ہیں۔ لوگ صاف شفاف کپڑے، رنگ برنگ کے کپڑے اور نئے کپڑے لگائے اِدھر اُدھر پھرتے نظر آتے ہیں۔ جس نوعیت کا میلہ ہو۔ اسی نوعیت کے جذبات کا اظہار کرتے ہیں اور متعلقہ لوازمات یا رسوم ادا کرنے کے بعد واپس چلے جاتے ہیں۔

کشمیر چونکہ ریشیوں اور منیوں کا گھر رہا ہے اسلیے یہاں مذہبی نوعیت کے سینکڑوں چھوٹے چھوٹے میلے منائے جاتے ہیں۔ جہاں بھی کہیں کوئی ولی، صوفی یا بزرگ دفن ہے یا مذہب کے لحاظ سے کسی مقام کو اہمیت حاصل ہے۔ ہر سال ایک یا ایک سے زیادہ میلے منائے جاتے ہیں۔ ان میں عرس مخدوم پاک رح، عرس شاہ ہمدان رح، عرس شاہ عبدالقادر جیلانی رح، عرس بابا ریشی رح میلہ امرناتھ، میلہ تولہ مولہ وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ لیکن ان سب میلوں میں سب سے بڑا میلہ حضرت بل کا منایا جاتا ہے۔ حضرت بل ایک قصبہ ہے جو سرینگر کے شمال مشرق میں واقع ہے۔ یہ لال چوک سے سات میل دُور ہے۔ سرینگر کے شمال مشرقی سرحد سے یہ صرف ڈیڑھ میل دُور ہے۔ لال چوک سے بس پچاس پیسہ کا کرایہ لیتی ہے۔ شہر کے درمیانی علاقوں سے بھی بسیں، ٹانگے اور منی بسیں حضرت بل جاتی ہیں۔ کنگن، گلاب باغ، تیل بل، دھنہ ہامہ، وائیل جانے والی کئی بسیں بھی اسی راستے سے جاتی ہیں۔ حضرت بل ڈل جھیل کے کنارے واقع ایک صاف ستھرا قصبہ ہے۔ جہاں سبزیوں کی بہتات ہے۔

حضرت بل میں ڈل کے کنارے ایک زیارت گاہ ہے جس کا احاطہ کافی پھیلا ہوا ہے۔ زیارت گاہ کے ایک طرف مسجد ہے جہاں ہزاروں مسلمان جمعہ کی نماز پڑھنے آتے ہیں۔ زیارت گاہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے پاک زیارت کیلیے رکھا گیا ہے۔ مسلمانوں کو اس مقام سے کافی عقیدت ہے۔ اور موئے پاکؐ کی زیارت کرنے کے لیے اکثر آتے رہتے ہیں۔ اس پاک مقام سے لوگوں کو اتنی عقیدت ہے کہ کسی بھی دن زیارت کرنے والوں کا رش تھمتا نہیں۔ زیارت گاہ کے باغوں اور صحنوں میں نفاست کا پورا پورا انتظام ہے۔ شمال اور مغرب کی طرف سے زیارت گاہ کے اردگرد ایک پکی اونچی فصیل ہے اندر جانے کے لیے کئی راستے ہیں۔ سال بھر میں یہاں ایک دو بار بڑے میلے لگتے ہیں۔ ان میں معراج النبیؐ کا میلہ، اور میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا میلہ سب سے بڑے میلے ہوتے ہیں اور یہ میلے کئی دنوں تک جاری رہتے ہیں۔ ان دنوں لوگ ہجوم در ہجوم اس میلہ کی رونق بڑھانے آتے ہیں۔ لوگوں کی کثرت اتنی ہوتی ہے کہ جگہ جگہ پولیس کے کیمپ لگے ہوتے ہیں۔ سی۔ آئی۔ ڈی چوروں، جیکاروں، لٹیروں اور ٹھگوں پر کڑی نظر رکھتے ہیں۔ فسٹ ایڈ کے کئی کیمپ لگے ہوتے ہیں۔ حضرت بل کے انتظامیہ کی طرف سے جگہ جگہ پانی، تحقیقات، راہنمائی وغیرہ کے انتظام ہوتے ہیں۔ عورتوں کے لیے بالائی حصّے کے باغوں کو مخصوص رکھا جاتا ہے۔ جہاں عورتوں کے ہجوم کو دیکھکر آدمی محو حیرت ہوتا ہے۔ مردوں کے لیے نچلے حصے کے صحن اور باغوں کو مخصوص رکھا جاتا ہے۔ لوگ کئی دنوں سے اس میلہ میں شرکت کرنے کے لیے تیاریاں کرتے ہیں۔ صبح سویرے ٹانگوں، بسوں، پیدل اور کشتیوں کے ذریعے حضرت بل پہنچ جاتے ہیں۔

کھانا بھی ساتھ لے جاتے ہیں۔ نماز دعا کے بعد چائے وغیرہ کا انتظام کرتے ہیں۔ پھر زیارت کرتے ہیں۔ کھانا کھاتے ہیں اور واپس چلے جاتے ہیں۔ عارضی ہوٹلوں کا بھی انتظام ہوتا ہے۔ کچھ لوگ شام کو حضرت بل جاتے ہیں۔ رات بھر شب بیداری میں حصہ لیتے ہیں۔ شب بیداری میں کلمات نماز اور خدا کی کافی یاد ہوتی رہتی ہے۔ ایک عالم ہُو طاری ہوتا ہے۔ ہر طرف اللہ کی ثنا خوانی اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود خوانی ہوتی ہے۔ پُر درد اور پُر اثر منظر ہوتا ہے۔ انسان اپنے گناہوں کی تلافی کے لیے رات بھر توبہ کرتا رہتا ہے۔ خدائے احیاء سے گناہوں، غلطیوں کی معافی مانگتا ہے۔ آئندہ راہِ مستقیم پر چلنے کی ہمت، حوصلہ اور ثابت قدمی کی دعائیں مانگتا ہے۔ خدا سے ارزانیٔ غلہ، کامیابی اور صحت کی دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ ثناء خوانی کی محفل میں ایک قرار اطمینان اور ایک اُمنگ پیدا ہوتی ہے۔ غریب، امیر، نوکر، مالک، تاجر، کسان، ملازم، حاکم، سبھی کندھے سے کندھا لگائے شرمسار ہو کر خدا کے حضور سر تسلیم خم ہوتے ہیں۔ رات کو زیارت بھی ہوتی ہے۔ صبح ہوتے ہی کچھ لوگ اپنے گھروں کو ہنسی خوشی لوٹتے ہیں اور کچھ وہیں دن بھی گذارتے ہیں۔ کچھ لوگ خلافِ دین مذہب باتیں بھی کرتے ہیں۔ اس زیارت گاہ کے چاروں طرف اور بیچ کے راستوں پر ایک وقتی بازار بھی لگتا ہے۔ ہر قسم کی دکانیں سجتی ہیں۔ کہیں کتابیں فروخت ہو رہی ہیں۔ کہیں برتن، کہیں لوہار اپنی کاریگری کے نمونے پیش کرتا ہے کہیں سبزی فروش سبزیاں فروخت کرتا ہے، کہیں دودھ اور مکھن فروخت ہوتا ہے، کہیں گوشت، کہیں مٹھائیوں کی دکانیں ہیں اور کہیں کھلونوں کی، کہیں تر و تازہ میوے اور کہیں خشک پھل۔ ان سبھی دکانوں پر بھیڑ لگی ہوتی ہے۔ کھلونوں کی دکانوں پر زیادہ تر بچوں اور ان کے والدین کا ہجوم رہتا ہے۔

ہمیں چاہیے کہ ہم حضرت بل جاکر نماز پڑھیں، دعائیں مانگیں اور پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجیں۔ اور خلافِ دین، خلافِ سنت اور خلافِ شرع باتیں نہ کریں۔ اس سے اللہ میاں ناراض ہو جاتے ہیں۔ اور انسان گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

جس طرح حلوائی کھانڈ سے مٹھائیاں بناتے ہیں اسی طرح کشمیر میں نما بائی آٹے، آلو، ندرو، اور مچھلیوں اور سنگاڑوں سے ایک قسم کی کھانے کی چیز بناتے ہیں ان کو عام اصطلاح میں "ندر منجہ، منجہ گول، و منجہ گاڈہ" کہتے ہیں۔ منجہ گول والے جگہ جگہ اپنی دکانیں اور تندورے سجاتے ہیں اور ان پر سب سے زیادہ بھیڑ ہوتی ہے۔ اس میلہ میں آنے جانے کے لیے سول ٹرانسپورٹ کی دہائیوں بسیں بڑی تیز رفتاری سے دن رات چلتی رہتی ہیں۔ سول ٹرانسپورٹ والوں کو اس جگہ سے اتنی عقیدت ہے کہ دن رات بسوں کی ڈیوٹی لگی رہتی ہے اور کسی سواری کو کوئی تکلیف نہیں ہونے دیتے۔ ایک ہی بچی کچی سواری کے لیے بھی گاڑی کا انتظام کرتے ہیں۔ حالانکہ ایک سواری کا کرایہ لال چوک سے حضرت بل تک صرف پچاس پیسے ہے مگر لوگوں کا رش اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ پچاس سیٹوں والی بس میں سوا ڈیڑھ سو سواریاں چڑھ ہی جاتی ہیں۔

چونکہ حضرت بل ڈل کے کنارے واقع ہے اسلئے شہر اور گاؤں سے لوگ کشتیوں میں بھی حضرت بل کے میلہ میں آتے رہتے ہیں۔ کشتیوں میں آنے والوں کے دو اقسام ہوتے ہیں ایک وہ جو کئی دنوں تک کشتی میں حضرت بل کا پروگرام بناتے ہیں۔ وہ اپنی کشتیوں میں کھانے پینے اور سونے کا انتظام کر لیتے ہیں۔ دوسرے وہ جو ان کشتیوں سے آنے جانے کا ہی کام لیتے ہیں میلہ

حضرت بل میں غیر مسلم بھی شرکت کرتے ہیں۔ اس میلہ میں حصہ لینے والوں کے لیے وہاں یوں غسل خانوں کا انتظام ہوتا ہے۔ جہاں زائرین وضو اور غسل بھی کر سکتے ہیں۔ مردوں کے لیے الگ عورتوں کے لیے الگ الگ انتظامات ہوتے ہیں۔ دور دور سے آنے والے لوگوں کے لیے اس زیارت گاہ میں کئی کمروں کا انتظام بھی رکھا گیا ہے۔ حضرت بل کے آس پاس رہنے والے لوگ بڑے مہمان نواز ہوتے ہیں۔ وہ دور سے آئے ہوئے لوگوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں۔ رات بھر ٹھہرنے کا انتظام کرتے ہیں۔ حضرت بل کی زیارت گاہ کے ساتھ ایک ڈاک خانہ، ایک بڑا ہسپتال، ایک گرلز ہائی سکول اور ایک بائز ہائی سکول ہے۔ اس کے ساتھ ہی کشمیر یونیورسٹی کا کیمپس بھی ہے۔ زیارت گاہ کے انتظامیہ نے مشرقی علوم سے متعلق ایک کالج کا انتظام بھی کیا ہے جس کا نام مدینۃ العلوم ہے۔ اس میں بورڈنگ کا بھی انتظام ہے۔ اور لائبریری بھی ہے۔ اس کالج میں مذہبی تعلیم کا بندوبست کیا گیا ہے۔

میرا دلچسپ خواب

چھٹی ہو گئی۔ میں گھر پہنچا۔ امی نے چائے تیار کر لی تھی۔ مجھے سخت بھوک لگی ہوئی تھی۔ تین روٹیاں اور چار پیالیاں چائے کی ایک آن میں اڑالیں۔ اور فوراً اپنے کمرے میں چلا گیا۔ تھکاوٹ دور کرنے کے لیے اپنی چارپائی پر دراز ہو گیا۔ اور بستر پر پڑا ہوا منشی پریم چند کا مشہور ناول "میدان عمل" اٹھا کر پڑھنے لگا۔ ابھی دو تین صفحوں سے زیادہ نہیں پڑھ لیا تھا کہ نیند طاری ہونے لگی۔ اور آنکھیں خود بخود بند ہونے لگیں۔ تھوڑی دیر کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ تاریک رات کا ایک پہر گزر گیا ہے۔ میرے گھر والے سب ایک رشتہ دار کے یہاں دعوت پر گئے ہیں۔ اور میں گھر میں اکیلا رہ گیا ہوں۔ ڈر کی وجہ سے نیند آنکھوں سے کوسوں دور ہے۔ اچانک میرے کمرے کا دروازہ کھل جاتا ہے اور ایک خوفناک شکل و صورت رکھنے والا چور آہستہ آہستہ دبے پاؤں اندر داخل ہو جاتا ہے اور میرے اباجی کے صندوق کا تالا توڑ کر اس میں رکھی ہوئی کچھ قیمتی چیزیں چرانے لگتا ہے۔ مگر مجھ پر ایسی وحشت طاری ہو گئی ہے کہ باوجود بڑی کوششوں کے اپنے اعضاء میں حرکت بھی نہیں کر سکتا ہوں۔ گویا تمام بدن پر سکتہ ہو گیا ہے۔ آخر اپنی بزدلی کو دل ہی دل میں کوستا ہوا اللہ کا نام لے کر کھڑا ہو جاتا ہوں۔ اور چور کو دھمکیاں دینے لگتا ہوں۔ وہ بپھرے ہوئے شیر کی طرح ہاتھ میں لیے ہوئے ڈنڈے سے مجھ پر وار کرتا ہے اور میرے سر پر سخت چوٹ لگتی ہے۔ میں خوف کے مارے ایک خوفناک چیخ کے ساتھ زمین پر چکرا کر منہ کے بل گر جاتا ہوں۔ فوراً آنکھ کھل جاتی ہے کیا دیکھتا ہوں کہ میں چارپائی سے سر کے بل گر گیا ہوں۔ اور امی آئی ہے وہ مجھے بیدار کرتی ہے۔ میں حیران تھا۔ کہ میں نے یہ کس قسم کا خوفناک خواب دیکھا۔ ابھی شام ہونے میں کافی دیر تھی میں اپنے کمرے سے نکل کر کھیتوں میں سیر کرنے کے لئے گیا تاکہ اس خواب کا خوف دل سے رفع ہو جائے۔

ایک طالب علم کے فرائض

سماج میں ہر ایک انسان کے لیے اپنے اپنے حقوق اور فرائض مقرر ہوئے ہیں۔ طالب علم بھی سماج کا ایک فرد ہے۔ آج کے ننھے ننھے بچے ہی کل کے معزز شہری بن سکتے ہیں۔ سماج کے افراد ہو سکتے ہیں۔ تعلیم کی بڑی غرض و غایت یہ ہے۔ کہ وہ بچے کو مفید شہری یا سماج کا ایک کار آمد فرد بنائے۔ پس ضروری امر یہ ہے کہ طالب علم کو بچپن سے ہی اپنے چھوٹے چھوٹے فرائض اور حقوق کا احساس ہو۔ اور اپنے فرائض کے ادا کرنے کا اُسکو پورا شعور حاصل ہو۔ تاکہ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد اپنے بڑے بڑے فرائض کو بہترین طریقہ سے ادا کرنے میں اس کو کسی قسم کی دقت پیش نہ آئے۔ وہ ان فرائض کو اس طرح ادا کرے کہ دوسرے دنگ رہ جائیں۔ یاد رہے کہ مدرسہ بھی ایک چھوٹا سا سماج یا ایک چھوٹا ملک ہوتا ہے اور طلباء اس سماج کے افراد یا اس ملک کے باشندے ہوتے ہیں۔ جس طرح سماج کے افراد اور ایک ملک کے باشندوں کے اپنے اپنے فرائض مقرر ہوتے ہیں۔ اسی طرح ایک مدرسہ میں تعلیم پانے والے طلباء پر بھی اسی قسم کے فرائض عاید ہوتے ہیں۔ اگر مدرسہ میں وہ ان تمام فرائض کے ادا کرنے میں کوتاہی کرے گا۔ تو کل بالغ ہو کر وہ یہی روش اختیار کر کے سماج کا بدترین فرد ثابت ہو گا۔ ایک طالب علم کو چاہیے کہ وہ اپنے وطن کی محبت میں سرشار ہو کر اس کی حفاظت کی خاطر اپنی جان قربان کرنے کے لیے ہر وقت آمادہ ہو۔ ایک طالب علم کا فرض ہے کہ وہ ہمیشہ سچ بولنے کی عادت ڈالے اور جھوٹ بولنے سے اپنی پاک زبان کو آلودہ نہ کرے۔ اپنے ماں، باپ، اساتذہ اور بزرگوں کا دل سے احترام کرے۔ مشکلات میں ہمت نہ ہارے۔ کسی کو دھوکا نہ دے۔ غریبوں، محتاجوں اور یتیموں کی مدد کرے۔ کوئی ایسی حرکت نہ کرے جس سے کسی دوسرے کو تکلیف پہنچے۔ کسی کا حق ضایع نہ کرے۔ اپنے وطن کے بزرگوں اور اپنے اسلاف کی روایات کا احترام کرے اور ان کی حفاظت کرنے اور ترقی دینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے۔ وقت کی سختی کے ساتھ پابندی کرنے کی عادت ڈالے۔ کسی کی بے جا خوشامد نہ کرے۔ قومی یکجہتی اور اتحاد کو قایم رکھنے میں ہر وقت کوشاں رہے۔ بچپن کے ایام میں سے ایک لمحہ بھی ضایع نہ کرے۔ بُری عادتوں سے ہمیشہ پرہیز کرتا رہے۔ ✣ ✣ ✣

اُردو پیپرز نمبر - ۱۹

خطُوط

(درخواست بابت وظیفہ)

بخدمت جناب ناظم تعلیمات محکمہ تعلیم جموں وکشمیر سرینگر۔

جناب والا !

مؤدبانہ گذارش ہے کہ نیازمند گورنمنٹ ہائی سکول سرینگر کی دسویں جماعت میں تعلیم پڑھتا ہے۔ گذشتہ سال کے امتحان سالانہ میں ۶۲ نمبرات حاصل کر کے جماعت کے تمام طلباء میں اول رہا ہے آج کل بھی بڑی مشقت سے امتحان کی تیاری میں ہمہ تن مصروف رہتا ہے اور رات دن کتابوں کے مطالعہ میں پوری توجہ کے ساتھ محو رہتا ہے۔ میٹریکولیشن کے امتحان میں درجہ اول میں شاندار کامیابی کی پوری اُمید رکھتا ہے۔ مگر والدین کی مفلسی اور بے بسی اس میرا اشتیاق اور جوش کو ٹھنڈا کرتی ہے۔ اور اس دلی آرزو کو پورا کرنے میں روڑے اٹکاتی ہے۔ میرے والد کی ماہوار آمدن صرف ایک سو روپیہ ہے اور اس قلیل رقم پر تین بچوں کی پرورش کا بھاری بوجھ اُن کے کندھوں پر ہے۔ تعلیم کے روز افزوں اخراجات برداشت کرنے سے قاصر ہوں۔ جب کسی کتاب کی قیمت دستیاب نہیں ہوسکتی ہے۔ تو اس وقت تعلیم کا خیرباد کہنے کا ارادہ کر لیتا ہوں۔ کبھی گھر والوں کی تنگ دستی دیکھ کر دل ہی دل میں اپنی بدقسمتی پر صلواتیں بھیج دیتا ہوں۔ غرض پرواز ہوں۔ کہ بندہ کو ایک چھوٹی سی رقم بطور ماہوار وظیفہ عنایت فرمائیں۔ تاکہ نیازمند اپنی تعلیم جاری رکھ کر یہ دلی آرزو پوری کر سکے۔ نوازش ہوگی۔

۵ نومبر ۱۹۸۴ء

نیازمند

ارشد قیوم طالب علم جماعت دہم رولنمبر ۱۶ گورنمنٹ ہائی سکول سرینگر کشمیر۔

خطُوط

(بہار کا دلچسپ سماں)

نواب بازار سری نگر

۲۹ مئی سنہ ۱۹۸۴ء

پیارے رضوان

تسلیم۔ نوازش نامہ ملا۔ یاد فرمائی کا شکریہ۔ آپ نے موسم بہار میں وادی کشمیر کے نظارہ سے متعلق سوال کیا تھا۔ مگر میں حیران ہوں۔ کہ کس طرح موسم بہار کے نظارے کی تصویر کھینچوں۔ زبان پر اس قدر عبور حاصل نہیں ہے کوئی شاعر یا ادیب نہیں ہوں۔ کہ دلکش الفاظ میں بہار کا دلچسپ سماں تحریر کرسکوں۔ خیر سُنیئے۔

جوں ہی جاڑا ختم ہوجاتا ہے موسم بہار شروع ہوجاتا ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگتی ہیں۔ مرجھائے ہوئے درختوں کی نازک شاخیں پھر سرسبز ہونے لگتی ہیں۔ زمین سے ہری ہری گھاس اُگ آتی ہے قسم قسم کے دلفریب اور خوشنما پھول کھلتے ہیں۔ کلیاں چٹکتی ہیں۔ بادام کے درختوں سے دلفریب رنگ کے شگوفے کثرت سے کھلتے ہیں۔ ان کی مہک سے باغ معطر ہوجاتا ہے۔ پرندے درختوں کی سرسبز شاخوں پر بیٹھ کر سریلی آوازیں چہچہاتے ہیں اُن کے شور سے

دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ لوگ جوق در جوق باغوں میں جاتے ہیں۔ وہاں پھولوں کی رونق اور جانوروں کے شیریں نغموں سے دل بہلاتے ہیں۔ ہر شخص اپنے دل میں ایک نئی اُمنگ اور نیا ولولہ محسوس کرنے لگتا ہے۔ ہر انسان چاہے چھوٹا ہو یا بڑا مسرور دکھائی دیتا ہے۔ غرض اس موسم میں کشمیر کے باغ مثل جنت دکھائی دیتے ہیں۔ بادام کے باغوں میں میلہ بھی لگتا ہے۔ اس موسم میں اُن کا نظارہ قابل دید ہوتا ہے۔ جب آپ آیندہ سال اس موسم میں کشمیر تشریف لائیں گے۔ تو خود اس نظارے سے لطف حاصل کریں گے۔ بڑی امی کو میری طرف سے سلام عرض کریں۔

خیر خواہ

رافت تبسم

سوپور۔ مورخہ ۲۵ فروری ۱۹۸۴ء

(حادثے کا مراسلہ)

محترم ایڈیٹر صاحب اخبار "سرینگر ٹائمز" سری نگر

مہربانی کر کے ذیل کی چند سطریں کل کے شایع ہونے والے اپنے اخبار میں درج کر کے شکریہ کا موقعہ بخشیں نوازش ہوگی۔

"کل کی نصف شب کے قریب ہمارے گاؤں موضع نہال پورہ تحصیل سوپور میں اچانک شور و غوغا برپا ہونے لگا۔ لوگ گہری نیند سے گھبرا کر بیدار ہو گئے اور مذکورہ مقام کی طرف بے تحاشا دوڑنے لگے۔ آس پاس کے دو چار گاؤں کی عورتیں اور مرد آنِ واحد میں جمع ہو گئے۔ میں نے بھی ہاتھ میں ٹارچ لے لی۔ اور وہاں کا رخ کیا۔ جب اس مقام کے قریب پہونچا تو معلوم ہوا کہ پاس کے جنگل سے ایک شیر اتر آیا ہے اور نمبردار کے بھائی جو کھیتوں کی رکھوالی کے لیے جاتا تھا کو بری طرح زخمی کر دیا ہے۔ لوگ شیر کا تعاقب کرنے کے لیے کلہاڑیاں اور لاٹھیاں لے کر دوڑ رہے تھے۔ بڑی کوششوں کے بعد لوگوں نے شیر کو پاس ہی ایک باغ میں پکڑ لیا۔ اور اپنی لاٹھیاں برسانے لگے۔ آخر کار چند دلیر کسانوں نے کلہاڑیوں کی پے در پے چوٹوں سے شیر کا خاتمہ کر دیا۔ مگر نمبردار کے بھائی کے جسم پر ایک شدید چوٹ لگی ہوئی تھی۔ اس کی حالت ابھی تک نازک ہے اور ملحقہ ہسپتال میں زیر علاج ہے"۔

خیر خواہ

قادر میر ساکن نہال پورہ تحصیل سوپور

سوپور کشمیر

۶ مارچ ۱۹۸۴ء

(دیہاتی زندگی سے دلچسپی)

محترم دوست نذیر احمد صاحب

السلام علیکم! شاید آپکو معلوم ہوگا۔ کہ میں نے اپنا پہلا گھر چھوڑ کر سوپور کے ایک گاؤں موضع آباد پورہ میں سکونت اختیار کر لی ہے۔ جسکی وجہ یہ ہے کہ میں بچپن سے گاؤں میں رہنا شہر میں رہنے سے زیادہ پسند کرتا ہوں میں شہر کے مصنوعی مناظر اور مصنوعی رونق سے گاؤں کے دلکش قدرتی مناظر اور فطری حُسن کو دل سے پسند کرتا ہوں۔ دیہات میں تازہ ہوا، صاف و شفاف پانی اور سادہ غذا مہیا ہوتی ہے۔ جن سے صحت اچھی رہتی ہے۔ صبح اور

شام سرسبز کھیتوں اور ہرے بھرے چراگاہوں میں سیر کرنے سے روح تازہ ہوتی ہے۔ دیدہ زیب قدرتی مناظر دیکھکر لطیف جذبات میں تحریک ہوجاتی ہے تخیل میں بلندی پیدا ہوجاتی ہے۔ تازہ دودھ، تازہ مکھن اور تازہ سبزیاں حاصل ہوسکتی ہیں۔ جو تندرستی قایم رکھنے میں ممد ہوسکتی ہیں۔ انسان مصنوعی زینت سے آزاد ہوکر فطری رنگ و رونق حاصل کرسکتا ہے۔ رہایش کے لیے ایک مگر سادہ مٹی کا مکان مہیا ہوسکتا ہے۔ جہاں تازہ ہوا اور سہانی دھوپ ہر وقت آسکتی ہے۔ اور اس مکان کے ساتھ ایک چھوٹا سا باغیچہ بھی بنا سکتا ہے۔ یہاں صاف پانی کی بہتات ہوتی ہے اور مکان کے سامنے چھوٹی سی ندی بہتی رہتی ہے۔ جس وقت دل چاہے اس میں نہا سکتے ہیں۔ موسم بہار کے آتے ہی ہر طرف سے ہریالی ہی ہریالی ہوتی ہے۔ درخت سرسبز ہوجاتے ہیں اور ہر وقت خوش الحان پرندوں کی میٹھی میٹھی بولیاں سنکر دل بہلائی کی چیزیں شہر میں کہاں میسر ہوسکتی ہیں؟ انہی سہولتوں کو پیشِ نظر رکھ کر میں گاؤں کی زندگی کو شہری زندگی پر ترجیح دیتا ہوں۔ اُمید ہے مزاج گرامی بخیریت ہوں گے۔

خیر اندیش

مولوی انعام

(امتحان میں ناکامی میں صبر و استقلال)

چھتہ بل سری نگر

مورخہ ۲۹ ستمبر ۱۹۸۴ء

بھائی پرویز

السلام علیکم۔ آپ کا نوازش نامہ کل شام کے وقت ملا۔ یہ خبر پڑھ کر بڑی تشویش ہوئی کہ آپ میٹریکولیشن کے امتحان میں ناکامی سے اس قدر بے ہمت ہوگئے ہیں کہ آپ نے تعلیم ترک کر کے مدرسہ کو خیرباد کہدیا ہے اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے اُن بلند ارادوں کو خاکستر میں ملا دیا ہے جو آپ اس ناکامی سے پہلے میرے پاس آکر ظاہر کرتے تھے۔ افسوس ہے کہ آپ جیسے بلند ہمت رکھنے والے نوجوان کو ایک معمولی سی لغزش یا ٹھوکر نے اس قدر حوصلہ شکن بنا دیا۔ بھائی ذرا غور تو کیجیے۔ کیا امتحان کی کامیابی ہی قابلیت کی سند ہوسکتی ہے؟ نہیں یہ ایک اتفاقیہ امر ہے۔ امتحان قابلیت رکھنے کی کسوٹی نہیں ہے۔ میرا عقیدہ یہ ہے۔ کہ امتحان کی تیاری ہی امتحان کی شاندار کامیابی ہے یا کسی بلند مقصد کو حاصل کرنے کیلئے کشمکش کرنا ہی اس مقصد میں کامیاب ہوجانا ہے۔ اور اس تیاری اور اس کشمکش سے وہ لطف حاصل ہوتا ہے جو کامیابی سے ہرگز نہیں ہوسکتا ہے۔ اس ناکامی کا یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ تمہاری تعلیم ہی ناقص ہے۔ نہیں۔ یہ ناکامی ایک معمولی ٹھوکر ہے اور اسی ٹھوکر سے انسان تجربہ کار بنتا ہے۔ یاد رکھیے کہ ناکامی کامیابی کی سیڑھی ہوتی ہے؟ اُس منزل کے طے کرنے میں کیا لطف، جس منزل میں ٹھوکریں کھانے کا خدشہ ہی نہ ہو۔ میدانِ جنگ میں بہادر لوگ ہی گر جاتے ہیں۔ ڈرپوک لوگ میدانِ جنگ میں نہیں جاسکتے ہیں سے

گرتے ہیں شاہسوار ہی میدانِ جنگ میں

میرا مشورہ ہے کہ یہ خط پڑھ کر فوراً از سر نو تعلیم کو جاری رکھنے کا تہیہ کریں۔ اسکول جاکر محنت سے کام لیں اور اس سال امتحان میں شاندار کامیابی حاصل کریں۔ پوری امید ہے کہ آپ میری اس تجویز پر عمل کریں گے۔

خیر خواہ۔

شوکت احمد۔

(کم عمری میں شادی)

علی گڈھ - یو۔ پی
مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۸۴ء

محترم ابّا جان !

السلام علیکم - نوازش نامہ ملا۔ آنکھوں کے ساتھ لگایا۔ دل باغ باغ ہوا۔ مگر کھول کر جو پڑھا تو آخری جملہ پڑھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ آپ میرے بیاہ کا انتظام کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ اور اس سلسلہ میں میری ناچیز رائے معلوم کرنا چاہتے ہیں میرے اچھے ابّا جان! اس معاملے میں اپنی ناقص رائے پیش کرنا ہیں سورج کو چراغ دکھلانے کے مترادف خیال کرتا ہوں۔ ہاں اتنا عرض کرتا ہوں کہ شادی خانہ آبادی کہلاتی ہے مگر ایک طالب علم کی شادی اور وہ بھی جب کم عمری میں ہو، خانہ بربادی سے کچھ کم نہیں۔ میری عمر صرف سولہ سال ہے اس وقت میں دسویں جماعت میں پڑھتا ہوں۔ دل میں ایم۔ اے کا امتحان پاس کرنے کی ٹھان لی ہے۔ گویا ابھی چھ سات سال پڑھائی کے ہیں، پھر ایک دو سال کسی ٹریننگ میں صرف کرنے ہیں۔ اس کے بعد دو تین سال معاش کی تلاش میں لگ ہی جائیں گے۔ آپ دس بارہ سال پہلے میری منشاء کے خلاف میرے نازک کندھے پر ایسا بھاری بوجھ ڈالنا چاہتے ہیں جس کے برداشت کرنے کے لیے مجھ میں سکت نہیں ہے۔ ایسا کرنے سے میری تمنا خاک میں مل جاتی ہے اور میرے سارے ارادوں کا خون ہو جاتا ہے۔

اُمید ہے کہ آپ میری زندگی پر رحم کر کے اپنے اس ارادہ کو کم از کم بارہ سال کے لیے ملتوی رکھیں گے۔ امّاں جان کو میری طرف سے سلام عرض کریں۔

آپ کا فرماں بردار
مولوی انعام

(ڈاک دیر سے پہنچنے کی شکایت)

بخدمت جناب پوسٹ ماسٹر صاحب ڈاک خانہ سری نگر۔

جناب عالی !

التماس یہ ہے کہ گذشتہ دو ماہ سے ہمارے علاقے میں ڈاک بڑی دیر سے آجاتی ہے۔ ایک ایک خط دو ہفتوں کے بعد آجاتا ہے اور ایک ہفتے کے اخبار دوسرے ہفتے میں پہنچ جاتے ہیں۔ ڈاکیہ دوسروں کی دکانوں پر اہم خطوط چھوڑ جاتا ہے اس طرح سے ہمارے کاروبار میں بھی خلل پڑ جاتا ہے۔ رجسٹرڈ ڈاک بھی دوسروں کے پاس چھوڑ کر جاتا ہے جو ہمیں کئی کئی دن گذرانے کے بعد مل جاتی ہے۔ التماس یہ ہے کہ مہربانی کر کے متعلقہ چٹھی رساں صاحب کو ہدایت کریں تاکہ وہ اس لاپرواہی اور تاخیر کرنے سے آئندہ پرہیز کرے اور کسی کے خطوط دوسروں کی دکانوں پر نہ چھوڑے۔ آئندہ وقت کی پابندی کے ساتھ ڈاک تقسیم کیا کرے۔ بڑی نوازش ہوگی۔

نوشتہ ۲۶ اگست ۱۹۸۴ء

نیازمند
مولوی ارشد ساکن محلہ نواب بازار سری نگر۔

(جھیل ڈل کا نظارہ)

سری نگر
۸ر اکتوبر ۱۹۸۴ء

محترم دوست قیوم صاحب

تسلیم: آپ کا خط ملا۔ آپ نے اس میں اس سال کے موسم گرما میں کشمیر آنے کی خوشی خبری لکھی ہے۔ اس خبر سے میری خوشی کی حد نہ رہی۔ مگر ساتھ ہی یاد آیا کہ آپ نے گذشتہ سال بھی ڈل جھیل کی سیر کے اشتیاق کو پورا کرنے کے لیے کشمیر آنے کا وعدہ کیا تھا۔ مگر بعد میں وہ وعدہ پورا نہیں کیا تھا۔ خدا کرے کہ اس سال کا وعدہ پچھلے سال کے وعدہ کی طرح غلط ثابت نہ ہو جائے۔ آپ کا شوق بڑھانے کے لیے میں آج جھیل ڈل کی خوبصورتی کی تصویر پیش کرتا ہوں۔ اس جھیل سے سرینگر کا حُسن دوبالا ہوتا ہے۔ یہ ایک بڑی جھیل ہے۔ جس میں لوگ کشتیوں میں بیٹھ کر سیر کرتے ہیں۔ دور دور تک صاف و شفاف پانی دکھائی دیتا ہے۔ پانی میں ہری ہری گھاس کس قدر دلکش دکھائی دیتی ہے اور گھاس میں کنول کے گلابی رنگ کے خوشنما پھول، پھول کو روشن کرتے ہیں۔ گرمیوں میں ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں کے روح کو تازہ کرنے والے جھونکے ہر طرف سے چلتے ہیں۔ اور دل کو مسرور کر دیتے ہیں۔ شام کے وقت جب چاند چمکنے لگتا ہے تو چاند کی چاندنی صاف شفاف پانی پر پڑتی ہے اور ایسا دیدہ زیب منظر پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ جان میں جان آجاتی ہے۔

اُمید ہے کہ آپ اس سال خود تشریف لاکر جھیل ڈل کا نظارہ دیکھ کر لطف حاصل کریں گے۔ میں آپ کا منتظر رہوں گا۔ چھوٹے خورشید کو بھی ساتھ لایئے۔

خیر خواہ
رضوان

(شادی کی تقریب میں دوست کو دعوت)

صفاکدل سری نگر
مورخہ ۱۵ ر ستمبر ۱۹۸۴ء

محترم دوست رؤف صاحب

آداب! دو ماہ سے آپ کا کوئی نوازش نامہ نہیں آیا۔ آپ بھی کمال کرتے ہیں کہ مہینوں تک خاموشی اختیار کر بیٹھتے ہیں۔ اور مجھ غریب کو تڑپاتے ہیں۔ شاید آپ نے سُنا ہو گا کہ ۲۵ ستمبر ۱۹۸۴ء کو میرے بڑے بھائی سجاد صاحب کی شادی مقرر ہوئی ہے اور ہم نے تمام عزیزوں اور دوستوں کو اس مبارک تقریب پر مذکورہ تاریخ کی شام کو مدعو کیا ہے۔ آپ سے بھی استدعا کرتا ہوں کہ ۲۵ ر ستمبر کو عزیزی بشیر احمد کو ساتھ لاکر غریب خانہ پر تشریف لانے کی زحمت برداشت کریں۔ میں آپ کا راستہ دیکھتا رہوں گا۔

داعی
شفیع چغتائی

حصہ حل

پرچہ نمبر ۳ :- سوال نمبر ۲ :- ۱۔ گالیاں دینا ۔ ۲۔ جان خطرے میں پڑنا ۔ ۳۔ سزا دینا یا بُرا کہنا ۔ ۴۔ بہکانا ۔ ۵۔ چھپا ہوا دشمن ہونا ۔ ۶۔ ویران ہونا ۔ ۷۔ اپنا مقصد پورا کرنا ۔ ۸۔ عیش و عشرت کرنا ۔ ۹۔ کسی کی بات تک نہ سُننا ۔ ۱۰۔ ماتم کرنا ۔ ۱۱۔ نابینا ہو جانا ۔ ۱۲۔ منحوس ہونا ۔

۱۔ شریف بچے کسی کو صلواتیں نہیں سُناتے ۔ ۲۔ وہ اتنے زیادہ بیمار ہیں کہ جان کے لالے پڑے ہیں ۔

۳۔ مدرسہ سے غیر حاضر رہنے کے لیے آج اُستاد نے مجھے آڑے ہاتھوں لے لیا ۔

۴۔ میاں بیوی کو ایسی پٹی مت پڑھائیے کہ وہ آپس میں لڑ پڑیں ۔

۵۔ آستین کا سانپ بن کر کسی کو تباہ کرنا دلیری نہیں ہے ۔ ۶۔ موسم خزاں کے آتے ہی باغوں میں اُلّو بولنے لگتا ہے ۔

۷۔ غرض مند لوگ ہر کام میں اپنا ہی اُلّو سیدھا کرتے ہیں ۔ ۸۔ کافی دولت رکھنے والوں کے گھروں میں گھی کے چراغ جلتے ہیں ۔

۹۔ ہر ایک شخص زید کو سمجھا کر تھک گیا ۔ مگر وہ کسی کی نصیحت پر عمل نہیں کرتا ہے ۔ گویا اُس نے کانوں میں تیل ڈال دیا ہے ۔ ۱۰۔ نقصان ہو جانے کے بعد چھاتی پیٹنا دانائی نہیں ہے ۔

۱۱۔ بیٹے کی جُدائی میں روتے روتے باپ کی آنکھیں سفید ہو گئی تھیں ۔

۱۲۔ سبز قدم بہو کے آنے سے ان کا گھر ویران ہو گیا ۔

سوال نمبر ۴ :- مؤنث :- رقم ، ہوا ، آگ ، جماعت ، فوج ، پولیس ، رسید ۔

مذکر :- صابن ، دہی ، پتھر ۔

۱۔ لاٹری جیت کر مجھے ایک بڑی رقم ملی ______ ہوا چل رہی ہے ______ آگ ہوا سے سُلگتی ہے ______ وہ اپنی جماعت میں اوّل رہا ______ فوج شہر میں داخل ہو گئی ______ پولیس چور کو پکڑنے کے لیے دوڑی ______ میں نے چار روپے کی رسید نہیں پائی ______

۲۔ رحیم نے صابن نہیں خریدا ______ اسلم نے بازار سے کھٹا دہی لایا تھا ______ بچے نے کُتّے کو پتھر مارا ______

سوال نمبر ۵ :- یتامیٰ ۔ ملل ۔ قصور ۔ اذکار ۔ نقش ۔ اثر ۔ نصائح ۔ آلام ۔ آفت ۔ آفاق ۔

سوال نمبر ۶ :- تمہاری جیب سے ایک بڑی رقم نکلی ۔ ۲۔ براہ مہربانی میری درخواست پڑھ لیجیے ۔

۳۔ پولیس چور کا پیچھا کر رہی تھی ۔ ۴۔ میں نے صابون کا ایک پاؤ موازی چھ آنے میں خریدا تھا ۔

۵۔ اُس نے میرے لیے دہی خریدا ہو گا ۔ ۶۔ آج کل اس کا طوطی بول رہا ہے ۔

۷۔ وہ سوموار کو میری ملاقات کے لیے آئے گا ۔

سوال نمبر ۲ :- اسم فاعل :- اسم فاعل مصدر سے نکل کر بنتا ہے۔ مثلاً آنے والا - جانے والا۔ اور فاعل مصدر سے نکل کر نہیں بنتا ہے۔ مثلاً زید آیا۔ کریم نے خط پڑھ لیا۔ زید اور کریم فاعل اور جانے والا و آنے والا اسم فاعل ہیں۔

فعل مجہول :- وہ فعل ہے جس کا فاعل نامعلوم ہوتا ہے اور مفعول ہی فاعل کا قائم مقام ہوتا ہے۔ مثلاً کتا مارا گیا۔ چور پکڑا گیا۔ کتا اور چور مفعول ہیں اور مارا گیا۔ پکڑا گیا فعل مجہول ہیں۔ کیونکہ دونوں میں فاعل نامعلوم ہے۔

پرچہ نمبر - ۴

سوال نمبر ۳ :- ۱۔ مدد کرنا۔ دوست وہ ہے۔ جو مصیبت میں آڑے آجائے۔

۲۔ کم ملنا۔ جب اسلم نے رشید کو دو سال کے بعد دیکھا تو کہنے لگا کہ بھائی تم اب عید کا چاند ہو گئے ہو۔

۳۔ بے عزت ہو جانا۔ تین دفعہ ناکام ہو کر اس کو منہ کی کھانی پڑی۔

۴۔ ڈرانا - بڑوں کی آنکھیں دکھانے سے بچے خود رو نہیں بنتے ہیں۔

۵۔ بہت شرمندہ ہونا۔ رفیق نے جو کام کیا اس کو دیکھ کر تمہیں چلو بھر پانی میں ڈوب مرنا چاہیے۔

۶۔ توجہ دینا۔ جماعت کے طلباء میں سے رشید کے بغیر کسی نے مجھے منہ نہیں لگایا۔

۷۔ بے فایدہ کام کرنا۔ سانپ کے بھاگنے کے بعد لکیر پیٹنا بے سود ہے۔

۸۔ پایدار چیز ہونا - اس کا ارادہ گویا پتھر کی لکیر ہے۔

۹۔ بہکانا - بیوی نے شوہر کو ایسی پٹی پڑھائی کہ وہ گھر جاتے ہی ماں کے ساتھ لڑ پڑا۔

۱۰۔ دور کا سفر۔ طورتک کے گاؤں میں جانا کالے کوسوں کا سفر طے کرنا ہے۔

۱۱۔ گہری دوستی ہونا۔ آج کل زید اور بکر میں گاڑھی چھنتی ہے گویا وہ ایک جان دو قالب ہیں۔

۱۲۔ ہر ایک کی سننے والا - (غیر مستقل مزاج) زید ہر ایک کا کہنا مانتا ہے۔ اسی لیے لوگ اس کو موم کی ناک کہتے ہیں۔

سوال نمبر ۴ :- اس کے پیٹ میں درد تھا ___ چاند آسمان پر چمک رہا ہے ___ بادل آئے اور برف گرنے لگی۔
تمہاری غزل مجھے بہت پسند ہے ___ اس کی طاقت ختم ہو چکی تھی ___ اس کے غیر حاضر رہنے کی کیا وجہ تھی؟ یہ لڑکی اچھا گاتی ہے ___ میری تصویر کہاں مل گئی ہے ___ میں نے رومال خریدا ___

سوال نمبر ۵ :- مذکر :- طوطی ، وقت ، بخت ، لشکر ۔
مؤنث :- بہار ، قوم ، دُعا ۔
آج کل ان کا طوطی بول رہا ہے ۔ وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا ۔ اس کا بخت پھر گیا ۔ لشکر شہر میں داخل ہوا ۔
بہار آرہی ہے ۔ ہماری قوم روز بروز ترقی کر رہی ہے ۔ میری دُعا قبول ہوگئی ۔
سوال نمبر ۶ :- روضہ ۔ اشعار ۔ شاعر ۔ حکّام ۔ حکم ۔ دفاتر ۔ وظائف ۔ وقت ۔
سوال نمبر ۷ :- معنوں کے لحاظ سے اسم کی دو قسمیں ہیں ۔ اسمِ معرفہ اور اسمِ نکرہ ۔
اسم معرفہ خاص چیزوں کے نام کو کہتے ہیں ۔ مثلاً سری نگر ۔ اقبال ۔ ہمالہ ۔
اسم نکرہ عام چیزوں کے نام کو کہتے ہیں ۔ مثلاً کتاب ۔ قلم ۔ دوات ۔

پرچہ نمبر ۔ ۵

سوال نمبر ۳ :- ۱ ۔ واقف کار دشمن یا دوست کا دشمن ۔ ۲ ۔ معمولی سرمایہ پر علیحدگی اختیار کرنا ۔
۳ ۔ آنکھیں پھیرنا ۔ ۴ ۔ خطرے سے نجات پانا ۔ ۵ ۔ حد سے زیادہ تعریفیں کرنا ۔
۶ ۔ بے محبت ہو جانا ۔ ۷ ۔ نابینا ہو جانا ۔ ۸ ۔ پناہ ملنا ۔
۹ ۔ ہر ایک کی باتوں کو مان لینا ۔
سوال نمبر ۴ :- وہ دن گئے ۔ جب ہم محتاج تھے ۔ فضول باتوں سے کیا فایدہ ۔ مبلغ چار سو روپے وصول پایا ۔ اسکو گھر سے ایک تار آیا تھا ۔ اپنا راستہ لے لو ۔ وہ بدنام چور ہے ۔ دراصل قصور تمہارا ہی ہے ۔
سوال نمبر ۵ :- مذکر :- سرمایہ ۔ قلم ۔ (مؤنث) قسم ۔ شرط ۔ ملّت ۔ سکت ۔ تحریر ۔ تقدیر ۔ منزل ۔
سوال نمبر ۶ :- امور ، نقود ، اسالیب ، شرایط ، شک ، ظرف ، اسم ، جیب ، شرکاء ۔
سوال نمبر ۷ :- فعل مثبت وہ فعل ہے جس میں کام کا کرنا اثبات میں پایا جائے ۔ مثلاً آج حمید نے نظم لکھی ۔ آج باغ میں شبنم پڑی ہے ۔
فعل منفی وہ فعل ہے جس میں کام کا کرنا نفی میں پایا جائے ۔ مثلاً آج حمید نے نظم نہیں لکھی ۔ آج باغ میں شبنم نہیں پڑی ہے ۔

پرچہ نمبر ۔ ۶

سوال نمبر ۳:۔ نقشہ جات ۔ روح ۔ اقوال ۔ سر ۔ تواریخ ۔ سطور ۔ بحور ۔ امواج ۔ رسالہ ۔

سوال نمبر ۴:۔ ۱۔ پرانی رسموں کا پابند ہونا۔ علی مرزا دنیاوی رسوم میں لکیر کا فقیر ثابت ہوا ہے۔

۲۔ شکایت کرنا ۔ مجید نے اسلم کے خلاف اس کے باپ کے کان بھر دیے ہیں۔

۳۔ مرنے کے قریب ہونا ۔ افضل کا دادا سمجھو چراغ سحری ہے ۔

۴۔ دوبارہ جوش پیدا ہونا۔ ہاکی الیون نے جونہی عیدگاہ ٹیم کو گول کیا۔ تو وہ ایسے کھیلے گویا باسی کڑی میں اُبال آیا۔

۵۔ تکرار کرنا۔ استاد کرشن نے اپنے بھائی سے تین پانچ کرنے میں کچھ پس و پیش نہ کی ۔

۶۔ آخری وقت کا آنا۔ چین نے ہندوستان پر جارحانہ حملہ کیا۔ ساری دنیا نے کہا۔ کہ چیونٹی کے پر نکل آئے ہیں۔

۷۔ لالچ میں پڑنا۔ کریم روپے دیکھتے ہی ننانوے کے پھیر میں پڑا ۔

۸۔ شرمندہ ہونا۔ اکبر، اللہ داد خان کو دیکھ کر آب آب ہو گیا ۔

۹۔ عیش و عشرت کرنا۔ کاروباری آدمی کی پانچوں انگلیاں گھی میں ہوتی ہیں۔

سوال نمبر ۵:۔ مؤنث ۔ گھاس ، خوراک ، غذا ، روح ، دوا ، کمر ، ڈاک۔

مذکر ۔ علاج ، مرض ۔

باغ میں گھاس اُگ آئی ہے ۔ اس کی خوراک ختم ہو گئی ۔ یہ نظم سُن کر اس کی روح تازہ ہو گئی۔ یہ دوا میں نے ڈاکٹر سے لی ہے ۔ اس کی کمر جھک گئی ہے ۔ یہاں ڈاک دیر سے آتی ہے ۔ وہ کونسا مرض ہے جس کا علاج نہیں ہے ۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

سوال نمبر ۶:۔ تمہارا بیاہ کب ہوا ہے ۔ مینہہ برس رہا تھا۔ کہ ہم گھر سے نکلے ۔ کیا آپ میری دعوت میں شرکت کریں گے ؟ یہ تو بتائیے کہ ہم سے کیا خطا سرزد ہوئی ۔ یہ راستہ کہاں جاتا ہے۔ شام ہو چکی تھی۔ کہ وہ تشریف لائے ۔ ابھی کاروائی شروع نہیں ہوئی تھی ۔ کہ مجلس میں ہل چل مچ گئی ۔

سوال نمبر ۷:۔ اسم صفت :۔ وہ اسم ہے جو کسی چیز کی بُرائی یا بھلائی کو ظاہر کرے ۔ مثلاً کالا ، اونچا ، بُرا ، اچھا۔

اسم ظرف :- وہ اسم ہے جو جگہ یا وقت کو ظاہر کرے۔ مثلاً شام، صبح، مسجد، باغ۔
اس کی دو قسمیں ہیں۔ ظرف مکان اور ظرف زمان۔

۱۔ ظرف مکان۔ وہ اسم ظرف ہے جو جگہ کو ظاہر کرے۔ مثلاً مسجد، مے خانہ، گلشن۔

۲۔ ظرف زمان۔ وہ اسم ظرف ہے جو وقت کو ظاہر کرے۔ مثلاً شام، دوپہر، صبح

اسم عدد۔ وہ اسم ہے جو تعداد کو ظاہر کرے۔ مثلاً چار کتابیں، پانچ قلم، دو روپے۔

حرفِ ندا۔ وہ حرف ہے جو کسی کے پکارنے کے لیے استعمال کیا جائے۔ مثلاً اے، ارے، او

صفت نسبتی۔ وہ اسم صفت ہے جو جگہ یا پیشہ کی نسبت کو ظاہر کرے۔ مثلاً کشمیر سے کشمیری، دہلی سے دہلوی، نحو سے نحوی، صرف سے صرفی۔

تابع موضوع۔ جب ایک بامعنی لفظ کے بعد ایک اور بامعنی لفظ آتا ہو اور دونوں الفاظ مل کر ایک خاص معنی پیدا کریں۔ مثلاً دوڑ دھوپ، چال ڈھال۔

پرچہ نمبر - ۱۰

سوال نمبر ۳ :- ۱۔ مرجانا۔ عبدالسلام نے آپریشن ہوتے ہی پران چھوڑے۔

۲۔ عزت کے لیے مرجانا۔ اسلم نے اپنی بے عزتی ہونے پر آن کے پیچھے جان دینے کو ترجیح دی۔

۳۔ بڑی شریر عورت۔ اُسے عورت کہنا عورت کی توہین ہے وہ تو شیطان کی خالہ ہے۔

۴۔ بے وفائی کرنا۔ جاوید نے ریاض کے ساتھ طوطا چشمی کی ہے۔

۵۔ معمولی تعلق سے کسی بڑی جماعت میں شریک ہو جانا } شمیم نے کوئی قربانی نہیں دی ہے وہ تو لہو لگا کر شہیدوں میں شامل ہو گیا ہے۔

۶۔ مرجانا۔ ہندوستانی سپاہیوں نے چینیوں کے دو بٹالین ایک ہی حملے میں ڈھیر کر دیے۔

۷۔ راز فاش ہونا۔ موجودہ حملے سے چینیوں کا ڈھول کا پول کھل گیا۔

۸۔ توبہ کرنا۔ جواہر نے میرے سامنے کان پکڑے۔

۹۔ کسی کو اُستاد ماننا۔ چینیوں نے ہندوستان کی طاقت کو لوہا مان کر ہی تو لڑائی بند کر دی۔

سوال نمبر ۴ :- بیمار کی حالت روز بروز سدھر رہی ہے ____ میرا بل واپس آیا تھا ____ اس کے نام عدالت سے ایک نوٹس آیا ہے ____ صبح ہوئی اور شمع بجھ گئی ____ نوکر سے کہو کہ گوشت کا

ایک پاؤ خرید کر لایے ــــــ دھوپ تیز ہوتے لگی، اور بچارا بوڑھا تھک کر ایک درخت کی چھاؤں میں بیٹھ گیا ــــــ مہمان کے لیے تھوڑا سا شربت بناؤ ــــــ

سوال نمبر ۵ :- مذکر :- پھول ، موتی ، طوطی ، بلبل ، مکھن ، آم ۔

مؤنث :- دستار ، شلوار ، شبنم ، بُلبل ، اردو ۔

پھول کھلنے لگے ــــــ یہ چمکدار موتی کس نے یہاں لایے ــــــ آج اُن کا طوطی بول رہا ہے ــــــ اس دکان سے اچھا مکھن نہیں ملتا ہے ــــــ بُلبل باغ میں گا رہا تھا ــــــ ہم نے آج دو آم کھایے۔ ہُدَ ابا جی کی دستار دھوئیں ــــــ میری شلوار میلی ہو گئی ہے ــــــ رات کے وقت شبنم پڑتی ہے ــــــ بُلبل چہچہا رہی ہے ــــــ اُس کی اُردو اچھی ہے ــــــ

سوال نمبر ۶ :- ادبا ، رفقاء ، زوجہ ، لباس ، حمقا ، رکن ، محافل ، اوراق ، اخلاق ۔

سوال نمبر ۷ :- اسم جمع ۔ وہ اسم ہے جو ظاہر میں واحد دکھائی دیتا ہے اور بطورِ واحد استعمال کیا جاتا ہے مگر اصل میں جمع ہوتا ہے ۔ مثلاً فوج ، قوم ، انجمن وغیرہ ۔

جمع ۔ کسی اسم کی ایک سے زیادہ تعداد کو جمع کہتے ہیں ۔ مثلاً کتاب کی جمع کُتب ، ورق کی جمع اوراق ۔

پرچہ نمبر ۔ ۸

سوال نمبر ۳ :- ۱۔ بے اعتبار انسان ۔ تمہارا دوست تھالی کا بینگن ہے ۔ اس پر کیا بھروسہ ہے ۔

۲۔ حواس باختہ کرنا ۔ شکست دینا ۔ ہماری فوجوں نے ایسا حملہ کر دیا ۔ کہ دشمن کے چھکے چھوٹ گیے ۔

۳۔ بالکل کم تعداد میں ہونا ۔ کشمیر میں انگریزوں کی تعداد آٹے میں نمک ہونے کے برابر ہے ۔

۴۔ بے مروّت ہو جانا ۔ بہت بڑا عہدہ پانے سے اسکی آنکھیں بدل گئی ہیں ۔

۵۔ حرکت نہ ہونا ۔ اثر نہ ہونا ۔ وہ میری نصیحتوں سے ٹس سے مس نہ ہوا ۔

۶۔ غصّہ میں آنا ۔ وہ چھوٹی بات پر فوراً چراغ پا ہو جاتا ہے ۔

۷۔ تیز چلنا ۔ گھوڑے پر سوار ہوتے ہی وہ ہوا ہو گیا ۔

۸۔ جھوٹا رونا ۔ اس کے ٹسوئے بہانے سے کس پر اثر ہو جاتا ہے ۔

۹۔ نکتہ چینی کرنا ۔ حمید ہر معاملے میں بال کی کھال اتارنے کا عادی ہے ۔

سوال نمبر ۴ :- مؤنث ۔ تعمیر ، امانت ، دعوت ، لالٹین ، چمگادڑ ، اطلاع ۔ مذکر :- ٹکٹ ، ارادہ ۔

سوال نمبر ۵ :- نور ، انواع ، انبیاء ، اولیاء ، قصص ، طیور ، قوا ، تراکیب ، رسوم ، مذاہب ۔

مکان کی تعمیر ہوئی ____ میری امانت مجھے واپس کریں ____ اُس نے میری دعوت قبول کرلی ____ لالٹین بجھ گئی ____ چمگادڑ گا رہی تھی ____ ہمیں وقت پر اطلاع ملی ____ میں نے ابھی ٹکٹ نہیں خریدا ____ تمہارا ارادہ پکا نہیں تھا ____

سوال نمبر ۶ :- کیا آپ کے تمام رشتہ دار بخیریت ہیں؟ ____ محمود کی آمد کی اطلاع آگئی ____ اس کو میرا اسلام کہنا ____ مجھے تم سے یہ توقع نہیں تھی ____ وہ ہر روز یہی شکوہ کرتا ہے ____ اسکو سخت پیاس لگی ہوئی تھی ____ ہمارے اُستاد نے گیارہ دنوں کی رخصت لے لی ہے ____ میں آپ کا شکر گذار ہوں ____

سوال نمبر ۷ :- اسم عدد - وہ اسم ہے جو کسی چیز کی تعداد ظاہر کرے ۔ مثلاً چار ، آٹھ ، دس وغیرہ ۔

صفت عددی - وہ صفت ہے جو کسی چیز کی تعداد کے علاوہ اس کا درجہ بھی ظاہر کرے ۔ مثلاً چھ سے چھٹا ۔ آٹھ سے آٹھواں ۔

فعل حال - وہ فعل ہے ۔ جو موجودہ زمانہ پر دلالت کرے ۔ مثلاً زید کھاتا ہے ۔ وہ جاتا ہے وغیرہ ۔

اسم حالیہ - وہ اسم ہے جو فاعل یا مفعول کی حالت کو ظاہر کرے ۔ مثلاً گرتا پڑتا ، روتا روتا ۔

اسم مصدر - وہ اسم ہے جس سے تمام افعال بنتے ہیں اور وہ کسی کلمہ سے نہیں بنتا ہے ۔ مثلاً جانا ۔ آنا ۔ کھانا ۔

حاصل مصدر - وہ مشتق ہے جو مصدر کی کیفیت کو ظاہر کرے ۔ مثلاً دکھاوٹ ، بناوٹ ۔

پرچہ نمبر ۹

سوال نمبر ۳ :- ۱۔ رسوخ والا ہونا ۔ بہت قریب ہونا ۔ واحد حامد کی مونچھ کا بال ہے ۔

۲۔ مشکل کام ہونا ۔ اس کام کو انجام دینا تمہارے لیے ٹیڑھی کھیر ہے ۔

۳۔ احمق ہونا ۔ کریم کا نوکر اس بات کو نہ سمجھا وہ تو کاٹھ کا الو ہے ۔

۴۔ لڑائی یا کام کے لیے تیار ہو جانا ۔ جب جایداد کی تقسیم ہو رہی تھی تو علی نے معمولی بات پر آستین چڑھانا شروع کیے ۔

۵۔ غصہ چڑھنا ۔ جونہی خریدار نے گھی میں ملاوٹ دیکھی تو وہ سیخ پا ہو گیا ۔

۶۔ شرمندہ ہو جانا ۔ اس حقیقت کو پاکر محمود یہاں سے اپنا سامنہ لے کر واپس لوٹا۔
۷۔ کسی بڑے کام میں دخل دینا۔ مشتاق کا اس بحث میں حصہ لینا مینڈک کو زکام ہونے کے مترادف ہے۔
۸۔ جان خطرے میں ڈالنا ۔ انگریز فوجوں نے جان جوکھوں میں ڈال کر دشمن کو مار بھگایا۔

سوال نمبر ۴:۔ مؤنث ۔ راہ ، عرض ، جمع ، غرض ، مراد ، تاثیر۔
مذکر ۔ چمن ، مقصد ، فرق۔

اس راہ پر چلنا خطرے کو مول لینا ہے ـــــ پہلے میری عرض سُنئے پھر فیصلہ دیجیے ـــــ فوجیں جمع ہو گئی ہیں ـــــ اس بات میں دخل دینے سے آپ کی کیا غرض ہے ؟ ـــــ میری مراد ہے کہ میں اچھے نمبر حاصل کروں ـــــ دوا کی تاثیر اچھی رہی اس کے بعد خدا جانتا ہے ـــــ اس چمن کی خوب صورتی اپنی مثال آپ ہے ـــــ میرا مقصد یہ ہے کہ حسابات صاف ہوں ـــــ اصلی گھی اور بناسپتی گھی میں زمین و آسمان کا فرق ہے ـــــ

سوال نمبر ۵ :۔ اعمال ، نفوس یا انفاس ، تدبیر ، تکلیف ، مصیبت ، مکاتب ، وکلاء ، صفات ، نقول۔

سوال نمبر ۶ :۔ کیا اُس نے ہمیشہ بھیگ مانگی تھی ؟ ـــــ شاعر نے ایک نظم پڑھ کر سُنائی ـــــ ہم نے تمہارا شکوہ نہیں کیا ـــــ میری پاس بک کہاں ہے ؟ ـــــ زید نے کتاب پڑھنے کی قسم کھا رکھی ہے ـــــ فوج نے شہر پر دھاوا بول دیا ـــــ مدت ہوئی کہ اُس نے شراب چھوڑ دی۔

سوال نمبر ۷ :۔ مصدرِ اصلی۔ وہ مصدر ہے جو خاص مصدر کے معنوں کے لیے بنایا گیا ہو مثلاً آنا ، لکھنا ، پڑھنا
(ا) بناوٹ کے لحاظ سے مصدر کی قسمیں :۔ بناوٹ کے لحاظ سے مصدر کی دو قسمیں ہیں۔ مصدرِ اصلی و مصدرِ جعلی۔

مصدرِ جعلی۔ وہ مصدر ہے جو کسی دوسری زبان کے لفظوں سے مل کر بنے۔ اس کو مصدرِ غیر وضعی بھی کہتے ہیں۔ مثلاً تقریر کرنا ۔ لیکچر دینا ۔ رقص کرنا۔

(ب) معنوں کے لحاظ سے اسم کی دو قسمیں ہیں۔ اسم نکرہ اور اسم معرفہ۔

اضافتِ تشبیہی۔ وہ مرکب ہے جو مشبہ اور مشبہ بہ سے مل کر بنے۔ مثلاً موتی سے دانت ، زلف کا سانپ ، ابرو کی کمان۔

سوال نمبر ۸ :۔ اضافتِ توصیفی۔ وہ مرکب ہے جو صفت اور موصوف سے مل کر بنے۔ مثلاً کالا کوّا ، اچھا لڑکا ، اونچا مکان۔

پرچہ نمبر ۔ ۱۰

سوال نمبر ۳ :۔ ۱۔ عالموں میں جہالت کا ہونا یا انصاف والوں میں بے انصافی ہونا ۔
میں ایک عالم کے پاس گیا تھا۔ مگر میرے خیال میں وہاں چراغ تلے اندھیرا ہے ۔

۲۔ پاش پاش کرنا۔ اس قوم نے خدائی احکام کی دھجیاں اڑائی تھیں اسی لیے اس پر یہ عذاب نازل ہوا۔

۳۔ سزا دینا۔ درستی کرنا۔ شرقی صاحب نے موقعہ پا کر اکبر کی وہ مرمت کی کہ عمر بھر اُسے یاد رہے گا ۔

۴۔ آرام میں خلل ڈالنا ۔ جونہی میں سویا بشیر آیا اور اُس نے آتے ہی رس میں بس ملایا کہ میری نیند حرام کردی ۔

۵۔ قتل کرنا ۔ ہندوستانی سپاہیوں نے ایک ہی وار میں دو سو چینیوں کو تلوار کے گھاٹ اُتار دیا ۔

۶۔ عزت کرنا ۔ امریکہ والوں نے میڈم کیوری کو اس کی کارگزاری پر آنکھوں میں لیا اور بڑا انعام پیش کیا ۔

۷۔ عیش و عشرت کرنا ۔ شفیع نے باپ کے مرتے ہی دولت پا کر اللّے تلّلے کرنا شروع کر دیا ۔

۸۔ بہادر ہونا ۔ عرب تلوار کے دھنی ہیں ۔

۹۔ بے عزت ہونا ۔ مسعود اپنی بدچلنی سے ہر ایک کی آنکھوں سے گر گیا ہے ۔

۱۰۔ ایک جیسا سلوک کرنا ۔ یورپ والے تمام افریشیائی لوگوں کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا چاہتے ہیں ۔

۱۱۔ کوئی بات نہ سننا یا کانوں کو بند کرنا ۔ انسپکٹر صاحب نے میری کوئی بات نہ سنی گویا انھوں نے کانوں میں تیل ڈالا تھا ۔

سوال نمبر ۴ :۔ مؤنث :۔ شراب ، آبرو ، وفات ، عزت ، تعبیر ، صورت ، زمین ۔
مذکر :۔ آب ، بدن ، سورج ، اثر ۔

نئی بوتلوں میں پرانی شراب بھری تھی ۔ اشرف کی آبرو اسی میں ہے وہاں نہ جائیے ۔ علامہ اقبال کی وفات سے سارے ملک کو نقصان پہنچا ۔ عقل مند آدمی کی ہر ایک عزت کرتا ہے ۔ میرے خواب کی تعبیر سچی نکلی ۔ میں نے خورشید کی صورت کبھی نہ دیکھی ۔ ہماری زمین سورج کے سامنے گھومتی ہے ۔ فیاض نے آب لایا ۔ میرا بدن سخت گرم ہے ۔ سورج ہمیں بیک وقت گرمی اور روشنی دیتا ہے ۔ دعا کا اثر اچھا پڑا ۔

(ب)۔ نائن ، بھنگن ، استانی ، جنابہ ، معلمہ ، گوالا ، درزن ، چمارن ، مالی ، سقّن ، حاجن ۔

سوال نمبر ۵ :۔ فکر ، حجاج ، اجزاء ، خزائن ، حاجات ، اصحاب ، نفس ، نفائس ، عیوب ، عنادل ۔

سوال نمبر ۶ :۔ بناوٹ کے لحاظ سے اسم کی تین قسمیں ہیں۔ اسم مصدر ، اسم مشتق اور اسم جامد ۔

اسم مصدر وہ اسم ہے۔ جو خود کسی اسم سے نہیں نکلتا ہے مگر اس سے بہت سے کلمے بنتے ہیں۔ مثلاً آنا ، جانا ۔

اسم مشتق وہ اسم ہے۔ جو مصدر سے نکل کر بنے ۔ مثلاً لکھا ہوا ، سُنا ہوا ۔

اسم جامد وہ اسم ہے جو نہ خود کسی کلمہ سے نکلتا ہے اور نہ اُس سے کوئی کلمہ نکلتا ہے ۔ مثلاً پہاڑ

کتا ، کاغذ ، درخت وغیرہ ۔

سوال نمبر ۷ :۔ تمہارے ہاتھ میں کون سی چیز تھی۔ ان دو بھائیوں میں بڑا فرق تھا۔ کریم نے خدا کی قسم کھائی ۔ یہ ایک اچھی قسم کی سیاہی ہے۔ ملّاح کشتی کھینے لگا۔ دوپہر قریب آگئی تھی ، کہ ہم نیند سے بیدار ہو گئے۔ صبح کی سیر ہماری صحت کے لیے مفید ہے۔ میں نے مدرسہ چھوڑنے کا سرٹیفکیٹ حاصل کر لیا تھا۔

پرچہ نمبر ۔ ۱۱

سوال نمبر ۳ :۔ ۱۔ ناپائیدار کام کرنا ۔ کاغذ کی ناؤ ہمیشہ نہیں بہتی ہے ۔

۲۔ راز فاش ہو جانا ۔ اس کے تمام راز طشت از بام ہو گئے ہیں۔

۳۔ خاموشی طاری ہو جانا ۔ رات کے وقت جنگلوں میں سنّاٹا چھایا ہوا تھا۔

۴۔ فایدے کے بدلے نقصان ہونا ۔ ان کو اس ٹھیکے میں لینے کے دینے پڑے ۔

۵۔ رشوت لینا ۔ تمام ملازم مٹھی گرم نہیں کرتے ہیں۔

۶۔ ضائع کرنا ، مایوس ہونا۔ بوڑھے نے گھوڑے سے ہاتھ دھو دیا۔

۷۔ زندگی کے آخری دنوں میں ہونا ، مرنے کے قریب ہونا۔ اس کی عمر کا آفتاب بر سر کوہ پہنچ گیا ہے ۔

۸۔ ویرانے میں بہار ہونا۔ حامد کے لیے پردیس میں بھی جنگل میں منگل ہے ۔

۹۔ مدد کرنا ۔ میں نے مزدور کا ہاتھ بٹایا۔

۱۰۔ چراغ بجھ جانا ۔ دیکھو چراغ ٹمٹماتا ہے اس میں تیل ڈال دو۔

۱۱۔ بے وقوف بنانا۔ بشارت نے طاہر کو خوب اُلّو بنایا۔

۱۲۔ وقت پر مدد کرنا۔ اگر پولیس کا کانسٹبل میرے آڑے نہ آتا تو مجھے ڈاکو نے لٹایا ہوتا۔

سوال نمبر ۴ :۔ مذکر :۔ بادل ، بیاہ ، مینہہ ، گھی ، صبر

مؤنث :۔ دنیا ، خاک ، خوشبو ، تدبیر ، تجویز ، قوم

حضرت ایوب صابرؑ کا صبر مشہور ہے۔ بادل آیا اب مینہہ برسے گا۔ چھوٹی عمر کا بیاہ زندگی برباد کرنے کے برابر ہے۔ مینہہ برسا اب فصل اچھی ہوگی۔ کشمیر کا گھی ملنا مشکل ہے۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ اسلام ترقی پرور مذہب ہے۔ ایسی لوٹ مچی کہ خاک بھی باقی نہ رہی۔ گلاب کی خوشبو سب کو عزیز ہے۔ عزیز نے ایسی تدبیر بتائی، کہ میرا کام بن گیا۔ میری اس بارے میں کوئی تجویز نہیں۔ مسلمانوں کی قوم ایک اچھی قوم ہے۔

سوال نمبر ۵ :- برکات، تدابیر، مشکلات، منازل، قدم، جسم، جبیب، تفسیرات۔

سوال نمبر ۶ :- اس کام میں مجھے ایک بڑی مشکل پیش آئی۔ قافلہ اپنی منزل پر روانہ ہوا۔ میرے لیے تھوڑا سا گھی لاؤ۔ دنیا تیزی کے ساتھ بدلتی ہے، گاڑی کی رفتار بہت تیز تھی۔ باپ کی گفتگو سن کر بیٹا حیران ہو گیا۔ آپ کی پوشاک سے خوشبو آتی ہے۔ آج کل اس کی صحت ناسازہ ہے۔ اس کی تقریر میں کافی تاثیر تھی۔

سوال نمبر ۷ :- اسم تکبیر (مکبّر) وہ اسم ہے جس میں بڑھائی کے معنی پائے جاتے ہوں۔ مثلاً بات سے بتنگڑ، راہ سے شاہراہ، سوار سے شاہسوار، پگڑی سے پگڑ، ٹوپی سے ٹوپ۔

اسم تصغیر وہ اسم ہے جس میں چھوٹائی کے معنی پائے جائیں۔ مثلاً لوٹا سے لُٹیا، در سے دریچہ، پیالہ سے پیالی، آنکھ سے انکھڑی۔

جملہ اسمیہ۔ وہ جملہ ہے جس میں مسند اور مسند الیہ دونوں اسم ہوں۔ مثلاً احمد اچھا لڑکا ہے۔ یا (جس جملے میں پورا فعل ہو اسے جملہ اسمیہ کہتے ہیں جس جملے میں فعل ناقص ہوتا ہے اسے جملہ اسمیہ کہتے ہیں۔)

جملہ فعلیہ۔ وہ جملہ ہے جس میں مسند الیہ اسم اور مسند فعل ہو۔ مثلاً نصیر نے کھانا کھایا۔

(صفحہ ۵۶ کا بقیہ)

اقبال وطن آئے تو اپنے کلام سے قومی تحریکوں میں جان ڈالی۔ ۱۹۳۵ء کو وفات پا گئے۔ اقبال کی شاعری میں گل و بلبل کے افسانے اور ہجر و وصال کی داستانیں نہیں ہیں۔ ان کے کلام میں اخلاقی اقدار ہیں جن کی اقوام و عالم کو ضرورت ہے۔ ان کے یہاں قومی درد، ہمت، جوش، تہذیب، تعلیم، اخلاق، امید، فلسفہ اور تصوف سب کچھ ہے۔ وہ نہ صرف شاعر تھے بلکہ بلند پایہ کے فلسفی، روشن خیال مجتہد، عظیم مفکر، مصلح، ملک و قوم اور حکیم الامت تھے۔

اقبال کے پہلے دور کے کلام میں ملک و وطن کی محبت ملتی ہے اس دور کی مشہور اور مقبول نظم "ہمالہ" ہے۔ دوسرا دور قیام یورپ کا دور ہے اس دور میں زندگی کے گہرے حقائق کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ اسی کے ساتھ یورپ کے حسین اور حسن پرور ماحول نے ان کے دل میں بھی ایک عارضی کشش پیدا کی۔ اس دور میں اقبال کے کلام میں عشق حقیقی کی روشنی نظر آتی ہے۔ اسی زمانے میں مغرب کی زہریلی فضا کا تجربہ کیا اور بڑے سلیقہ سے مغربی تہذیب کے تار و پود بکھیرے ہیں۔ یورپ کے قیام نے اقبال کی شاعری کا رنگ ہی بدل ڈالا تھا اور ان کے ہاں ایک پیغمبرانہ شان نمایاں ہوئی تیسرے دور میں ان کی اسلامی شاعری شروع ہوئی اور یہی دور ان کی شاعری کا نچوڑ تھا۔ شکوہ، جواب شکوہ، خضر راہ، شمع و شاعر، طلوع اسلام اسی زمانہ کی نظمیں ہیں۔ اقبال کے شاعری کی روح نظریہ خودی ہے۔

اقبال کا کلام فلسفیانہ حقائق سے بھرا ہے۔ ان کے نزدیک انسانیت کا اصل جوہر یہ ہے کہ انسان مخالف قوتوں کا ہمت و جرأت سے مقابلہ کرے۔ اقبال کی شاعری کا چوتھا دور فارسی شاعری کا ہے۔ اقبال کے کلام میں زندگی کی بہترین تنقید موجود ہے۔ ان کے ہاں سوز و گداز، شوخی و رنگینی، سلاست و روانی، نادر تشبیہات و استعارات، ندرت ادا، جوش بیان سب موجود ہے۔

اردو پیپرز نمبر۔ ۲۰

(تاریخ اردو ادب پر اہم سوالات)

۱۔ دو شاعروں کی سوانح بیان کیجیے :۔ غالب ۔ میر تقی میر ۔ جگر ۔ ذوق ۔ نظیر اکبر آبادی ۔

۲۔ ایک شاعر کے خصوصیاتِ کلام تحریر کیجیے :۔ سودا ۔ آتش ۔ ناسخ ۔ اقبال ۔

۳۔ مرثیہ سے آپ کیا سمجھتے ہیں ؟ انیس اور دبیر کی مرثیہ نگاری پر نوٹ لکھیے ۔

۴۔ غزل سے آپ کیا سمجھتے ہیں ۔ کسی ایک غزل گو شاعر کی سوانح اور خصوصیات بیان کیجیے ۔

۵۔ قصیدہ کے اجزاء بیان کیجیے ۔ سودا کی قصیدہ نگاری پر نوٹ لکھیے ۔

۶۔ تنقید سے آپ کیا سمجھتے ۔ آل احمد سرور کی تنقید نگاری پر نوٹ لکھیے ۔

۷۔ ادبی خدمات بیان کیجیے :۔ مولانا ابوالکلام ۔ سر سید احمد خان ۔ شبلی ۔ حالی ۔ نذیر احمد ۔ پریم چند ۔ علی عباس حسینی ۔ اطہر پرویز ۔

۸۔ سوانح بیان کیجیے :۔ سر سید احمد خان ۔ حالی ۔ مولانا محمد حسین آزاد ۔ پریم چند ۔

۹۔ افسانہ نگاری سے کیا مراد ہے ؟ افسانہ کی خصوصیات بیان کیجیے ۔

۱۰۔ ناول نگاری سے کیا مراد ہے ؟ دس ناولوں اور لکھنے والوں کے نام لکھیے ۔

۱۱۔ طنز و مزاح سے آپ کیا سمجھتے ہیں ۔ رشید احمد صدیقی نے اس فن کی کیا خدمت کی ہے ؟

۱۲۔ اردو زبان کیسے وجود میں آئی ؟

۱۳۔ اردو زبان کے ارتقاء کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں ؟

۱۴۔ دکن میں دہلی کالج پر نوٹ لکھیے ۔

۱۵۔ دبستانِ دہلی اور دبستانِ لکھنؤ کی خصوصیات الگ الگ بیان کیجیے ۔

۱۶۔ مثنوی سے کیا مراد ہے ۔ مثنوی سحر البیان اور مثنوی گلزارِ نسیم کی خصوصیات بیان کیجیے ۔

۱۷۔ نوٹ لکھیے :۔ قطعہ ۔ رُباعی ۔ سوانح ۔

۱۸۔ کشمیر کے کسی شاعر اور کسی ادیب کی سوانح اور خدمات کو بیان کیجیے ۔

۱۹۔ بیس شاعروں کے نام اور ان کا ایک ایک شعر تحریر کیجیے ۔

۲۰۔ بیس روزنامہ اردو اخبارات ، بیس ہفتہ وار اخبارات ، بیس ماہوار اردو اخبارات کے نام لکھیے ۔

۲۱۔ ہماری ریاست میں اردو زبان کو کیا مقام حاصل ہے ؟

قطعہ:- قطعہ رباعی سے ملتی جلتی ایک قسم ہے جس میں ایک خیال کو مسلسل اور مربوط شکل میں نظم کیا جاتا ہے۔ قطعہ کم سے کم دو اشعار کا ہوتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ کی کوئی قید نہیں۔ اگر قطعے غزل کے درمیان میں آجاتے ہیں۔ او رکئی شعر مل کر ایک معنی دیتے ہیں۔

مثنوی:- مثنوی اس نظم کو کہتے ہیں جس میں کوئی مسلسل قصہ یا مضمون اس طرح نظم کیا گیا ہو کہ ہر شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوں۔ اس نظم میں تعداد اشعار کی قید نہیں اور نہ قصہ وغیرہ کے متعلق کوئی قید ہے۔ صرف مثنوی کے لیے کچھ بحریں مخصوص ہیں۔ اردو شاعری میں غزل کے بعد سب سے اہم صنف مثنوی ہے۔ اس میں خیالات کو پھیلانے اور کم سے کم پابندی کے ساتھ منظم کرنے کی گنجائش بہت ہے۔

واسوخت:- یہ وہ نظم ہے جس میں معشوق سے بیزاری اور عاشق کے لیے بے پروائی کا مضمون بیان کیا جائے۔ ساتھ ہی دوسرے معشوق سے دل لگانے کا ذکر بطور چھیڑ چھاڑ کیا جائے۔

شہر آشوب:- جس نظم میں ملک کی تباہی و بربادی اور اس ملک کی پریشان حالی اور مصیبتوں کا ذکر کیا جائے۔ اس کو شہر آشوب کہا جاتا ہے۔

ریختی:- یہ ریختہ کے مقابلہ میں ایجاد ہوئی تھی۔ اس میں عورتوں کے جذبات عورتوں کی زبان میں نظم کیے جاتے ہیں۔ اس کے موجد سعادت یار خان رنگین تھے۔

سلام:- جو مرثیہ غزل یا قصیدہ کے طور پر لکھا جائے اسے سلام کہتے ہیں۔

تاریخ:- شادی، غمی یا کسی اور واقعہ کا سن، حروف ابجد کے اعداد کے حساب سے نکالا جاتا ہے۔

بیت:- دو مصرعوں سے مرکب ایک شعر کو بیت کہتے ہیں۔

نعت:- جس نظم میں پیغمبر اسلامؐ کی تعریف کی جائے خواہ غزل ہو مثنوی یا قصیدہ اسے نعت کہتے ہیں۔

سوانح:- سوانح نگاری کا آغاز اردو میں مولانا حالی اور مولانا شبلی نے کیا۔ سوانح میں عام طور پر زندگی کے کسی خاص شعبہ سے تعلق رکھنے والی کسی مشہور اور ممتاز ہستی کے حالات زندگی اور اس کے کارناموں کی روداد بیان کی جاتی ہے۔ حالی کی حیات جاوید۔ شبلی کی الفاروق۔ قاضی عبد الغفار کی آثار ابوالکلام آزاد۔ غلام رسول مہر کی غالب سوانح نگاری کے قابل قدر نمونے ہیں۔

انشائیہ:- انشائیہ کی صنف اردو میں انگریزی سے آئی ہے عام طور پر اردو کے اخباروں اور رسالوں میں کسی موضوع پر صحافتی یا علمی انداز کے جو مضامین یا مقالے لکھے جاتے ہیں انشائیہ ان سے مختلف ہوتا ہے۔ ان مضامین میں معلومات اور سنجیدہ دلائل پر سارا زور صرف ہوتا ہے۔ جبکہ انشائیہ میں انشائیہ نگار بے تکلف، بے ساختہ اور غیر علمی انداز سے اپنی بات کہتا ہے۔ اور زیادہ تر اپنے تجربہ اور ذاتی مشاہدہ کی بنیاد پر ہی اپنے تاثرات بیان کرتا ہے۔ شرر، فرحت اللہ بیگ، مجاز انصاری اور رشید احمد صدیقی نے اعلیٰ معیار کے انشائیہ لکھے ہیں۔

میر تقی میر:- میر تقی میر ۱۷۲۳ء میں اکبر آباد میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام میر متقی ہے۔ دس سال کی عمر میں والد وفات پا گیے۔ بڑے بھائی بے مروتی سے پیش آئے۔ میر نے آگرہ چھوڑ دیا۔ اور سراج الدین خان آرزو کے ہاں دلی میں قیام کیا۔ آرزو فارسی کے اچھے شاعر تھے۔ ان کے ہاں شعری محفلیں گرماگرم رہتی تھیں۔ میر کو بھی شاعری کا شوق ہوا۔ غزلیں کہنا شروع کیں۔

میر کو فارغ البالی میسر نہ ہوئی۔ کافی پریشانیاں اور تکلیفیں اٹھانا پڑیں۔ اس لیے ان میں درد اور یاس کی شدت ہو گئی عشق کی ناکامی کا بھی افسوس رہا۔ طبیعت غمگین بن گئی۔

میر کے کلام میں درد ہے، تاثیر ہے، سوز و گداز ہے، روانی ہے۔ وہ خود روتے ہیں اوروں کو رلاتے ہیں۔ غالب، ناسخ، ذوق، مومن اور حسرت نے ان کی استادی کا اعتراف کیا ہے۔ چھوٹی بحروں میں بھی شعر کہتے ہیں۔ روانی، ترنم اور سوچ ان کے ہاں کافی ملتا ہے۔ ؎

اک ہوک سی دل میں اٹھتی ہے اک درد جگر میں ہوتا ہے
ہم راتوں کو اٹھ کر روتے ہیں جب سارا عالم سوتا ہے

ہمارے آگے ترا جب کسو نے نام لیا
دل ستم زدہ کو ہم نے تھام تھام لیا

نظیر:۔ نظیر ۱۷۳۴ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ تعلیم زیادہ حاصل نہ کر سکے۔ عربی زیادہ اور فارسی کم جانتے تھے۔ نظیر خوش نویس تھے پنجابی، ہندی اور مارواڑی بھاشا بھی جانتے تھے۔ ۹۵ برس کی عمر میں وفات پا گئے۔

نظیر کے رجحانات خالص ہندوستانی تھے۔ ان کے ہاں حب الوطنی کے جذبات زیادہ پائے جاتے ہیں۔ اپنے ملک، یہاں کے تہواروں، پھولوں، پھلوں، جانوروں، پرندوں اور موسموں سے بے حد پیار تھا۔ عید، بقر عید، شب برات، ہولی، دیوالی، دسہرہ، بسنت پر نہایت دلکش مثنویاں اور نظمیں ملتی ہیں۔

نظیر کی سب سے اہم خصوصیات ان کی نیچرل شاعری ہے۔ انہوں نے مناظر فطرت کی تصویر کشی کی ہے۔ میلوں، مجلسوں، عرسوں اور دوسری تقریبوں کی تصویریں نہایت سادہ اور پُر اثر انداز میں کھینچی ہیں۔ ان کے اشعار میں سیدھے سادھے الفاظ ہیں مناظر قدرت کی مرقع کشی ہے مگر اشعار میں گہرائی اور ادبی محاسن کم ہیں۔ ان کی نظم بنجارہ نامہ قابل ذکر ہے۔

سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائیگا جب لاد چلے گا بنجارہ

نظیر نے کبھی کسی کی ہجو نہیں کی اور نہ ہی کسی کی تعریف میں قصیدہ یا نظم لکھی۔ ان کی مشہور نظموں میں بنجارہ نامہ، سفر آخرت، کل جگ، آدمی نامہ، پیٹ کی فلاسفی، چپاتیاں، تن کا جھونپڑا، شب برات، عید، ہولی، دیوالی، راکھی، کرشن کنہا وغیرہ ہیں۔

نظیر نے غزلیں بھی لکھی ہیں۔ بنمونہ کلام ؎

نہ گل اپنا نہ خار اپنا نہ ظالم باغبان اپنا
بنایا آہ کس گلشن میں ہم نے آشیان اپنا

اقبال:۔ ۱۸۷۵ء میں بمقام سیالکوٹ پیدا ہوئے۔ ان کا آبائی وطن کشمیر تھا۔

بلبل نے آشیانہ بنایا چمن سے دور
ہندوستان آئے ہیں کشمیر چھوڑ کر

مولانا سید میر حسن ان کے استاد تھے۔ شعر و سخن کا ذوق انہیں سے حاصل ہوا۔ ایم اے میں اول آئے اور اورینٹل کالج میں تاریخ و فلسفہ کے پروفیسر مقرر ہو گئے۔ پھر گورنمنٹ کالج لاہور میں انگریزی فلسفہ کے پروفیسر مقرر ہو گئے۔ اقبال نے اس زمانہ کے مشہور پروفیسر آرنلڈ سے استفادہ حاصل کیا۔ جب اقبال انگلستان گئے تو مشہور پروفیسر نکلسن اور پروفیسر براؤن سے بہت کچھ حاصل کیا۔ جرمنی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ لندن میں بیرسٹری کا امتحان پاس کیا۔ لندن یونیورسٹی میں ہی عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ اقبال کو شاعری کا ذوق شروع ہی سے تھا

(بقیہ صفحہ ۵۳ پر)

URDU PAPERS

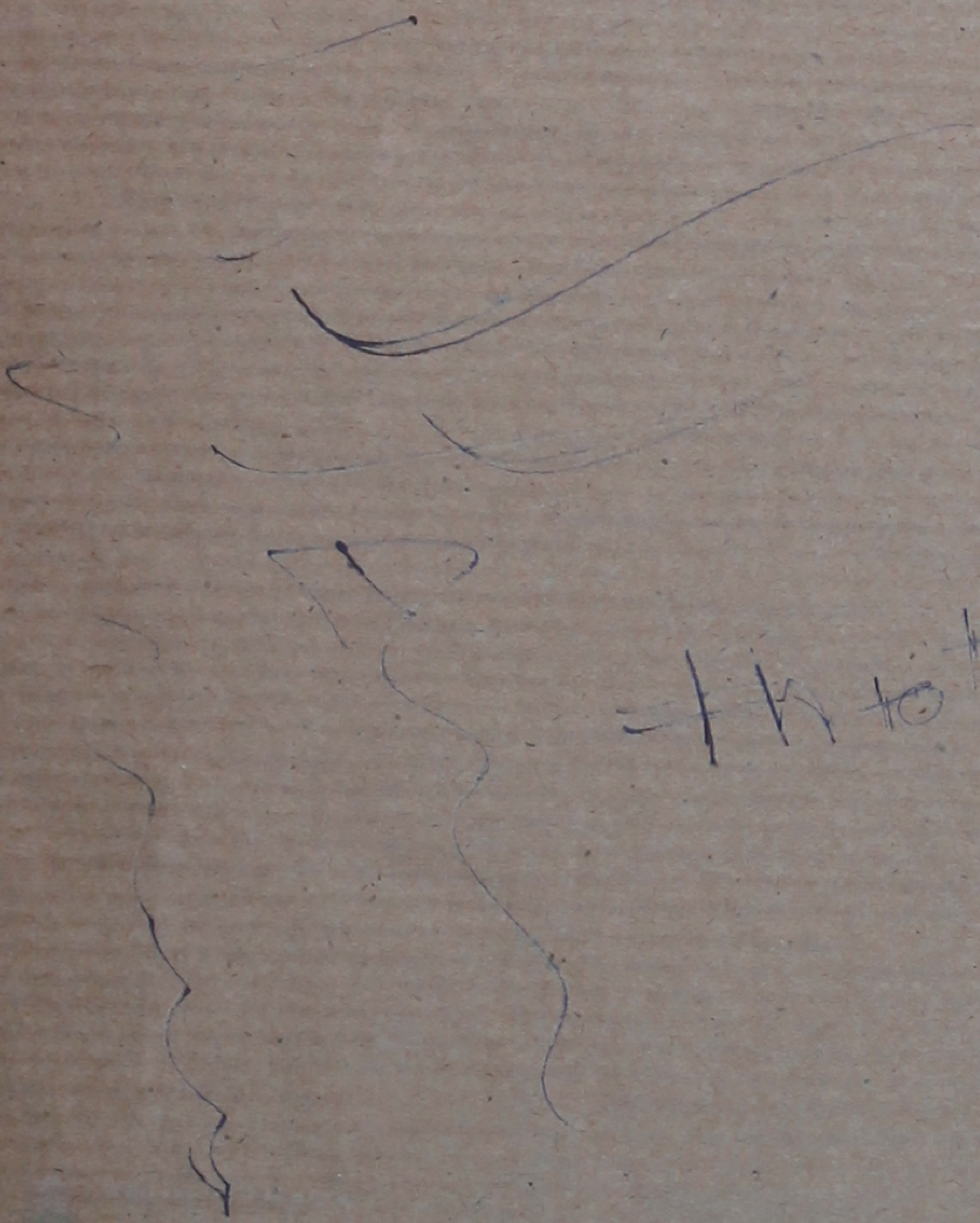
PART II

M. A. HAI
M.A, M.Ed, Ph.D

30

722
30
692





[illegible]

[illegible]

[illegible]